ملفوظات حضرت مدنیؒ
مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے علمی و سیاسی جواہر پارے
مرتب: ابوالحسن بارہ بنکوی

مولانا سیّد حسینؒ احمد مدنیؒ کے علمی و سیاسی جواہر پارے

—— : مرتّب : ——

ابوالحسن بارہ بنکوی

طیّب پبلشرز

5- یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور: 7241778

فہرست مضامین ملفوظات حضرت مدنیؒ حصہ اول

فہرست مضامین ملفوظات حضرت مدنیؒ حصہ دوم

نقش اول

شریعت، طریقت، سیاست کی جامع شخصیت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ایک عہد ساز شخصیت کے حامل تھے۔ آپ نے مسند حدیث سمیت علم و ادب اور حق و حریت جیسی بہت سی تحریکوں کی سرپرستی کی، مالٹا کی قید میں شیخ الہند مولانا محمود حسن کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ اس کے بعد جب آپ ہندوستان وارد ہوئے تو آپ نے ساری زندگی عدم تشدد کے ذریعہ فرنگی سامراج کے خلاف جدوجہد میں گزار دی۔ چنانچہ آپ ایک جگہ رقمطراز ہیں:

"میں کانگریس کا اس وقت سے ممبر ہوں، جب کہ مالٹا سے ہندوستان آیا۔ اس سے پہلے میں انقلابی تشدد آمیز خیالات کے ساتھ برطانوی موجودہ اقتدار اور شہنشاہیت کا مخالف تھا۔ اور اسی بناء پر مالٹا کی چار برس کی قید ہوئی تھی۔ اور واپسی مالٹا کے بعد عدم تشدد کی پالیسی کے ساتھ برطانوی اقتدار شاہنشاہیت کا مخالف اور ہندوستان کی آزادی کا حامی ہوگیا ہوں۔ اور میں ہر اس انقلابی جماعت میں شریک ہونے کے لیے تیار ہوں جو برطانوی اقتدار اور شہنشاہیت کو ہندوستان سے ختم کرنے یا کم کرنے کی سچائی سے کوشش کرتی ہو اور اپنی پالیسی عدم تشدد رکھتی ہو۔"

ایک اور جگہ آزادی کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہندوستان کی آزادی کی اشد ضرورت اور اس کی انتہائی جدوجہد کی فرضیت جو کہ تحریک خلافت کے وقت سے بلکہ اس سے پہلے سے آپ کے سامنے لائی گئی ہے اس کے ساتھ تیرہ و تاریک محکومیت کے یہ واقعات جو پیش کئے گئے ہیں اس کے بعد میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اب بھی کسی صاحب دین و دل اور

صاحب غیرت کو اس میں شبہ کرنے یا گفتگو کرنے کا موقع باقی رہ جاتا ہے کہ یہ آزادی کی جدوجہد انتہائی ضروری ہے۔ ایسی غلامی میں نہ مذہب محفوظ ہے' نہ زندگی' نہ رفاہیت و امن ہے' نہ خوشحالی' نہ جماعتوں کے لیے زندگی ہے نہ افراد کے لیے۔ مجاہد آزادی مولانا سید حسین احمد مدنی کی زندگی میں ہمارے لیے دو بڑے سبق ہیں۔

- آزادی کی ضرورت
- عدم تشدد کے ذریعہ

پاکستان میں موجود استحصالی نظام نے انسانوں کے حقوق غصب کر لیے ہیں پاکستانی قوم ایک جدید طرز غلامی سے دوچار ہے جس سے آزادی وقت کا اہم تقاضا ہے۔ لیکن اس کے لیے عدم تشدد ہی ایک موثر اور نتیجہ خیز حکمت عملی ہے' جس سے پاکستانی قوم اپنے مقصد کو حاصل کر سکتی ہے۔ آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب ایک ایسی ہی ہستی کے ملفوظات پر مشتمل ہے جس نے ہندوستانی قوم کی آزادی کے لیے اپنی ساری عمر کھپا دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ حق پر چلنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

محمد عباس شاد

لاہور - 10 اگست 1997ء

دیباچہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زندگی کی سطح پر عزم و عمل کی موجیں تسلسل کے ساتھ ابھرتی ہیں۔ اور انہی سے حیات انسانی کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے' پھر جب عزم و عمل کا یہ تموج ختم ہو جاتا ہے۔ تو زندگی کی شورشیں موت کی آغوش میں آسودہ نظر آتی ہیں' اور حیات انسانی کا ارتقائی رشتہ منقطع ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

الغرض نصب العین کی بلندی' عزم و عمل کی ہم آہنگی اور گفتار و کردار کا ارتباط ہی انسان کو ابدی عظمت اور حقیقی کامرانی عطا کرتا ہے۔ گویا یہ ایک فطری ضرورت ہے کہ انسانی زندگی کو تسلسل کے ساتھ عزم و عمل اور گفتار و کردار کی صالح قوتوں سے مربوط رکھا جائے' تاکہ مقصد زندگی کسی وقت بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے اور عزم و عمل کی حدت و حرارت میں کبھی فرق نہ آئے۔

یہ فطری ضرورت ہے' اور اس فطری ضرورت کی تکمیل اس طرح ہوتی ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ انسانی معاشرہ کو ایسے صالح افراد عطا کرتا ہے جو نہ صرف یہ کہ خود پیکر عزم و عمل ہوتے ہیں' بلکہ ان کی ذات سے دوسروں کو بھی جہد مسلسل کا پیغام ملتا ہے اور وہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اصلاح امت اور احیاء سنت و شریعت کا اہم ترین فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں۔ ان کی صالح زندگی سے قلوب کو ایمان و یقین کی روشنی ملتی ہے اور ان کے مجاہدانہ کارناموں سے معاشرے کی رگ و پے میں جوش عمل کے شرارے رقص کرتے ہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کا شمار بھی ایسے ہی یگانہ روزگار مصلحین امت میں ہوتا ہے' جن کے ایمان افروز کارناموں سے قرون اولی کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوتی رہی' اور جن کی مثالی زندگی سے لاکھوں طالبان

راہ معرفت نے روشنی اور ہدایت حاصل کی۔

اس وقت ہم نہایت مسرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں اسی عظیم المرتبت ہستی کے ملفوظات پیش کر رہے ہیں، علم و حکمت کے یہ درہائے شاہوار حضرتؒ کی ان تحریروں میں مستفاد ہیں جو مختلف مواقع اور مناسبات سے زیب قرطاس ہوتی رہیں، اسی لیے ان ملفوظات کے آئینے میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی صوفیانہ عظمت، سیاسی بصیرت، علمی سطوت اور حب رسولؐ میں فنائیت کی جھلک نمایاں اور جامع و دل آویز کلمات میں جہاد حریت کی دلچسپ کہانی پوشیدہ ہے۔

متکلم کی عظمت، اور کلام کی اہمیت متقاضی تھی کہ اخذ و اقتباس کے نازک عملیہ سے روح تکلم---- مجروح نہ ہونے پائے۔

بحمد اللہ ابتدا ہی سے اس تقاضے کو پورا کرنے کی سعی کی گئی اور یہ بات پیش نظر رہی کہ اس سلسلتہ الذہب کی جاذبیت اور افادیت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی مخصوص آب و تاب میں اضافہ کی کوشش کی جائے۔

مغاں کہ دانہ انگور آب می سازد[1]

ستارہ می شکند آفتاب می سازد

حضرت مولانا نے جس نصب العین کو اپنی زندگی کا محور بنایا، اس کی عظمت و اہمیت کا تقاضہ ہے کہ آپ کی علمی و سیاسی خدمات اور احیاء و شریعت کے بے مثال کارناموں سے عوام کو روشناس کرایا جائے، ظاہر ہے کہ اس مقصد کی تکمیل ضخیم مولفات کے بجائے ہلکی پھلکی مطبوعات کے ذریعہ ہی بہتر طریقے پر ہو سکتی ہے چنانچہ پیش نظر کتاب کی تالیف و ترتیب میں یہ داعیہ بھی کارفرما ہے۔

ناظرین کی سہولت کے لیے ملفوظات کو سات ابواب پر منقسم کر دیا گیا ہے کتاب کے آخر میں سیاسیات کا ایک مستقبل باب ہے، بہت ممکن ہے کہ اس باب میں سوائے "قصہائے پارینہ" کی صدائے بازگشت کے عام اذہان کے لیے دلچسپی کا سامان نہ ہو لیکن یہ واقعہ ہے کہ ماضی کے سیاسی متمردین اگر اب بھی گزشتہ واقعات

1- استیزاد شعرا از روے تعلی نہیں بلکہ بطور دفع دخل مقدر ہے 12 منہ

کی روشنی میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ٹھوس موقف کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کی زحمت گوارا فرمائیں اور تقسیم ملک سے ماضی و حال میں پیدا ہونے والے سینکڑوں لاینحل مسائل پر نظر ڈالیں تو انہیں اپنی غلطیوں اور حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت اور اصابت رائے کا اعتراف کرنا پڑے گا۔

اس باب کے مندرجات سے جہاں ماضی کے سیاسی نشیب و فراز کی عکاسی ہوتی ہے' اسی کے ساتھ انتہائی ناساز گار حالات میں حضرت مولاناؒ کے بے پناہ صبر و استقلال کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ نیز ایسے تاریخی گوشوں کی نقاب کشائی ہوتی ہے جہاں سے برصغیر کی سیاست کا رخ موجود ناگفتہ بہ حالات کی جانب تبدیل ہوتا ہوا نظر آتا ہے' مثلاً 1936ء میں اکابر جمعیتہ علماء کی مسلم لیگ میں شمولیت حصول اقتدار کے بعد مسٹر جناح کی مبینہ عہد شکنی بعدازاں جمعیتہ علماء کی مسلم لیگ سے علیحدگی وغیرہ۔

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ رموز تصوف کے ذیل میں چند ایسے مسائل آگئے ہیں' جو کسی قدر فنی نزاکتوں کے حامل ہیں' مثلاً تصور شیخ' حبس دم' ذکر قلبی' وغیرہ' لہٰذا ناظرین سے التماس ہے کہ انہیں جب تک کسی مجاز طریقت کا مشورہ حاصل نہ ہو اس وقت تک اس نوع کے اشغال پر طبع آزمائی کی جرات نہ فرمائیں۔

اس مختصر لیکن بیش قیمت کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مکی دارالکتب لاہور بجا طور پر مستحق تبریک ہے' اللہ تعالیٰ مکتبہ کی اس پیش کش کو حسن قبولیت سے نوازے آمین۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ کتاب کے سلسلہ میں خاکسار مرتب کو اپنے مخلصانہ مشوروں سے ممنون فرمائیں۔ اس مفید کام کی تکمیل پر شکر خداوندی ادا کرتے ہوئے معترف ہوں کہ

مری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

ابوالحسن غفرلہ

مئی 1964ء

پہلا باب

ماضی کے دریچے سے

سیاسیات

(1)

ہندوستان میں جو بنک قائم ہیں' ان میں سے بعض اہل یورپ کے ہیں جو اسلام کے مخالف اور دشمن ہیں' یہ لوگ سود کی رقمیں پادریوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ان کے تبلیغی مشن کو دیتے ہیں جب کہ سود کی رقموں کا مطالبہ روپیہ جمع کرنے والے نہیں کرتے اس لیے سود کی رقم نہ لینا' ایک بڑے فتنہ و فساد کا سبب ہے' لہٰذا ارباب فتوی نے فیصلہ کیا ہے' کہ سود کی رقمیں ضرور لینا چاہیں' اور بطور خیرات کے مساکین کو تقسیم کر دینی چاہیے اور کہیں دیدینی چاہیے بلکہ سمندر میں پھینک دینا بنک میں چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

(2)

ہم تو شریف حسین کے باوجود شرافت نسبی کے اسلام کی مخالفت کی وجہ سے مخالف تھے پھر ہم ابن سعود کی خرابیوں کو کیوں پسند کرنے لگے۔

(3)

ارکان جمیتہ ان لوگوں کی حمایت اور تائید کرتے ہیں جن سے اسلام کی شان بلند ہوتی ہے۔

(4)

اہل حجاز کی قوت عملیہ مردہ اور بے حس ہو چکی ہے' ان میں کسی تحریک اور اصلاح کے قبول کرنے کی صلاحیت مفقود ہے۔

(5)

کراچی جیل میں ہم نے "جھڑتی" کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی۔

اور نیکر پر بھی اعتراض کیا تھا' مگر نیچے نیکر ہم کو با آسانی مل گئے تھے' البتہ جھڑتی کی مخالفت کرنے پر سزائیں دی گئی تھیں' میں اکیلا اس پر روٹسٹ میں نہ تھا' بلکہ تین ہندو' مسٹروجے رام' دولت رام' سوامی کرشنا نند وغیرہ بھی تھے ہم کو اولاً سزا میں رات ہتھکڑیاں لگائی گئی تھیں پھر جب ہم نے نہیں مانا تو بجائے کھانے کے کانجی (نمکین حریرہ جوار کے آٹے کا) دیا جاتا تھا پھر جب ہم نے نہ مانا تو پیروں میں زنجیر دار بیڑیاں ایک مہینہ کے لیے دی گئی تھیں' یہ مدت ختم نہ ہونے پائی تھی کہ خبر باہر نکل گئی اور گاندھی جی کے نیگ انڈیا میں مضامین نکلے تو ہم سے سزائیں اٹھالی گئی۔

(6)

مالٹا میں کوڑے کا واقعہ بالکل غلط ہے۔ کسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا گیا۔

(7)

آج موقعہ ہے کہ بڑے دشمن سے ترک موالات کیجئے اور اس کو زک دینے کے لیے غیروں کو ساتھ لیجئے' جیسے یہود بنی حارثہ کو خیبر میں صفوان ابن امیہ اور دیگر طلقاء مکہ کو حنین میں خزاعہ کو حدیبیہ وغیرہ میں ساتھ لیا گیا۔

(8)

مداراۃ بالاعداء مع البغض الباطنی بالفعل زیادہ ضروری اور مفید ہے' اور حتی الوسع موالات ممنوعہ سے بچتے رہنا چاہیے۔

(9)

انگریزوں کے ساتھ معاملہ سیاسی غیرمذہبی نہیں ہے' بلکہ مذہبی ہے' البتہ وہ اکبر الاعداء اور اقوی الاعداء اور اضرالاعداء ہیں' ان کی اسلامیت سے ناامیدی ہو ما نحن فیہ ایسا نہیں' اگر وہ اسلامی دنیا پر مظالم گزشتہ سے تلافی اور آئندہ کے لیے دست بردار ہو جائیں تو ترک موالات وغیرہ میں تخفیف ضرور ہو گی' البتہ تابقائے کفر مصالحت کی بنا پر نہ موالات تامہ ہو گی' اور نہ معاملات تامہ۔

(10)

اگرچہ انگریز چھوت چھات کا معاملہ نہیں کرتے مگر اسلام کے بدترین اور

اعلیٰ ترین دشمن ہیں' بخلاف ہنود یہ ہمارے پڑوسی ہیں' اگرچہ کافر ہو پڑوسی پر حق رکھتا ہے' کما ورد فی الحدیث' ان کے ساتھ ہمارا خون ملا ہوا ہے' رشتہ اور قرابت داری ہے' یا آباء کے ساتھ یاجدات کے ساتھ' ہندوستان میں ہم کو مجبوراً رہنا' اور درگزر کرنا ہے' بغیر میل جول جس قدر بھی ممکن ہو ہندوستان میں گزر کرنا عادتاً مستحیل ہے' اس لیے ضروریات زندگیہ اس طرف تخفیف ضرور پیدا کریں گی۔

(11)

چھوت چھات ہندو قوم کو روز افزوں کمی کی طرف دھکیل رہی ہے' اور اسلام باوجود ہر طرح کی کمزوریوں کے ترقی پا رہا ہے۔

(12)

ہماری اس تحریک کے روح رواں حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ ہیں باوجود ہر قسم کے کمالات ظاہری اور باطنی کے اور تصوف و معرفت خداوندی میں استغراق و انہماک کے ان کی خصوصی توجہ اس خبیث حکومت کے انقطاع کی طرف ہمیشہ آخر دم تک رہی' ان پر بغض فی اللہ کا اس قدر غلبہ تھا کہ فرماتے تھے "مجھ کو اپنے نفس کے ساتھ یہاں تک بدگمانی ہے کہ غالباً" مجھ کو اسلام کی خیرخواہی اور محبت اس قدر نہیں ہے' جتنی کہ اس خبیث قوم (انگریز) کی بدخواہی' اور عداوت' حالانکہ یہ بغض بھی اسلامی محبت کا ہی لازمہ ہے۔

(13)

آج یورپین قومیں خود آپس میں کون سی انسانیت عمل میں لا رہی ہیں جو ایشیائی اور افریقی قوموں کے ساتھ عمل میں لائیں گی۔ پھر ہم تو ایشیائی اور ہندوستانی نیم وحشی ہیں ہی (ان کی نظر میں) وہ جو مراعات کرتے ہیں محض اپنی مصالح کی بنا پر---- پھر ایسی کافر قوم کے افراد سے کوئی امید ایسی ہے جیسے آگ سے پیاس بجھانے کی۔

(14)

مولانا شبیر احمد صاحب اور ان کے ہم خیال مدرسین اور ملازمین اب ڈابھیل ضلع سورت کو---- چلے گئے' نواب چھتاری نے ان کو دو سو روپیہ ماہوار

نہیں دیا' بلکہ کئی سال ہوئے تھے حیدر آباد سے وہاں کے وزیر اعلیٰ جن کے جانشین چھتاری صاحب ہیں انہوں نے دو سو روپے پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ سے مقرر کرا دیئے تھے وہ ان کو برابر ملتے رہے۔

(15)

جمعیتہ کے بھی اکثر سرگرم ارکان جیلوں میں بند ہیں جو لوگ باہر ہیں وہ ڈیفنس کے آرڈی ننسوں سے خائف ہیں' یہ ایسا ہتھیار ہے کہ جس کی نہ داد ہے نہ فریاد' جس کو چاہا دھر لیا' اول تو علماء میں عموماً" احساس ہی نہیں' اور جن کو کچھ ہے وہ بھی اپنی اپنی جگہ پر ہراساں' اور بید لرزاں ہیں' پھر کس طرح بنے؟

(16)

آپ نے دیہات کے عوام کی حالت بچشم خود دیکھی ہے' کیا اس کی ذمہ داری سے علماء بری ہو سکتے ہیں۔ روایت میں فرمایا گیا ہے آج فوجا" فوجا" لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں پھر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ فوجا" فوجا" اسلام سے خارج ہوں گے فطوبی للغرباء کیا اس کی شہادت نہیں دیتی ہے' جس طرح ابتداء میں اسلام اوپرا اور منکر تھا' (بدالا سلام غریبا) اسی طرح اس زمانہ میں غریب ہوتا جا رہا ہے (وسیعوو غریبا) ان لیگیوں کی اسلامیت کیا مصطفیٰ کمال کی سی صرف نام کی اسلامیت نہیں ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

(17)

شکستہ حالی اور گرے ہوئے مسلمان' ادنیٰ طبقہ اور متوسط کو تو سنبھالا جا سکتا ہے' مگر تعلیم یافتہ (انگریزی خواں' اور ارباب دول) مسلمانوں کو پہلے بھی مشکل تھا اور اب تو تقریباً" محال ہو گیا ہے۔

(18)

لیگی صرف سیٹوں اور عہدوں کے لیے طوفان خیز کارروائیاں عمل میں لاتے ہیں مگر مسلم عوام کا ذرا بھی خیال نہیں ہے' ان کی دیانت اور اسلام تو کیا دیکھتے' غربت اور افلاس' ان کی جہالت ان کی بیکاری اور پسماندگی وغیرہ کی طرف بھی بالکل توجہ نہیں۔ علماء دین اول تو نہایت کم ہیں' وہ بھی اپنی بڑی بڑی ملازمتوں

اور وجاہت آمدنی وغیرہ کی فکر میں سرگرداں ہیں' پیشہ ور پیران عظام کا کام صرف ٹیکس وصول کرلینا ہے۔ مردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں۔

(19)

جو وقت بھی اسارت اعداء اللہ میں گزرتا ہے' اجر و ثواب سے خالی نہیں ہے۔

(20)

مسلمانوں کے ادارات تعلیمیہ صرف تعلیمی خدمات انجام دینے کے لیے نہیں بنائے گئے ہیں' بلکہ مسلمانوں کی مذہبی اور دینی' اور دوسری ضروری خدمات بھی ان کے فرائض میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ روم و روس کے زمانہ میں حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز اور مدرسین نے دورے کئے' اور ایک عظیم الشان مقدار چندے کی جمع کر کے ٹرکی کو بھیجا' اس زمانہ دارالعوم دیو بند میں تعطیل رہا' اور تنخواہیں دی گئیں۔

(21)

جنگ بلقان میں حضرت شیخ الہند' اور دیگر اراکین دارالعلوم نے تقریبا ایک ماہ یا زائد درسی خدمات بند کیں' اور دورے کرائے اور چندہ جمع کر کے ہلال احمر کی شاندار اعانت کی' ایام تحریک خلافت میں حضرت مولانا حافظ احمد صاحب' اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے نمایاں حصہ لیا' اجلاس گیا' اور اجلاس لاہور' اجلاس سیوہارہ' اجلاس جمعیت' اجلاس خلافت میں خود اور مدرسین اور ملازمین شریک ہوئے اور کیے گئے' اور تنخواہین وغیرہ جاری رکھی گئیں۔

(22)

جمعیت علماء کا قائم کرنا' اور آزادی ہند کی جدوجہد کرنا انہی دینی اور مذہبی خدمات کی وجہ سے اشد ضروری سمجھا گیا ہے۔ اختلاف آراء دوسری چیز ہے۔ پس جو لوگ بھی اس میں حصہ لے رہے ہیں' وہ کسی ادارۂ علمیہ کے مقاصد کے علاوہ کسی دوسرے مقصد میں حصہ نہیں لے رہے ہیں۔ سیاسیات خواہ قدیمہ ہوں یا جدیدہ مذہب اسلام سے خارج نہیں' بالخصوص آج جب کہ موجود سیاسی مصائب ہر

قسم کے مذہبی مصائب کے سرچشمہ بنے ہوئے ہیں۔

(23)

نہ معلوم میں کب چھوٹوں' اور پھر کتنے دنوں آزادرہ سکوں' ہندوستان کامعاملہ نازک تر ہوتا جا رہا ہے--- مگر پھر بھی اتنا ضرور عرض کرتا ہوں' کہ مولوی شبیر احمد صاحب اور مولوی مرتضٰی حسن صاحب کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیجئے' اسلام کی خیر اسی میں ہے۔

(24)

میرے ساتھ منتقانہ جذبات چاروں طرف سے کھیلیں گے' اور کھیل رہے ہیں' مگر آپ حضرات کیوں چنے کے ساتھ پسیں' مجھ پر دیسی' کمزور اور نالائق کو تو نہایت آسانی سے دودھ کی مکھی کی طرح نکالا اور ناک کی مکھی کی طرح اڑا دیا جا سکتا ہے خصوصاً" جب کہ بہت سے قلوب میں زخم اور آنکھوں میں میرا وجود خار ہو۔

(25)

ہم کو اللہ تعالٰی نے دربار رشیدی اور امدادی قدس اللہ اسرار ہماتک پہنچایا ہے ہم ان کے طریقے پر انشاء اللہ مرمٹیں گے' خواہ ذلت ہو یا عزت اور تکلیف ہو یا راحت' کوئی دوست رہے یا دشمن بنے' ہماری یہی دعا ہے کہ اللہ تعالٰی نے جن بزرگوں کی جوتیاں عطا فرمائی ہیں ان ہی کے نقش قدم پر چلائے اور مارے' آمین ہم کو دارالعلوم سے نکالا جائے ہم خوش ہیں' رزق کا کفیل دارالعلوم نہیں اللہ تعالٰی ہے' روکھی سوکھی کہیں نہ کہیں سے دے گا' گورنمنٹ مجھ کو مسلمانان ہند میں اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہے۔

(26)

جو حضرات کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ حضرت مولانا پنی قید کی مدت پوری کر کے بھی آزد نہ ہوں گے' تو آپ حضرات کو اس پر خوش ہونا چاہیے' حضرت شیخ الہند علیہ الرحمتہ کے ساتھ بھی ایسا ہوا تھا میں تو انہی کا ناکارہ اور لائق غلام ہوں' اگر ایسے معاملات رونما ہو رہے ہیں تو شکر کی بات ہے' کیا تعجب ہے کہ کہیں وہی انقلاب پیش آئے جو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی مخالفت اور

ایذا رسانی کرنے والوں پر آیا تھا۔

(27)

جب تک گورنمنٹ برطانیہ یہاں موجود ہے اور اس کی پالیسی موجودہ پالیسی ہے اس وقت میں کیا سارے قومی اور سرگرم کارکنوں کے لیے آزادی تقریباً" مستحیل ہے۔

(28)

جب تک گورنمنٹ برطانیہ یہاں موجود ہے اور اس کی پالیسی موجودہ پالیسی ہے' اس وقت میں کیا سارے قومی اور سرگرم کارکنوں کے لیے آزادی تقریباً" مستحیل ہے۔

(28)

خواہ برطانیہ اور اس کے ہوا خواہ ناراض ہوں' ان سے تکالیف پہنچیں' وہ ہم کو برباد کریں کسی کی پرواہ نہیں ہے' بحمد اللہ بعافیت مطمئن الخاطر ہوں' خوش و خرم ہوں' دنیاوی مستقبل کی طرف سے مجھے پورا اطمینان ہے' آخرت کے مستقبل کی طرف سے امیدیں بہت قوی ہیں کہ اپنے اسلاف کی برکات سے محروم نہ رہوں گا' حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ' اور حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارتیں خواب میں خلاف توقع باربار ہو چکی ہیں۔ جو کہ نہایت امید افزا ہیں' جو لوگ میری گرفتاری' اور مزید گرفتاری کی کوشش کرتے ہیں اس پر خوش ہوتے ہیں' ان کو اپنی عاقبت کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

(29)

ہم کو کسی سے بھی دشمنی نہیں ہے' صرف برطانیہ' اس کے اعوان' دشمنان اسلام سے دشمنی ہے' اللہ تعالیٰ ان کو جلد سے جلد برباد کرے' اور مثل عاد و ثمود ان کا نام صفحہ ہستی سے مٹادے۔ آمین

(30)

اس زمانہ میں جب کہ الحاد و بے دینی کا اس قدر شور ہے' دین اور اہل دین سے لوگوں کو جس قدر دوری اور تنفر پیش آ رہا ہے نہ صرف اغیار کو بلکہ

اپنوں کو بھی۔ لیگ ایک طرف زور شور سے علماء کے اقتدار کو مٹانے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے علی الاعلان مجامع میں آوازے کس رہی ہے، مشرقی اور اس کی جماعت "مولوی کے ایمان" کے نام سے اہل دین سے انتہائی نفرت پھیلا رہی ہے۔ مودودی صاحب اور ان کے ہم نواکس زور سے حملے کر رہے ہیں، قادیانی ایک طرف زہریلی گیس پھیلا رہے ہیں۔ شیعوں کا مدرستہ الواعظین، اور اس کے متعلقین پنجاب کے اضلاع کو گمراہ کرتے جا رہے ہیں۔ نئی نئی چالیں شیعت کے پھیلانے کی چلی جا رہی ہیں، کہیں مجلس حسینی کا جال پھیلایا جا رہا ہے، کہیں تبرا ایجی ٹیشن اعلانیہ کیا جا رہا ہے، کہیں اہل بیت کے جلوس نکلوائے جا رہے ہیں، اہل بدعت کے دجل اور فریب کا جال پہلے ہی اطراف ہند میں پھیلا ہوا ہے، انگریزی یورپین تعلیم نونہالان اسلام کو برابر اسلام سے نکال رہی ہے، بقول ڈبلوڈ بلوہنٹر "ہمارے کالجوں اور اسکولوں سے پڑھا ہوا کوئی نوجوان ہندو یا مسلمان ایسا نہیں ہے، جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو۔" فوج در فوج لوگ اسلام سے برگشتہ کئے جا رہے ہیں، آریہ علیحدہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو مرتد کریں، ایک کروڑ کا چندہ کیا جا رہا ہے دس لاکھ دہلی میں جمع ہو گئے۔ عیسائی مشنریاں اپنی چالوں سے ایک لاکھ اس سے زیادہ ہندوستانیوں کو عیسائی بنا رہی ہیں۔ سکھ اپنی جدوجہد سے اپنا حلقہ وسیع کرتے جا رہے ہیں مسلمانوں اور ہندوؤں کو سکھ بناتے بناتے اور اپنے اپنے دیہاتوں وغیرہ میں مسلمانوں کے اقتدار کو مٹاتے جا رہے ہیں، کیا ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ چاہیے تھا کہ آپ کے حلقہ اثر میں آئے ہوئے لوگ خارج کئے جائیں۔ یا یہ چاہیے تھا کہ آپ کھینچ کھینچ کر لائیں اور ان کو صحیح العقیدہ مسلمان بنائیں۔

(31)

عقیدہ ترک موالات میں اور شرکت تحریک میں خود مولانا طیب صاحب غور کریں، اگر حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو کیا کرتے اور ان کا عمل کیا ہوتا؟ علی ہذا القیاس اگر حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز زندہ ہوتے تو کیا کرتے جن کی نسبت حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے الفاظ ہیں کہ: "جب

تک مولوی قاسم صاحب موجود تھے مجھ کو یقین تھا کہ پہلے یہ ہمارا سر کٹوائیں گے پھر اپنا۔ اب تو جہاد کی امید بھی جاتی رہی۔"

(32)

1857ء کے مجاہدین کی اسپرٹ کیا وہ تھی جو آپ دائرہ اہتمام دکھلا رہا ہے یا حلقہ بگوشان خانقاہ تھانہ بھون عمل میں لا رہے ہیں؟ میں متقدمین اسلام اور قرون اولی کی اسپرٹ کی طرف توجہ نہیں دلاتا' میں نصوص قرآنیہ اور آیات متعلقہ بالجہاد کو پیش نہیں کرتا' میں حضرت سید احمد شہید اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہما کے واقعات کو نہیں دہراتا میں ابھی قریبی زمانہ اور مخصوص بزرگوں کے جذبات اور اعمال کو پیش کرتا ہوں۔

(33)

اجمالی طور پر اتنا عرض کرتا ہوں کہ تحریکات آزادی میں 1914ء سے شریک ہوں اور اس کو مسلمانوں کا مذہبی اور انسانی فریضہ سمجھتا ہوں پہلے میں تشدد والی انقلابی پارٹی میں شریک تھا' اور حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز ہمارے امام تھے اور اسی سلسلے میں ہمارا مالٹا کی اسیری کا واقعہ پیش آیا ہے۔ وہاں سے واپسی پر خلافت کمیٹی' جمعیتہ' کانگریس میں شرکت' اور عدم تشدد کی پالیسی میں دخول ہوا' اسی زمانہ میں آزاد خیال' ترقی پسند مسلمان لیگ سے علیحدہ ہو کر خلافت میں شریک ہوئے۔ اور کانگریس میں بھی رہے' کیونکہ 1916ء سے لیگ اور کانگریس متحد ہو چکے تھے' ان کے نکل جانے کی وجہ سے لیگ میں جان باقی نہیں رہی تھی' موجودہ عناصر کا بڑا حصہ تقریباً" امن سبھا کا ممبراور گورنمنٹ کا کلمہ پڑھنے والا تھا' ہم نے اسی بناپر کبھی لیگ کی طرف رخ نہیں کیا۔

(34)

1936ء کے قریبی زمانہ میں مسٹرجناح نے لیگ کو زندہ کرنے کی کوشش کی رجعت پسند عناصر سے تنگ آ گئے تھے' اور انہوں نے جمیعتہ اور احرار اور دوسری ترقی پسند جماعتوں سے اتحاد و اشتراک کیا۔

مسٹر جناح نے 1936ء کے الیکشن کے لیے جمعیتہ علماء ہند سے اتحاد و تعاون چاہا' وہ زمانہ ولنگٹن کی حکومت کا تھا' اور آزادی خواہ جماعتوں کی ہر قسم کی غیر قانونی جدوجہد پر سخت قانونی پابندیاں عائد تھیں۔ مسٹر جناح نے ہم سے چند گھنٹہ گفتگو کی' اور درخواست پر زور دیا' اور کہا کہ میں ان رجعت پسندوں سے عاجز آ گیا ہوں' اور ان کو رفتہ رفتہ لیگ سے خارج کر کے آزاد خیال ترقی پسند لوگوں کی جماعت بنانا چاہتا ہوں' تم لوگ اس میں داخل ہو جاؤ' ہم نے عرض کیا کہ اگر آپ ان لوگوں کو خارج نہ کر سکے تو کیا ہو گا۔ تو فرمایا کہ اگر ایسا نہ کر سکا تو میں تم لوگوں میں آ جاؤں گا اور لیگ کو چھوڑ دوں گا' اس پر مولانا شوکت علی مرحوم اور دیگر حضرات نے اطمینان کیا' اور تعاون کرنے پر تیار ہو گئے' چنانچہ ہم نے پورا تعاون کیا' اور تقریباً" پونے دو مہینہ کی رخصت بوضع تنخواہ دارالعلوم سے لی' اور اتنی جدوجہد کی کہ ایگریکلچرسٹ پارٹی' اور دوسرے رجعت پسند امید واروں کو شکست ہوئی' اور تقریباً" تیس یا اس سے زائد ممبر لیگ کے کامیاب ہو گئے۔ جس پر چودھری خلیق الزماں نے مجھ کو خط میں لکھا کہ تیس برس کی مردہ لیگ کو تو نے زندہ کیا۔ ہم نے لیگ کا تعارف عام مسلمانوں سے کرایا' اور لیگ کی آواز کو ہر ہر جگہ پہنچا دیا' اس وقت مسٹر جناح نے جمعیتہ کا تیار کردہ مینو فسٹو قبول کیا' اور اسی کو " تیج" میں شائع کیا' جس کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ اسمبلیوں اور کونسلوں میں اگر کوئی خالص مذہبی مسئلہ پیش ہو گا تو جمعیتہ علماء ہند کی رائے کو خاص وقعت اور اہمیت دی جائے گی۔

مگر افسوس ہے کہ لیگ نے کامیاب ہونے کے بعد پہلے ہی اجلاس لکھنؤ میں اپنے عہود اور اعلانات کو توڑ دیا' اور ان رجعت پسند خوشامدی انگریز پرست لوگوں کو لیگ پارٹی میں داخل کرنے کی خواستگار پر زور طریقے پر ہوئی جن کو خارج کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اور ان کی پر زور مذمت کر رہے تھے۔ اور جن کے متعلق ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہمیشہ ان کی زندگی قومی تحریکات کی مخالفت اور انگریز پرستی میں گزری ہے' ان سے وہی کہا گیا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ ان لوگوں کو نکال دیا جائے گا' آج ان کو لیگ میں لانے اور پارٹی میں جگہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں' تو

بگڑ کر کہا کہ "وہ پولٹیکل وعدے تھے" علاوہ اس کے اور متعدد اعمال خلاف اعلان و عہود کئے' جن کی بنا پر سخت مایوسی ہوئی اور بجز علیحدگی اور کوئی صورت سمجھ میں نہ آسکی' انہوں نے مرکزی اسمبلی میں شریعت بل پاس نہ ہونے دیا۔ قاضی بل کی سخت مخالفت کی' انفساخ نکاح کے متعلق غیر مسلم حاکم کی شرط کو قبول کر لیا' آرمی بل پاس کیا وغیرہ وغیرہ۔

الحاصل ایسے معاملات اس دس سالہ مدت میں کئے جن سے ہمیں یقین ہو گیا' کہ یہ حضرات مسلمان اور ملک کی مصالح کے لیے نہیں' بلکہ سرمایہ داروں' رجعت پسندوں جاہ پرستوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنے والے ہیں' اور اسی کے ساتھ ساتھ برطانیہ کے بھی یار و مددگار ہیں' اور حسب تصریحات مینو فسٹو گورنمنٹ بھی ان کی حامی ہے' اب آپ ہی غور فرمائیں کہ ان کے ساتھ رہنا' اور ان کی مدد کرنا کس طرح پر جائز ہے؟

(36)

نوجوان طلبہ کو اپنی تعلیمات کو پورا کرنا چاہیے' ایام طالب علمی میں کسی عملی سیاست میں حصہ نہ لینا چاہیے' ہاں اوقات فارغہ میں علمی سیاست میں حصہ لینا صحیح اور درست ہے۔

(37)

یقیناً فتنہ خاکساری بہت بڑا فتنہ ہے جو عسکریت کے روپ کی بنا پر قلوب کو جذب کرتا ہے اور ان میں انگریزی غلامی کا زہر حلول کرتا ہے' اس کے سامنے کوئی نصب العین موجود نہیں ہے' جس پر اعتماد کیا جائے' اس کے مٹانے میں جس قدر بھی حصہ لیا جائے ازبس ضروری ہے۔

(38)

موجودہ تحریک میں غیر مسلم کو طریق جنگ میں قائد بنایا گیا ہے' نفس جنگ میں نہیں' جنگ تو حسب نصوص شریعہ واجب و فرض تھی ہی جیسے مسجد بنانے میں' بیماری کو دور کرنے میں غیر مسلم کو قائد بنایا جاتا ہے۔ آیت میں ولی (اور) دوست بنانے کی ممانعت ہے' یہ لفظ بمعنی محبوب یا ناصر ہے' ان سے دلی دوستی کو آیت میں

منع کیا گیا ہے' یا ان سے مناصرت طلب کرنا منع کیا گیا ہے؟ وہ اور چیز ہے اور اشتراک عمل اور چیز ہے۔

(39)

سیاسیات صرف فلسفیات سے انجام نہیں پاتیں' بلکہ تاریخ بھی ان کے واسطے ضروری ہے' مجبوریتیں اسی اہون البلیتین کی طرف کھینچ کر لاتی ہیں اور لائی ہیں' مذہب اسلام بھی احوال کی بنا پر احکام کو بدلتا ہے' احوال گردو پیش سے چشم پوشی ہلاکت اور خود کشی ہے۔ آج ہم تشدد پر اگر قادر ہوتے تو کہا جا سکتا کہ مسلم اقلیت اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے گی۔

(41)

(فیصدی 75) تمام ہندوستان میں غیر مسلم ہیں' اور فیصید 25 مسلمان ہیں' علاوہ تفریق ظاہری و باطنی کے ان کی خواہشات' اورڈیوائڈ اینڈ رول نے وہ تشتت پیدا کیا ہے کہ الاماں اور الحفیظ' پھر ان پر ان کا فقرو فاقہ' افلاس و انعدام اسلحہ وغیرہ اور ھی ان کو بے بس کئے ہوئے ہیں۔ مگر اس پر بھی علماء نے بار بار ازمنہ سابقہ میں کامیابی کی انتہائی کوشش کی مگر سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہما نے کیا کچھ نہیں کیا۔۔۔۔ مگر کیا ہوا؟ 57ء میں حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا نانانوتوی اور مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہم نے کیا کیا نہیں کیا مگر کیا ہاتھ آیا؟ 1914ء میں حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ نے کیا کیا نہیں کیا مگر کیا پیش آیا؟

(42)

یہ بالکل غلط ہے کہ جمعیتہ علماء نے غیر مسلم کو قائد اور امام بنایا ہے۔ وہ مستقل ادارہ جو بات بھی کانگریس اور دیگر سیاسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں اس کو جمعیت کے ارباب حل و عقد اپنی مشعل ہدایت کے سامنے لاکر جو قرآن و حدیث و فقہ ہی سے بنی ہوئی ہے غور و فکر کرتے ہیں اور غیر صحیح کو رد کر دیتے ہیں۔

(43)

اگر امامت کے یہی معنی ہیں اور غیر مسلم کی امامت مسلمانوں کے لیے

ناجائز اور حرام ہے تو میونسپل بورڈوں' ڈسٹرکٹ بورڈوں وغیرہ میں مسلمانوں کی شرکت ہندوستان میں بالکل حرام ہونی چاہیے۔ کیونکہ اکثر ان سب کا پریسڈنٹ اور سیکرٹری غیر مسلم ہوتا ہے علی ہذا القیاس جملہ شعبہائے حکومت کو خواہ فوجی ہو یا انتظامی' علمی ہو یا صنعتی' مالی ہوں یا تجارتی وغیرہ وغیرہ سب کی ملازمت بہر نوع ممنوع اور حرام ہو گی۔

نیز اگر غیر مسلم کی امامت محرمہ کے یہی معنی ہیں جو کہ مودودی صاحب بتلا رہے ہیں تو آپ ہی بتلائے کہ غیر مسلم ڈاکٹر کا معالجہ' غیر مسلم انجینئر اور معمار کی تعمیر' غیر مسلم منتظم کی انتظامی کارروائیاں۔ اس کی قیادت کے ماتحت سب کی سب ناجائز ہوتی ہیں۔ کیا ان سب کو قلم تحریم سے لکھ کر ممانعت کے حکم سے فنا کیا جا سکتا ہے' اور اگر ایسا ہے تو اس ملک میں فلاح و بہبودی کی کیا صورت ہو گی۔

(43)

میرے محترم! نماز جیسی قطعی اور لازمی چیز بھی احوال سے متبدل ہوتی رہتی ہے حالت سفر اور حالت اقامت کی نمازوں میں کس قدر تفاوت ہے۔ حالت صحت اور حالت مرض کی نمازوں میں کتنا بون بعید ہے۔ معذور اور غیر معذور کی نمازوں میں کس قدر فرق ہے؟ احوال کے تبدل سے روزہ' زکوۃ' حج' وضو وغیرہ سب ہی متبدل ہوتے رہتے ہیں' کیا آپ آج ہندوستان میں حکومت الہیہ کا حکم رجم زانی کے لیے قطع ید سارق کے لیے' اسی کوڑوں کا حکم شراب خور اور قاذف کے لیے۔ قصاص اور دیت کا حکم قاتل کے لیے قطع ایدی وارجل کا حکم قزاقوں اور باغیوں کے لیے جو کہ قرآن میں منصوص ہیں جاری کریں گے؟ اور کیا اس دارالحرب میں جاری ہو سکتے ہیں؟

(44)

مدینہ منورہ میں پہنچ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ سے حلف کیا' اور مشرکین سے جنگ جاری رکھی' حدیبیہ میں مشرکین سے صلح کیا اور یہود سے جنگ کی' کیا ان (واقعات) میں ہمارے لیے روشنی نہیں ہے۔ ہم ہرگز اس کو روا نہیں رکھتے' کہ احکام شریعہ میں ادنی سا بھی تغیر کیا جائے اور کسی غیر مسلم

یا مسلم کی قیادت کے ماتحت کوئی بھی شرعی حکم چھوڑا یا بدلا جائے' اور اسی وجہ سے جمعیتہ علماء کا قیام ہر زمانہ میں ضروری اور لازم سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے واجب جانتے ہیں' کہ اس کی ہدایت پر عمل کریں۔

(45)

مسلم جماعتوں کا اختلاف خودرائی اور خود غرضی' نفس پروری اور خود بینی اور عدم اتباع شریعت اور حکومت وقت کی تفرقہ اندازی' لیڈروں کی ہوس اقتدار کی وجہ سے ہے' جس کو تجربہ ہی سے بھانپا جا سکتا ہے' افسوس ہے کہ اخلاص و للیت بہت ہی کم یا عنقا ہے۔ دعوے بہت ہیں۔ الفاظ بہت زیادہ ہیں' حقیقت اور معنی تقریباً" مفقود ہیں' بھولے بھالے لوگ دھوکہ میں آئے ہوئے ہیں۔

(46)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف ہے۔ مگر وہ جزئیات اور فروع اسلامک لاء جن کو سیاسیات سے تعلق نہیں ہے' ان میں ان کا قول قابل اعتماد ہو گا۔

(47)

میرے محترم! اس میدان میں دنیا کے لیے نہیں اترا ہوں' میں جہاد بالکفار سمجھ رہا ہوں' اور دین و اسلام کے لیے اس لڑائی میں داخل ہوں' غیر مسلموں کے ساتھ محض اشتراک عمل ہے' جس طرح چند مسافر ایک ریل کے ڈبہ میں سوار ہو جاتے ہیں اور دہلی کا ٹکٹ لیتے ہیں' کوئی دہلی میں دین پڑھنے کے لیے جا رہے ہیں' کوئی دنیاوی علوم حاصل کرنے کے لیے' کوئی تجارت کے لیے' کوئی دوسرے مقاصد کے لیے مگر ہر ایک چاہتا ہے کہ یہ گاڑی تیز چلے اور سفراور اس کی ضروریات میں سب شریک اور کوشاں ہوتے ہیں۔

(48)

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مکتوبات میرے پاس بالکل نہیں ہیں' پہلی جنگ عمومی میں مالٹا میں قید ہو گیا' ترکی حکومت نے جملہ قلمی کاغذات ضائع کر دیئے۔

(49)

حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک میں راجہ مہندر پرتاپ کو حکومت کا پریسڈنٹ تسلیم کرنا حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ اور حکم سے نہیں ہوا وہ تو اس وقت مالٹا میں اسیر تھے' ثانیاً ایسا کرنا بھی ماحول کی ہی بنا پر تھا جس کو یہ حضرات مشاہدہ کر رہے ہیں' یہ پریسڈنٹی (صدارت) ہمیشگی کی نہ تھی' بلکہ حکومت موقتہ (عارضی حکومت) کی تھی۔

(50)

بہرحال کانگریس مستقل طریقہ پر قوت حاکمہ بھی ہو جائے گی' تو یقیناً غیر اسلامی حکومت ہی ہو گی جس طرح انگریزی حکومت تھی' فرق فقط منافع ملک و قوم کا ہو گا۔ اور اہون البلیتین کی بنا پر ہمارے فرائض ہوں گے۔

(51)

جب کہ یہ حکومت ہمارے اختیار سے نہیں ہے' ملک دارالاسلام نہیں ہے تو یہ سوالات بے موقعہ ہیں' ہمارا شریک ہونا اضطراری ہے' اختیاری نہیں۔ ہماری استطاعت اگر اسلامی حکومت قائم کرنے کی ہوتی تو ہم اسی کی کوشش کرتے' ہمارے دماغ اس سے خالی نہیں ہیں' درجہ بدرجہ چلنا' ضروریات عقلیہ شرعیہ میں سے ہے۔ مالا یدرک کلہ لایترک کلہ

(52)

جو حسن ظن آپ نے لیگ کے متعلق قائم فرمایا ہے' خدا کرے وہ واقعیت کا درجہ حاصل کرے' مگر میں قطعی طور پر مایوس ہوں' میں اس میں داخل ہو کر سال بھر تک کام کر چکا ہوں۔

انا ما لیگ جربها لبیب
فانی قد اکلتهم وذاقا
فلم اروهم الاخداعا
ولم ارینهم الانفاقا

(53)

خدا بے نیاز ہے اس کو کسی کی پروا نہیں' مساجد کو گرجا بنواتا ہے' جب چاہتا ہے خانہ کعبہ میں بت پرستی کراتا ہے' اپنے جاں نثاروں کو خون کے آنسو رلاتا ہے' آروں سے چروا تا ہے' آگ میں جلواتا ہے' اس کو دنیا مافیہا کی حاجت نہیں' مگر ہم نالائق بندے اس کے محتاج ہیں' اس کا وعدہ ہے کہ اس دین کی آخر تک حفاظت کروں گا' اس لیے ہم کو پوری امید ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے گا' اور انشاء اللہ ضروری کرے گا۔

(54)

ہم کمزور ہیں ہم میں اتفاق نہیں ہم ہتھیار نہیں رکھتے' ہم مال نہیں رکھتے ہمارا دشمن قوی ہے' اس کے پاس ہر قسم کا سامان ہے' ہم کو اسے سیدھا کرنا' اور اس سے بدلہ لینا ضروری ہے' مگر ہمیشہ مقابلہ سمجھ اور طاقت کے ساتھ کرنا ہوتا ہے' یہی طریقہ قرآن و حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔

(55)

لوگوں میں سپہ گری پھیلاؤ' بانک' پٹہ' لکڑی' تلوار' گھوڑے کی سواری وغیرہ جو ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا' جس کا تمام شریف خاندان کے لوگ سیکھنا فخر سمجھتے تھے اس کی طرف لوگوں کو ترغیب دیں' کم از کم روزانہ ایک آدھ گھنٹہ اگر یہ عمل جاری رہے تو ہم خرما وہم ثواب کا کام دے جسمانی صحت حاصل ہو' ایک فن ہاتھ میں رہے' وقت بے وقت کام آئے' اپنی اور مال و اولاد کی حفاظت ہو۔

(56)

جو کام مجمع کے اور بڑے بڑے ہوتے ہیں ان میں غلط فہمیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں' ہم کو اس وقت ملنے اور ملانے کی زیادہ ضرورت ہے' متوسط طریقے پر کوشش جاری رہے' نرمی اور خوش کلامی میں فرق نہ ہو۔

(57)

ہم ضعیف ہیں مگر انشاء اللہ العزیز پلیگ کے کیڑے ہو کر گورنمنٹ کے موجودہ طریقہ اور جماعت کو وبا میں مبتلا کر کے ڈھائی گھڑی کی لگا دیں گے۔

پڑا فلک کو ابھی دل جلوں سے کام نہیں

جلا کے خاک نہ کروں تو داغ نام نہیں

(58)

مسلمانوں کی ہر قسم کی کمزوریاں اور انتشار ان کی ترقی سے مانع ہی نہیں، بلکہ ان کو ایک ایسے میدان کی طرف دھکیل رہا ہے جس میں سوائے ہلاکت کوئی دوسری صورت موجود نہیں ہے دوسری قومیں نہایت تیزی سے اپنی جتھا بندی کرتی ہوئی گامزن ہیں اور ترقی کے ہر میدان میں ہر طرح بڑھتی جا رہی ہیں، بلکہ مسلمانوں کے لیے ہر قسم کی خلاف کوشش کرتی ہوئی سدراہ ہیں۔

(59)

مسلمانوں کی جان اور مال عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے ہر قوم اور ہر محلہ میں ایسے نوجوان کی باقاعدہ منظم جماعت ہونی چاہیے، جو کہ ہر طرح حفاظت اور دیگر قومی خدمات کو باقاعدہ انجام دے سکے، چونکہ ہمسایہ قومیں بہت زیادہ جتھا بندی کر رہی ہیں اور چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہی ہیں، اس لیے مسلمانوں کی یہ تنظیم اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

(60)

میں نے کسی جگہ کتاب مذکور (نقش حیات جلد ثانی) میں اس سیکولر اسٹیٹ کو دارالاسلام نہیں لکھا ہے، نہ جمہور کے قول پر اور نہ حضرت شاہ صاحب کے قول پر پھر میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا یہ اعتراض کس طرح وارد ہوتا ہے؟

(61)

مولانا اشرف علی صاحب زید مجد ہم کے خیال سے ان امور میں صرف میں ہی مخالف نہیں ہوں، بلکہ حضرت مولانا شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز بھی خلاف تھے خلافت کی تمام تحریک میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ، شریک ہونا، جدوجہد کرنا، ضروری اور واجب سمجھتے تھے، اور مولانا تھانوی اس کو فتنہ و فساد اور حرام سمجھتے رہے۔ میں حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کا ادنیٰ خادم اور ان کی رائے کا متبع ہوں، باوجود اس اختلاف کے میں مولانا تھانوی کا دشمن نہیں، ان کی بے ادبی نہیں کرتا، اور ان کو بڑا اور بزرگ جانتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ مولانا اس امر میں غلطی پر ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔

(62)

روئے زمین پر اور ہندوستان میں سب سے بڑا دشمن اسلام انگریز ہے' اس نے جس قدر اسلام کو برباد کیا ہے اور کر رہا ہے اور کرنے کی قوت رکھتا ہے' دنیا بھر میں اس قوم کے علاوہ اور کسی ملک نے نہیں کیا' ہندو کی دشمنی اس کی دشمنی کے سامنے ایسی ہے' جیسا ذرہ پہاڑ کے مقابل ہوتا ہے' اس لیے انگریز کی مدد اور حمایت کرنا کسی حال میں درست اور جائز نہیں سخت حرام ہے۔

(63)

ہندو اگر جنگ آزادی کر رہے ہیں تو محض ملکی ضروریات کی بنا پر' مگر ہمارے لیے تو ملک دین' سیاست' فقرو فاقہ وغیرہ سب اسی کے متقاضی ہیں' ہندو اگر ہمارا خون چوسنا چاہتا ہے اور اس کے بعد بھی چین سے نہیں بیٹھ سکتا' تو انگریز تقریباً" تین سو برس سے ہمارا خون چوس رہا ہے' اور باوجود ہر طرح سے ہر ملک میں فنا کر دینے کے آج بھی اس کو چین نہیں آیا۔ آج بھی علاوہ ہندوستان کے فلسطین اور سرحد ہم کو قتل و غارت کرتا ہے ہندوؤں کو بھی اسی نے ہمارا دشمن بنایا' انگریز سے پہلے ہندوستان میں اس قدر نفرت نہ تھی۔

(64)

مسلمانوں کو غیر مسلموں کی رعایا بن کر رہنا چاہیے۔ **لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا**

(65)

یہ دارالاسلام تھا' انگریزوں نے ہجوم کر کے دارالحرب بنایا' مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کو نکالیں۔

(66)

مجھ کو اگر دنیا اور مال کی فریفتگی ہوتی یا اب ہو تو آج میں کم از کم سات آٹھ سو روپے ماہوار پاتا ہوتا' اور ایک یا کئی کوٹھیوں کا مالک ہوتا' مجھ پر صدارت تدریس اور پرنسپلی کے عہدے مدارس عالیہ سلہٹ اور کلکتہ' ڈھاکہ وغیرہ میں پیش

کئے گئے اولین تنخواہ صماء 50 پیش کی گئی ص 25 کا اضافہ سالانہ تجویز کیا گیا' مگر میں یہاں پڑا ہوں۔

(67)

جو حالت ملک کی اور بے اطمینانی اور اضطراب وغیرہ کی پیش آ رہی ہے سب ہی جگہ درپیش ہے' قضا و قدر کی کار سازیوں میں کیا چارہ ہے؟ مااصاب من مصیبۃ فی الارض و لا فی انفسکم (الایۃ)

(68)

میں اب بھی جمیعۃ علماء ہند کا ممبر ہوں' جیسا کہ مالٹا کی واپسی کے بعد سے تھا اور ویسا ہی جمیعۃ کا خادم ہوں' جیسا کہ سالہا سال سے چلا آ رہا ہوں' میں حسب طاقت و ضرورت جمیعۃ علماء ہند کی خدمات انجام دے رہا ہوں' اور مسلمانان ہند کے لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ فرداً" فرداً" جمیعۃ علماء ہند کے ممبر بنیں اور اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کی تقویت اور بہبودی کا ذریعہ ہوں۔

(69)

جو امور ڈاکٹر خان' عبدالغفار خان' یونس خان کے متعلق جناب نے ذکر فرمائے یقیناً موجب صد ہزار افسوس ہیں' مگر ذرا ادھر بھی نظر ڈرائیے خود قائداعظم نے سول میرج پر 1917ء میں یا اس کے قریب اپنا نکاح ایک پارسی لڑکی سے کیا' پھر ان کی بیٹی نے 1937ء میں سول میرج پر ایک عیسائی کے ساتھ اپنا نکاح بمبئی میں گرجا میں کیا' اور نکاح کے قبل پونہ میں چھ ماہ یا اس سے زائد بغیر نکاح کے ایک ہوٹل میں دونوں مجتمع ہو کر کورٹ شپ کرتے رہے' علی ہذا القیاس اور بھی چند زعمائے لیگ کے واقعات ہو چکے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ

کا ایک مکتوب

صدر جمہوریہ ہند کے نام

بحضور جناب فیض ماب صدر جمہوریہ دام اقبالکم ____ بعد از آداب عرض آنکہ اگرچہ اب تک مجھ کو باقاعدہ کوئی اطلاع نہیں دی گئی' مگر اخباروں میں شائع شدہ اطلاعات سے معلوم ہوا کہ جناب نے پدم و بھوشن نمبر2 کے تمغہ سے بنا بر صدارت جمعیۃ علماء ہند اور خدمات علمیہ دارالعلوم دیو بند اور جدوجہد آزادی وطن میری عزت افزائی فرمائی ہے (اگر واقعہ صحیح ہے) تو میں آپ کی اس قدر دانی اور عزت افزائی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوا عرض رسا ہوں کہ چونکہ ایسا تمغہ میرے نزدیک پبلک کی نگاہوں میں بے لوث آزاد خادمان ملک و ملت کی آزادی رائے اور اظہار حق کو مجروح کرنا' اور قومی حکومت کی صحیح اور سچی راہ نمائی کے لیے ایک قسم کی رکاوٹ ہے اور چونکہ یہ امر میرے اسلاف کرام مرحومین کے طریقے اور وضع کے خلاف بھی ہے' اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بصد شکریہ اس تمغہ کو واپس کر دوں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

2 ستمبر 1954ء

دوسرا باب

مسائل علمیہ

(1)

ہم مسلمانوں کو مشورے دیتے ہیں کہ سود کا لین دین اور معاملہ حرام سمجھیں اور اس سے باز آئیں، اور اپنے اخراجات کم کریں، تاکہ قرض لینے کی نوبت نہ آئے۔

(2)

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کسی جگہ کسی وقت بھی سود لینا جائز نہیں ہے۔ لیکن امام صاحب کہتے ہیں کہ مسلم اور حربی میں سود کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

(3)

علماء ہند نے فتوی دیا ہے کہ ایک مسجد کے اوقاف دوسری مسجد کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں، بشرطیکہ مسجد کو ضرورت نہ ہو، بلکہ غیر ضروری آمدنی کو غیر مساجد پر بھی خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔

(4)

اعتکاف (رکنا) نہایت عمدہ اور موکد سنت ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ سائل اور محتاج غلام اپنے آقا کے دروازے اور گھر پر آپڑے۔

(5)

حقوق العباد نہایت زیادہ خوفناک ہیں، حقوق اللہ تو توبہ صادق سے معاف بھی ہو جاتے ہیں، مگر حقوق العباد توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے۔

(6)

یہ بات بالکل غلط ہے کہ علم حدیث کی تدوین تین صدی کے بعد ہوئی' علم حدیث کی تدوین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی' حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو آپؐ نے احادیث کے لکھنے کی اجازت دیدی تھی وہ لکھا کرتے تھے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ احادیث نبویہ کا حافظ کوئی دوسرا بجز عبداللہ بن عمرو بن العاص نہیں ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لکھا کرتے تھے' اور میں لکھتا نہ تھا (بخاری)

(7)

تسوید احادیث زمانہ نبوی علیہ السلام میں شروع ہوئی تھی جو کہ صحابہ کرامؓ کی توجہ سے ترقی پذیر ہوتی رہی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو منضبط کر دینے کی بنا پر پورے اطمینان اور وثوق کے ساتھ اس پر توجہ ہو گئی مگو یہ تحریریں محض یادداشت اور مسودے کے طور پر تھیں کوئی ترتیب نہ تھی۔

(8)

تدوین احادیث کا ابتدائی دور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ہی حسب الحکم شروع ہو جاتا ہے' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کی ترتیب کے بعد اس میں ترقی ہو جاتی ہے' عمرو بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں عام طور پر تسوید اور ترتیب ابواب جاری ہو گئی۔ اور روز افزوں ترقی کے ساتھ اخیر صدی تک میں بڑی بڑی کتابیں مرتب اور مہذب ہو کر وجود میں آگئیں' ہر حدیث کے معلم کے یہاں املاء' کا طریقہ جاری تھا' ان محدثین کی جو کہ پہلی ہی صدی اور زمانہ صحابہ کرام میں مشہور بالروایت اور تدریس حدیث ہیں کیفیت تاریخ میں ملاحظہ فرمایئے۔ صرف یہی طریقہ نہیں تھا کہ احادیث مجمع تحدیث میں سنا دی جائیں اور ان کی تفسیر کر دی جائے۔ بلکہ عموماً" قلم دوات اور کاغذ ہر طالب علم کے پاس ہوتا' اور استاد کی مرویات کا ایک خزانہ جمع ہو جاتا تھا جس کی یادگار معجمات ہیں' معجم صغیر و کبیر اوسط طبرانی کی اسی (دور) کی یادگار ہیں' ان معجمات میں استاد کی جملہ روایات رطب و یابس لکھی جاتی تھیں۔ امام مالکؒ نے اولاً" یہ قدم اٹھایا کہ ان روایات کی چھان پھوڑ اور کانٹ چھانٹ کی اور اس

وجہ سے ان کی کتاب موطا وظیفہ محدثین میں بہت مقبول ہوئی۔

(9)

جو کچھ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از قسم تفسیر کلام اللہ اور از قسم دینیات ارشاد فرمائیں گے وہ سب وحی ہے' ہاں بعض وحی اس قسم کی ہے جس کے الفاظ بھی القاء فرمائے گئے ہیں اور بعض وہ ہے جس کے معنی القاء کئے گئے ہیں' اور الفاظ میں اختیار دیا گیا ہے' ان معنی کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں ادا فرماتے ہیں' پھر وہ الفاظ دو قسم کے ہیں' بعض وہ ہیں جن کی نسبت جناب باری عزاسمہ کی طرف ہے' اور اکثر وہ ہیں جن کی نسبت جناب باری عزوجل کی طرف نہیں اول الذکر قرآن ہے ثانی حدیث قدسی ہے' ثالث عام حدیث قولیہ ہیں۔ سب واجب التسلیم ہیں' مگر فرق ثبوت کے درجات میں ہے۔

(10)

قرآن جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تواترا" منقول ہے۔ یعنی اس کو نقل کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر نفوس کثیرہ رہے ہیں جن میں جھوٹ بولنے یا غلطی کرنے کا احتمال باقی نہیں رہتا' اس لیے اس کا منکر کافر ہے' اور اس کا ماننا عقلا" نقلا" ضروری ہے' اور احادیث قدسیہ ہوں یا غیر قدسیہ ان کو نقل کرنے والے اتنے کثیر نفوس نہیں ہیں اس لیے ان میں احتمال جھوٹ یا غلطی کا آتا ہے اس لیے قطعی الثبوت نہ ہوں گی اور ان کا منکر کافر نہ ہو گا۔ یہ تو فرق ہمارے لیے ہے' صحابہؓ کے لیے نہیں ان کے لیے قرآن اور ارشادات نبویہ سب قطعی الثبوت ہیں۔

(11)

جو ارشادات نبویہؐ حسب عادت بشری ہوں ان کا تعلق دینیات اور تفسیر کلام اور تبلیغ عن اللہ سے نہ ہو' روزہ مرہ کے بشری کاروبار دنیاویہ وغیرہ میں کلمات ہوتے رہتے ہیں' ان کا تعلق وحی سے نہ ہو گا' وہ حسب طبیعت بشریہ مثل دیگر بشر آپؐ سے صادر ہوں گے۔ انہی کو کھجور کے متعلق والی حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔ انتم اعلم باموردنیاکم۔

(12)

وحی کی اقسام آٹھ یا نو ہیں' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہیں۔ الہام اور کشف بھی وحی ہے' ان کے دل میں کوئی بات منجانب اللہ جس کو ان کو بتلا دیا جائے کہ منجانب اللہ ہے تو وحی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(13)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارے میں مرجوع بلکہ غلط مسلک ہے' مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپؐ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے۔ آپؐ کی حیات نہ صرف روحانی ہے' جو کہ عام مومنین اور شہداء کو حاصل ہے' بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیاوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے' آپؐ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا' بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہیے۔ محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپؐ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہو سکتی ہے' اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج کے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیے اور آپؐ کے توسل سے نعمت قبولیت حج و عمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے' مسجد کی نیت خواہ طبعاً" کرلی جائے' مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کی جائے۔ تاکہ الا زیارتی والی روایت پر عمل ہو جائے۔

(14)

مدینہ منورہ میں کم از کم آٹھ دن ضرور قیام فرمائیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھیں کہ کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو تو اس کے لیے نفاق اور نار سے برات کی جاتی ہے۔

(15)

فلسفہ خواہ یونانی ہو یا یوروپی اس حالت میں تغیر پیدا کرتا ہے' جو شرعی اور آسمانی تعلیمات سے ہونی چاہیے۔

(16)

جو بنک ریاست اسلامیہ کے ہیں ان سے سود لینا سمجھ میں نہیں آتا۔

(17)

اجابت دعا کی اثر یہی نہیں کہ ہم جو مانگتے ہیں بعینہ وہی چیز حاصل ہو' حکیم و رحیم بمقتضائے حکمت و رحمت جو بھی ہماری بہبودی کی چیز عطا فرمائے اجابت دعا ہی میں سے ہو گا۔

(18)

معاصی میں کمی اور صدور گاہے گاہے پر شرمندگی اور نفس کو ملامت علامات کمال ایمانی میں سے ہے۔ ان اسرتک حسنته اسائتک سیاتک فقد استکملت الایمان (الحدیث) اوکما قال

(19)

حصول قوالب اعمال پر شکر گزار رہیے لان شکرتم لازیدنکم قوالب کے بعد ہی نفخ روح ہوتا ہے۔

(20)

تفسیر "اولیاء" میں ایمان اور تقویٰ کو ذکر فرمایا ہے اور دونوں قلبی امور میں سے ہیں' ایمان کا قلبی ہونا ظاہر ہے فرماتے ہیں۔ قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا و لما یدخل الایمان فی قلوبکم الایته۔

اور تقویٰ کے لیے ارشاد ہے الا ان التقوی ههنا و اشار الی قلبه (اوکما قال)

(21)

مدار ولایت حقیقت میں موجود اعمال اور احوال اور صفات ظاہرہ اور باطنہ پر نہیں ہے۔ بلکہ حسن خاتمہ پر ہے۔ فرمایا جاتا ہے ولاتموتن الا و انتم مسلمون اور حدیث شریف میں ہے۔ انما الاعمال بالخواتیم۔

(22)

خواہ کیسے ہی تقویٰ پر انسان ہو اور کیسے ہی اعمال صالحہ اور کشف و کرامات کا مظہر ہو۔ کسی کے متعلق ولایت حقیقتہ کا فتوی نہ عامی دے سکتا ہے نہ کوئی ولی

دے سکتا ہے' جب تک کہ خاتمہ کا علم نہ ہو جائے اور یہ مخصوص بہ علم اللہ ہے۔ یا وحی سے پیغمبر کو علم کرا دیا جاتا ہے۔

(23)

یہ روایت (خلق اللہ آدم علیہ صورتہ) بہت قوی ہے بخاری شریف کی روایت ہے مگر معلوم ہے کہ حسب قواعد عربیہ ضمیر کو اقرب مراجع کی طرف لوٹانا چاہیے اور وہ لفظ آدم ہے' جس کے معنی یہ ہوئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا' ایسا نہیں ہوا جیسا کہ عام آدمیوں میں ہو رہا ہے۔ سورۂ حج میں ہے۔ یاایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقه ثم من مضغة مخلقته (الایتہ) اے لوگو! اگر تم کو دھوکا ہے جی اٹھنے میں تو ہم نے بنایا تم کو مٹی سے' پھر قطرے سے' پھر جمے ہوئے خون سے' پھر گوشت کی بوٹی نقشہ بنی ہوئی (الخ)

الحاصل تمام انسانوں کی خلقت تدریجی ہے۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت دفعی ہے' اسی بنا پر روایت موجود میں بعد کو فرمایا ہے۔ طولہ ستون نراعا (الحدیث دیکھو بخاری شریف نصف ثانی) اب اس تقریر پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

(24)

صورتہ کی ضمیر حضرت آدم علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہو اور مراد ان کی صورت روحانیہ ہو' یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو جسمانی اور مادی حیثیت ایسی ہی دی گئی' جیسی ان کو روحانی صورت عطا کی گئی تھی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسانی ارواح بھی واقع میں مرکب ہیں' بسیط وہ تسمہ یعنی روح حیوانی' نفس ناطقہ روح ملکوتی سے مرکب ہے اور اس میں مادہ شیطانی اور مادہ ملکی وغیرہ بھی رکھا گیا ہے' اس میں عالم علوی کی تمام موجودات کا عنصر اسی طرح رکھا ہوا ہے جس طرح اس کے جسم میں عالم سفلی کے تمام مواد' خاک' نار' ماء ہوا' نفس جمادی' نفس نباتی' نفس حیوانی' وغیرہ موجود ہیں' خلاصہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں وہ سب چیزیں اور قوتیں پیدا کی گئیں' جو کہ ان کی روح میں کامن اور مستتر

تھیں، اس کی روح میں قوت باصر تھی اس کو آنکھ دی گئی۔ اس میں قوت لمس تھی اس کو ہاتھ دیئے گئے۔ و علی ہذا القیاس اس کی روح میں قوت حاسیہ تھی، اس لیے اس کے جسم میں قوت حاسہ رکھی گئی، اس کی روح میں قوت واہمہ تھی اس کے دماغ میں یہ قوت رکھی گئی، اس کی روح میں قوت بہیمیہ تھی اس کے جگر میں یہ قوت رکھی گئی، علی ہذا القیاس اس کو قلب دیا گیا تاکہ قوت سمعیہ کا مرکز ہو، اس کو دماغ دیا گیا، تاکہ قوت عقلیہ کا تخت سلطنت بنے۔ **وھکذا** غرض کہ مبداء فیاض سے انسان پر فیض کامل کیا گیا، اور اس کی ظاہری اور باطنی دونوں طرح تکمیل فرمائی گئی۔ یہاں مخلوق ہے جس میں باطنی تکمیل ہے، مگر ظاہری نہیں ہے، جیسے فرشتے وغیرہ، یا ظاہری کی تکمیل ہے باطنی نہیں، جیسے حیوانات اور پہاڑ نباتات وغیرہ بخلاف انسان کے کہ وہ خلاصہ موجودات اور عالم اصغر بنایا گیا ہے۔ **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**۔ (ہم نے بنایا انسان کو خوب سے خوب انداز پر)

(25)

اگر ضمیر صورتہ کی لفظ جلالہ کی طرف راجع کی جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صورت اس جگہ بمعنی صفت ہے، جیسے کہ مسائل عقلیہ غیرمادیہ کے لیے کہا جاتا ہے۔ **صورة المسئله كذا و كذا ای صفتها كذا و كذا**۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی تمام صفات کمالیہ میں سے حصہ دیا۔ ان کے ظلال و عکوس بتمامہا اس میں دکھلائے، اور (دوسری) مخلوقات سب کو جامع نہیں ہیں، جس طرح آئینہ مظہر نور شمس ہے، اسی طرح آدم علیہ السلام مظہر جملہ صفات کمالیہ جناب باری عزاسمہ بنائے گئے۔

(26)

الولایۃ افضل من النبوۃ کسی حدیث کا جملہ نہیں ہے۔ بعض اکابر طریقت کی طرف نسبت کی جاتی ہے، کسی منصوص اور مجمع علیہ امر کے خلاف کسی شخص کا قول بھی معتبر نہیں ہو سکتا۔ (2) ہم کو یہ نہیں معلوم کہ اس بزرگ نے یہ قول حالت سکر میں فرمایا ہے یا حالت صحو میں، ظاہر ہے کہ سکر کا قول قابل اعتماد نہیں ہو سکتا۔ (3) اس جملہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ **الولی افضل من النبی** جو کہ مجمع علیہ اور

نص قطعی کے خلاف ہے' بلکہ **الولایۃ افضل من النبوۃ** کہا گیا ہے' (4) **ولایۃ النبی افضل من نبوتہ** اس سے مراد لیا جاتا ہے' غالباً" یہی معنی مراد ہیں' کیونکہ ہر نبی کو مراتب ولایت طے کر لینے ضروری ہیں' اگرچہ وہ نہایت قلیل زمانہ' بلکہ آن واحد میں ہو جائے' **فکل نبی ولی ولا عکس** چونکہ ولایت سیرالی اللہ فقط یا سیر فی اللہ کے ساتھ' یا سیر فی اللہ فقط سے عبارت ہے' اور نبوت سیر من اللہ الی العباد کا نام ہے اس لیے ذاتی حیثیت سے ولایت اعلیٰ اور اکمل ہوئی۔ کہ اس میں توجہ الی المحبوب الحقیقی اور حضور حاصل ہے۔

(27)

انا مدینۃ العلم یا انا دار الحکمۃ و علی بابھا نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت ذکر کرنے والے اس کی تصحیح فرماتے ہیں۔

(28)

انا مدینۃ العلم اصل الف اور لام میں عہد خارجی ہے جس کے معنی علی طریق الاصولیین والبیانیین فرد معین کا ارادہ کرنا ہے' خواہ اس کا تعین عبارۃ" ہو یا حضوریا عملاً" یا حساً" لہٰذا کیوں نہیں ممکن ہے کہ کسی خاص علم کا ارادہ فرمایا گیا ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم متنوعہ تمام صحابہ کرامؓ سے پہلے' صرف تصوف کا نشوونما حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا' دنیا میں جس قدر بھی سلاسل طریقت ہیں سب کا مرجع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی ہے' نقشبندیہ کا ایک سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ مگر اس میں انقطاع بہت زیادہ ہے۔

(29)

فصوص الحکم اعلیٰ پیانہ کی کتب میں سے ہے' اور ان کا حقیقی طور پر سمجھنا صرف ان نفوس کے لیے ہو سکتا ہے جو کہ عوالم علویہ کے مشاہدات سے فیضاب ہو چکے ہیں۔ ماوشما کے لیے کیسے درست ہو سکتا ہے' اس میں غلط فہمی اور غلط کاری کا بہت زیادہ خطرہ ہے' اس لیے خود شیخ اکبر رحمتہ اللہ اور ان کے مماثل کا مقولہ مشہور ہے وہ فرماتے ہیں۔ **یحرم علی من لیس من اھلنا مطالعۃ کتبنا** بہت

سے شراح فصوص بھی اس کو سمجھے یا نہیں اس میں کلام ہے۔

(30)

اسرار تکوینیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا پیش نہیں آیا، حالانکہ ان کا تعلق اسی عالم شہادت کے ساتھ تھا، پھر تکوینیات علویہ اسرار غیب میں ہم جیسوں کا کیا حال ہو گا، اس لیے اس کو ترک کر دینا ہی ضروری ہے۔

(31)

صراط مستقیم، ملفوظات حضرت سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ اور امداد السلوک اور مکتوبات حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ مطالعہ فرمایئے، ارباب سکر جو کہ مغلوب بالسکر ہیں ان کی تصانیف سے اس وقت تک احتراز ضروری ہے، جب تک کہ ہم کو اور آپ کو ان کا مقام نہ حاصل ہو جائے۔

(33)

صلوۃ تہجد کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے شب میں بھی اور وسط شب میں بھی اور آخر شب میں تہجد پڑھی ہے، مگر آخری ایام میں زیادہ تر اخیر شب میں پڑھنا ہوا ہے، جس قدر بھی رات کا حصہ متاخر ہوتا جاتا ہے، برکات اور رحمتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور سدس آخر میں سب حصوں سے زیادہ برکات ہوتی ہیں، تہجد ترک ہجو و یعنی ترک نوم سے عبارت ہے، اس لیے اوقات نوم بعد عشاء سب کے سب وقت تہجد ہی ہیں۔

(33)

ملائکہ جن کو بالذات طہارت اور روشنی سے محبت ہے اور نجاست و ظلمات سے نفرت ہے، وہ اس (طہارت) کی وجہ سے نمازی کے ساتھ تعلقات پیدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبوبیت حاصل ہوتی ہے۔

(34)

الفاظ قرآنیہ اور اسمائے باری عزوجل اور ادعیہ ماثورہ اور درود شریف کی تاثیریں سمجھنے پر موقوف نہیں ہیں، گل بنفشہ جان کر پیجئے یا بغیر جانے ہوئے،

اسہال بلغمی کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ الفاظ قرآنیہ اور اسمائے باری عزوجل حامل تاثیرات ہیں، جو کہ بے سمجھے ہوئے بھی حاصل ہوتی ہیں، اگرچہ کمزور بنسبت سمجھے کے ہوں۔

(35)

ارکان اسلام اور اس کے سنن و آداب کو دیکھئے ضعیف البنیان مخلوق من السماء المہین، بشر کے لیے وہ اعلیٰ مکان اور ارفع مرتبہ دکھائی دیتا ہے، کہ جس کو اگر کروبی بنظر غبطہ دیکھیں یا مولی العالمین محفل ملائیکہ میں مباہات فرمائے، اور الذین یحملون العرش و من حوله اس کے لیے دعوات صالحہ سے رطب اللسان ہوں تو کچھ تعجب نہیں ہے، افسوس ہے ہم اپنی نمازوں سے سخت غافل ہیں۔

(36)

مومن محمدی نماز میں ان اوناس مادیہ سے اٹھایا جاتا ہے، تدلی اور قرب کی نعمت عطا کی جاتی ہے، فان اللّٰه بينه و بين القبله شاہد عدل ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر نمازی کے سامنے جب کہ وہ نماز کی نیت کرتا ہے تجلی خداوندی اور حقیقت از حقائق الہیہ ظہور پذیر ہوتی ہے، خواہ وہ اس کا احساس کرے یا نہیں، اور اسی تجلی کو راز فان اللّٰه بينه و بين القبله قرار دیتے ہیں اور اس تجلی کی نسبت ذات مجمع الکمالات سے نسبت ساق الی الذوات قرار دیتے ہوئے یوم یکشف عن ساق (الا یتہ) کی توجیہ فرماتے ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بھی سورہ قیامہ میں اسی طرف اشارہ فرماتے ہین، نمازوں میں رہنے کی وجہ سے اس تجلی خداوندی سے مومن محمدی کو طبعی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ میدان قیامت میں ذریعہ معرفت خداوندی ہو جائے گی، اور مومن سجدہ میں گر جائے گا۔

(37)

ختم تراویح پر کچھ تقسیم کرنا سلف سے منقول نہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف تین راتوں میں پڑھا تھا، اور پھر فرضیت کے خوف سے ترک کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی جماعت باقاعدہ منظم فرمائی، مگر ختم

میں کچھ تقسیم کرنا روایت میں نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سورۂ بقرہ یاد کر لیا تو خوشی میں احباب کی کھانے کی دعوت کی' اس روایت اور اس قسم کی دوسری روایات سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اگر ختم قرآن جیسی نعمت حاصل ہونے پر احباب وغیرہ کو کچھ پیش کیا جائے تو خلاف شرع نہ ہو گا۔

(38)

سفر حج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کی طرف سے گائے ذبح فرمانا' اور پھر گوشت کو ان میں تقسیم کرنا صحاح میں موجود ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ آپؐ نے باری والی زوجہ کے یہاں جب کھانا کھایا ہو گا تو یہ گوشت بھی کھایا ہو گا۔

(39)

صحاح میں پائجامہ خریدنا منقول ہے' نیز محرم کے لباس میں پائجامہ کی ممانعت کا بھی تذکرہ ہے۔ غیر صحاح میں پائجامہ کی تعریف بھی مذکور ہے' اور ترغیب بھی اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہننا بھی۔

(40)

چونکہ عرب کے اصلی لباس میں ازار (تہبند) ہی تھا' اور یہ پائجامہ فارس وغیرہ سے عرب میں داخل ہوا ہے' وہاں کے لوگ اس کو شلوار کہتے تھے' اس لیے عرب نے اس کی تعریف سروال کے لفظ سے کی ہے' یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کا مفرد نہیں ملتا اب اس کے بعد اس کی ساخت کیسی تھی اس کا پتہ چلانا مشکل ہے۔

(41)

قرآن شریف میں ہے۔ **ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللّٰہ شاھدین علی انفسھم بالکفر** (الآیہ) اس لیے تعمیر مساجد میں بلا واسطہ ان کا مال نہ خرچ ہونا چاہیے' ہاں وہ اگر ایسا کریں کہ کسی مسلمان کو مال کا مالک کر دیں اور خوشی سے اس مال کو مسجد میں لگا دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(42)

مدرسہ دینیہ میں غیر مسلم کا چندہ لیا جا سکتا ہے' اور طلبہ یا دیگر مذہبی یا

تعلیمی امور میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

(43)

مجامع عامہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فضائل اور محاسن اخلاق و اعمال اور تعلیمات بیان ہونے چاہیں جن کو عوام ادراک کر سکیں اور ان میں جذبہ عمل و اتباع پیدا ہو اور اپنی اصلاح کے درپے ہوں۔

(44)

محبت عموماً" دو قسم کی ہوتی ہے' محبت اجلال اور محبت شفقت۔ قسم اول میں والد سب سے بڑھا ہوا ہے' قسم ثانی میں ولد سب سے بڑھا ہوا ہے' ہر دو محبتوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور عقلی محبت سب سے بالا ہونی مطلوب ہے یعنی انسان کو اپنی نفسانی خواہشات اور راحات سے پھیرنے والی یہ محبتیں ہوتی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور اتباع میں ان دونوں کے پھیرنے سے زیادہ تر پھرنا ازبس ضروری ہے۔

(45)

نہ فقط اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کا ایمان بغیر رسولؐ کے ایمان کے معتبر ہے اور نہ فقط رسول پر ایمان بغیر اللہ کے اور اس کی توحید کے ایمان کے معتبر ہے اور نہ بعض رسولوں پر ایمان اور بعض پر عدم ایمان معتبر ہے' اس لیے یہ قول کہ صرف لا الہ الا اللّٰہ کا قائل یا عامل قابل نجات ہے اس کو اقرار برسالت کی ضرورت نہیں باطل ہے۔

(46)

ائمہ فن فرماتے ہیں کہ جب تک کسی روایت کو اس کے تمام طرق سے نہ دیکھا جائے جب تک معنی متعین کرنے میں غلطی ہوتی ہے' امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تو ستر اور اسی تک قید لگاتے ہیں۔

(47)

کسی فن میں اس کے اصول اور قوانین کو ترک کر کے داخل ہونا اہل فن کے نزدیک انتہائی غلطی ہوتی ہے جس کو تمام اہل فن ضروری مانتے ہیں۔

(48)

ایمان فرعون کے بارے میں جو کچھ شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے' وہ جمہور کی رائے کے خلاف ہے' استدلال کی سخافت سے شبہہ ہوتا ہے' کہ غالباً" یہ قول ان کا نہیں ہے' بلکہ جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ ملاحدہ نے انکی کتاب میں اپنی طرف سے زیادہ کر دیا ہے۔

(49)

عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان لانا نفع نہیں دیتا۔ اس قاعدہ کلیہ سے صرف قوم یونس علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے' جس کی وجہ یہ تھی کہ حقیقتاً ان پر عذاب نہیں آیا تھا' بلکہ حضرت یونس علیہ السلام کی جلد بازی کی بنا پر صورت عذاب نمودار کی گئی تھی۔

(50)

فرعون نے ادراک غرق اور عذاب الہٰی کے مشاہدے کے بعد ایمان کے کلمات کہے' وہ ایماندار عنداللہ اور عندالشرع نہیں ہوا' اور اس کی توبہ مقبول نہیں ہوئی' ادراک غرق کا مرتبہ تو رویت عذاب الہٰی اور رویت باس خداوندی سے بعد کا ہے جب کہ رویت ہی سے ایمان کا نفع دینا ممنوع ہو جاتا ہے' تو ادراک عذاب سے بدرجہ اولیٰ ممنوع ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون اور فرعونیوں کے لیے بددعا میں ارشاد فرمانا **فلایومنوا حتی یروٗ العذاب الالیم** خود اس کے لیے شاہد عدل ہے اگر ایسے وقت میں ایمان نافع ہوتا تو اس بددعا کے کوئی معنی نہیں تھے' حالانکہ یہ دعا مقبول ہوئی اور فرمایا گیا **قداجیبت دعوتکما** (تمہاری دعا مقبول ہوئی)

(51)

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب معرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں اس لیے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے' چنانچہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہد ہوتی ہیں' مگر جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ للعالمین بنایا گیا ہے' اس لیے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لیے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ

بھی عطا فرمائی گئی کہ خود سرور کائنات علی السلام کو اصل استغراق سے منقطع کر کے درود والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپؐ اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔

(53)

ایک جہان آپؐ کا شیدائی ہے' کوئی دم ایسا نہ گزرتا ہو گا' جو کوئی آپؐ پر سلام نہ عرض کرتا ہو' اس صورت میں استغراق (اور توجہ الی اللہ کا انہماک) برائے نام ہی رہا۔ بلکہ یوں کہو کہ درپردہ اس کا انکار کرنا پڑا یہ شبہہ ایسا ہے کہ اور مجیونکے جواب پر تو اس کا زوال مشکل ہے' ہاں بطور احقر البتہ اس کا جواب سہل ہے' وجہ اس کی یہ ہے کہ روح پر فتوح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جب منبع اور اصل ارواح باقیہ خصوصا" ارواح مومنین ٹھہری تو جون سا امتی آپؐ پر سلام عرض کرے گا' اس کی طرف کا شعبہ لوٹے گا ارتداد جملہ شعب لازم نہیں' اور ظاہر ہے اس شعبہ کا ارتداد باعث اطلاع سلام معلوم تو ہو گا پر موجب زوال استغراق مطلق نہ ہو گا۔

(53)

ملائکہ سیاحین کی روایت فقط ابن حبان ہی کی نہیں' صحاح میں بھی متعدد طرق سے موجود ہے۔

(54)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ میں جب بھی مواجہہ شریفہ میں مزار اقدس پر حاضر ہوا' روح پر فتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوۃ و سلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں' اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(55)

مواجہہ شریفہ میں درود شریف اور صلوۃ و سلام عرض کرنا فقہاء رحمہم اللہ نے آداب زیارت میں کھڑے ہو کر ہی بتایا ہے۔

(56)

صلوۃ والسلام علی النبیؐ تمام عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ حسب ارشاد یا
ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلمو تسلیما (الایۃ) جب کسی مجلس میں ذکر جناب
سرور کائنات علیہ السلام آئے تو ایک مرتبہ واجب ہے کہ صلوۃ ولسلام زبان سے ادا
کیا جائے' بشرطیکہ نماز یا خطبہ میں نہ ہو' حسب الارشاد من نکرت عندہ فلم یصل
علی۔ و مثلہ من الروایات العدیدۃ۔ نماز میں بعد التحیات فی القعدۃ الاخرۃ سنت
موکدہ ہے اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے دوسرے اوقات میں
مستحب ہے' بعض اوقات میں مکروہ اور بعض میں حرام ہے۔

(57)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں جو
احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگرچہ ظنی ہیں' مگر ان کی اسانید اس
قدر قوی ہیں کہ تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں' اس لیے اگر کسی تاریخی
روایت میں اور آیات و احادیث صحیہ میں تعارض واقع ہو گا تو تواریخ کو غلط کہنا
ضروری ہے۔

(58)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ معصوم نہیں ہیں' مگر جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ان کی روحانی اور قلبی اس قدر اصلاح ہو
گئی ہے اور ان کی نسبت باطنیہ اس قدر قوی ہو گئی ہے کہ مابعد کے اولیاء اللہ سالہا
سال کی ریاضتوں سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

(59)

معصوموں سے اگرچہ قصداً" گناہ نہیں ہو سکتا' مگر غلط فہمی سے بسااوقات
ان سے بڑے سے بڑا گناہ ہو جاتا ہے' مگر یہ گناہ صورتاً" ہی گناہ ہے حقیقتاً گناہ نہیں
ہے۔

(60)

مورخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا' اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا بالکل غلط ہے' ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو' مگر ان کو اس کے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو۔

(61)

ایصال ثواب کا جو طریقہ عوام میں رائج ہے غلط ہے' عوام سمجھتے ہیں کہ یہی طریقہ متعین ہے' اور رفتہ رفتہ اس میں بہت سی غیر مفید اور ناجائز باتیں داخل کرلی گئی ہیں' جو کہ ایصال ثواب کے لیے ضروری سمجھی جانے لگی ہیں۔

(62)

گیارہویں شریف کے کھانے میں اگر سب میں نیت ایصال ثواب کی گئی ہے تو غیر محتاج کو نہ لینا چاہیے اور اگر یہ نیت ہے کہ اس میں سے ایک حصہ ایصال ثواب کے لیے ہے باقی ماندہ اہل خانہ اور احباب کے لیے ہے' تو کھانا غیر فقیر کو بھی جائز ہو گا' وہ حصہ جو آپ کو دیا گیا ہے وہ ایصال ثواب ہی کا ہے تو آپ کو لینا اور کھانا درست نہیں۔ اور اگر اہل خانہ اور احباب کا ہے تو جائز ہے۔

(63)

مورخین کی روایتیں تو عموماً" بے سروپا ہوتی ہیں نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے' نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے' نہ اتصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے' اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے' تو عموماً" ہر غث و ثمین سے اور ارسال و انقطاع سے کام لیا گیا ہے' خواجہ ابن اثیر ہوں یا ابن قتیبہ' ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد۔

(64)

عقد نکاح کے لیے مذہب حنفی میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں' البتہ ثبوت عند القاضی کے لیے عدالت شرط ہے' تحقیق نکاح فاسق معلن باالفسق گواہ سے بھی ہو جاتا ہے۔

(65)

شیعی مسلمان ہے یا کافر یہ مسئلہ قابل غور اور مختلف فیہ ہے خود شیعہ بھی

سنیوں سینوں کو کافر کہتے ہیں۔ اور مسلمان نہیں مانتے' چنانچہ ان کے مجتہد نے کلکتہ میں محسنیہ فنڈ کے متعلق ہائی کورٹ میں بحث کرتے ہوئے اس کا اعلان کیا تھا' جس کی صورت میرے پاس ہے۔ مولانا عبدالشکور صاحب اور بہت سے علماء ان کے کافر ہونے کے قائل ہیں' بعض متوقف ہیں' بعضوں کا قول فیصل ہے کہ ان کے علماء کافر ہیں' اور جہلا فاسق ہیں۔

(66)

عورت کے سامنے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں عقد نکاح ہو جائے گا' ایجاب و قبول کے وقت جس میں عورت کا وکیل یا ولی موجود ہے گواہوں کا ہونا ضروری ہے' چنانچہ فضولی کا عقد بھی صحیح ہوتا ہے۔

(67)

مورخین کی روایتیں عموماً" بے سروپا ہوتی ہیں' نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے' نہ ان کو توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے۔

(68)

صراط مستقیم ہی ملفوظات حضرت سید احمد صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ ان ہی ملفوظات کو ترتیب دے کر حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ نے تالیف کرکے پھر حضرت سید صاحبؒ کو سنایا ہے بعد میں شائع کیا ہے۔

(69)

قضا صرف فرائض اور وترکی ہوگی سنن موکدہ بعد از خروج وقت نوافل ہو جاتی ہیں' جن کی قضا نہیں۔ الا ان یشاء الانسان بنفسہ۔

(70)

کلام کا تالیف کرنا حقیقتہ" قلب کا کام ہے' زبان تو صرف اس کی ترجمانی کرنے والی ہے یہی وجہ ہے کہ شاعر کہتا ہے۔

انا الکلام لفی الفواد و انما
جعل اللسان علی الفواد دلیلا

اس لیے اصل کلام کلام نفسی ہوا' جو کہ قلب اور فواد کا کلام ہے' زبانی

الفاظ اور کاغذی نقوش اور تخیلی کلمات جو کہ خزانہ حافظہ میں محفوظ ہو گئے ہیں سب کے سب اسی کلام نفسی کے دوال' اور ظلال اور آثار ہیں۔ ان پر اطلاق کلام ثانیا و بالعرض اور مجازا" ہے۔

(71)

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم اور صفت کلام سے جو کہ مثل دیگر صفات حقیقہ ازلی میں قرآن کو تالیف فرمایا' اس لیے معانی اور الفاظ قدیم ہوں گے' اور تلفظ مثل تحریر و نزول و غیرحادث ہو گا ان الفاظ میں ازل میں تقدم اور تاخر صرف ذاتی ہو گا اور زبانی نہ ہو گا اور ہمارے تلفظ مین قصور آلہ کی وجہ سے زمانی بھی ہو جائے گا' اس لیے کلام لفظی کو حادث کہنا خلاف تحقیق ہو گا صرف تلفظ حادث ہے' کلام نفسی حادث نہیں ہے' اور کلام لفظی بھی حادث نہیں ہے۔ **فضلہ بحرالعلوم فی فواتح الرحموت۔**

(72)

قرآن شریف میں صرف احکام ہی کا بیان نہیں ہے اس میں تحدی اور اعجاز بھی ہے اس میں قوت تاثیر بھی اعلیٰ پیانہ کی ہے۔

(73)

غفلتوں کو دور کرنے والا' قلوب اور ارواح کو مانجنے والا' ان کو رنگ دینے والا اس میں رقت اور خشیت پیدا کرنے والا' ان سے قساوت اور تاریکی اور سیاہی آثام دور کرنے والا **ملائکۃ اللہ** اور سکینت کو کھینچ کر لانے والا رضائے باری سبحانہ و تعالیٰ کا موجب یہ قرآن ہے۔

(74)

نظم قرآنی میں بہت زیادہ فوائد اور مقاصد رکھے گئے ہیں' بنابریں اگر کسی آیت کا حکم منسوخ ہو گیا تو اس کے الفاظ میں دیگر مقاصد عظیمہ باقی ہیں' اس لیے منسوخ حکم کو برائے تلاوت باقی رکھنا قرین قیاس تھا' اور ہے

(75)

قلب کے متعلق حدیث میں ہے' **لایسعنی ارضی ولا سمائی انما یسعنی**

قلب عبدی المومن (اوکماقال) یسعنی کے معنی یہاں احاطہ کے نہیں ہیں' بلکہ تحمل کے ہیں۔

(76)

اسماء الہیہ کو ذات مقدسہ سے حسب قول معتمد علیہ لاعین ولا غیر کی نسبت ہے۔

(77)

تکوینیات اسی کے ارادے اور قدرت کے کرشمے ہیں' اس میں سرگرانی اپنی بیش بہا اطمینانی حالت کو ضائع کرنا ہے' قلب اور اس کے سکون کو لایعنی باتوں میں کافور کردینا کس قدر فاش غلطی ہے' تکوینیات صرف اسی کے قبضہ میں ہیں۔

(78)

فتوی اور تقوی میں فرق ہے' بحیثیت فتوی جو زمین مورث اعلیٰ سے حاصل ہوئی ورثاء کو آپس میں تقسیم کرنا حسب شرح ضرور ہوگا' اس کی تفتیش کہ مورث نے کل جائداد' یا بعض جائداد جائز طریق پر حاصل کی ہے یا ناجائز طور پر ضروری نہیں ہے۔

(79)

شرعی طور پر بیٹی کو زیور' جوڑے' جہیز وغیرہ دینا اور ہر تیوہار اور تقریب ولادت' فتنہ' خطبہ (منگنی) نکاح وغیرہ پر لڑکیوں اور ان کی اولاد پر اخراجات عمل میں لانا شرعی حیثیت سے لازم نہیں ہے' اور دیار عربیہ میں اس پر عمل درآمد بھی نہیں ہے بلکہ تقریباً" تمام ممالک اسلامیہ میں اس کا وجود نہیں ہے۔

(80)

جو زمین کفار سے خریدی گئی ہے اس میں عشر نہیں ہے۔ اگر بطور استحباب دیدیا جائے تو بہتر ہے۔ جو لگان گورنمنٹ وصول کرتی ہے وہ حربی زمین میں کافی ہے' البتہ اگر اس کی آمدنی خواہ غلہ ہو یا نقد بطور تجارت کام میں لائی جائے' اور اس پر سال گزر جائے' تو اموال تجاریہ کی زکوۃ کے طریقے پر زکوۃ واجب ہوگی

(81)

ڈاکٹری علاج میں کوئی حرج نہیں ہے' ہاں اگر کسی دوا کے متعلق بالیقین یا غلبہ ظن یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ناپاک اور ناجائز ہے' تو اس دوا کو استعمال نہ فرمایئے!

(82)

دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ اگر اختلاف اور فسادات رونما ہوں تو پڑھ لیا کیجئے' مگر پڑھایئے ہرگز نہیں اور ان کو کہہ دیجئے کہ حضرت ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں جمعہ دیہات میں نہیں ہوتا۔ اس لیے میں نہیں پڑھاؤں گا۔

(83)

لفظ اللہ یا رحمن یا رحیم وغیرہ جناب باری تعالٰی کے نام ہیں' ان ناموں میں بھی قوت اور تاثیر ہے' ان ناموں کی بھی تقدیس اور تزیمہ اور ذکر کا حکم کیا گیا ہے۔

(84)

عالم اسباب میں اسباب و ذرائع لغو نہیں کہے جا سکتے' نہ شریعت نے اس سے اعراض کرنے کو روا رکھا ہے' اور نہ عقل و تاریخ اس کی اجازت دیتی ہے۔

(85)

اول وقت پر نماز بیشک بہتر ہے' مگر جن روایات میں اول وقت کا ارشاد ہے۔ ان میں اول وقت جواز مراد ہے۔ یا اول وقت استحباب؟ برتقدیر شق اول بہت سی روایات صحیحہ صحیحہ کا ترک لازم آتا ہے' اور تقدیر شق ثانی پر جمع بین الروایات ہو جاتا ہے۔

(86)

صلوۃ الاوابین کے بارے میں اختلاف مسمی میں نہیں' مشہور یہی ہے کہ نوافل بعد المغرب کو صلوۃ الاوابین کہا جاتا ہے' اور ضحوۂ کبری کی نوافل کو صلوۃ الضحی اور چاشت کہا جاتا ہے' اگر صحاح میں ہے کہ **صلوۃ الاوابین حین ترمض الفصال**۔ اس لیے اقرار کرنا پڑے گا کہ نوافل بعد المغرب کا تسمیہ غلط العوام میں سے ہے۔

(87)

نمازوں کے قضا ہونے کی وجہ سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں' ایک وہ گناہ جو عدول حکمی کی بنا پر ہوتا ہے' دوسری چیز اشغال ذمہ جو کہ وجوب نماز اور وقت کی بنا پر ہوتا ہے۔ توبہ اور اس کی قبولیت کی بنا پر وہ گناہ جو عدول حکمی و احترام وقت کے ٹھکرانے سے ہوا ہے زائل ہو جائے گا' مگر امر ثانی یعنی فراغت ذمہ تو جب ہی ہو گا' جب ماوجب کو ادا کر دیا جائے گا۔

(88)

روایات کے وضع اور سقم و صحت کا مدار سند اور رواۃ کے احوال' اور صفات پر ہے' امام بخاری اور دیگر محدثین اس کو معیار قرار دیتے ہین' متن کی معقولیت اور غیر معقولیت ان کا نصب العین نہیں ہے بخلاف آئمہ کلام و اصول کہ ان کا نصب العین متن ہے۔

(89)

اوامر شرعیہ کی اقسام متعدد ہیں' بعض تو ایسی ہیں جن مین قیود' اور خصوصی احوال متصورات اصلیہ میں سے ہیں' ان میں اطلاق' اور تغیر درست نہیں ہے جس طرح نماز ہے' اور بعض ایسی ہیں جن میں قیود' اور کیفیات ملحوظ ہی نہیں ہیں' جیسے جہاد ہے' اس میں اعلاء کلمہ اللہ مقصود ہے' خواہ بالسیف ہو' یا بالسنان و الرماح' خواہ ہوائی جہازوں اور توپ اور بندوقوں سے ہو۔

(90)

خودکشی کرنی' اور اس پر عزم و ارادہ کر لینا انتہائی بزدلی' انتہائی ظلم اور انتہائی گناہ ہے۔

(91)

ناواقفیت مسلمانوں کے لیے اس ملک اور اس زمانہ میں عذر نہیں ہے۔

(92)

صحت نماز کے لیے حضور قلب کا صرف ادنی درجہ شرط ہے۔ اور وہ یہ کہ کم از کم کسی رکن میں خیال ہو کہ میں نماز ادا کر رہا ہوں۔

(93)

نماز میں خطرات اور وساوس' اور احادیث نفس کا آنا مفسد نماز نہیں ہے' البتہ اس میں نقصان پیدا کرتے ہیں۔

(94)

بخشنے والے کو ثواب قرآن میں سے کسی امید کا حق نہیں ہے' جب وہ اپنی چیز دے چکا' تو اس میں سے اس کو کیا مل سکتا ہے' ہاں جن حضرات کو وہ ثواب پہنچے گا وہ حسب ارشاد احییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا' دعا اور سفارش بارگاہ الٰہی میں کریں گے' تو ممکن ہے کہ ان کی دعاؤں کی برکت سے اس قدر فائدہ ہو جائے' جو کہ بخشنے والے کو اصل ثواب میں حاصل نہ ہوتا۔

(95)

تقدیر کا مسئلہ حق ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے' مگر اس کی تعلیم اس لیے نہیں ہے کہ کارخانہ ہائے عالم اسباب کو معطل کر دیا جائے اور انسان امور دنیا' اور آخرت کے اندر ہاتھ پیر کٹا کے بیٹھ جائے۔

(96)

تقدیر دو ہیں' ایک مبرم' دوسری معلق مبرم میں تغیر نہیں ہوتا' معلق میں ہوتا ہے' بسا اوقات کارکنان تکوین و ایجاد کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ فلاں شخص اگر اپنے رشتہ داروں کی خدمت گزاری کرے گا تو اس کی عمر ساٹھ سال ہو گی اور اگر نہ کرے گا تو چالیس سال ہو گی' پھر اس کی عمر چالیس کر دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس نے صلہ رحمی نہ کی' کارکنان تکوین پر کبھی شرط ظاہر نہیں ہوتی' مگر علم الٰہی میں شرط تھی نیچے کے عملہ والے اس کو مبرم سمجھتے ہیں۔ مگر وہ حقیقت میں معلق تھی۔ اس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ نوشتہ تقدیر بدل گیا۔

(97)

حدیث و قرآن کی تدریس پر اجرت لینا حضرت امام حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول میں تو جائز ہی نہیں' مگر بعد کے ائمہ حنفیہ نے اس ضرورت سے اجازت دی ہے کہ مدرس اگر ضروریات دنیاویہ' زراعت' تجارت' صنعت وغیرہ میں

مشغول ہو جئے گا تو علم ضائع ہو جائے گا دین میں سخت خلل پڑے گا۔

(98)

اگر حافظ رمضان شریف کے اندر قرآن سنانے پر کوئی مقادر مقرر کرتا ہے یا اگر مقتدی اس کو کچھ نہ دیں' یا کم دیں تو جھگڑتا ہے' قرآن سنانا بند کر دیتا اگرچہ شرط زبانی نہیں کرتا' مگر معاملہ ایسا ہی کرتا ہے' تو اس صورت میں اس کا رقم لینا جائز نہیں' نماز ادا ہو جائے گی' مگر وہ فضیلت قرآن کے سننے اور سنانے کی حاصل نہ ہو گی۔

(99)

عامل نے علوی عمل کر کے میاں بیوی میں محبت پیدا کرا دی' اختلاف کو دور کر دیا تو اجرت تو جائز ہی ہو گی' ممکن ہے کہ ثواب بھی مل جائے۔

(100)

آسیب کو دور کرنا' جناب کی تکالیف سے نجات دلانا' سانپ بچھو کے زہر کو اتارنا' مختلف امراض کو تعویزوں سے دور کرنا سب پر اجرت جائز ہے۔

(101)

رمل سیکھنا اور سکھانا دونوں ناجائز اور حرام ہیں' دفع شر کے لیے اگرچہ بعض حضرات نے اجازت دی ہے مگر فتوی عدم جواز کا ہے۔

(102)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے محققین ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے قول' یا فعل میں سو احتمالات ہوں' ننانوے احتمالات کفر کے ہیں اور ایک احتمال ایمان کا ہے' تو تکفیر نہ کرنا چاہیے۔

(103)

مردوں کے لیے شرعی لباس کی کوئی وضع قطع معین نہیں' بجز اس کے کہ کشف عورت' یعنی ناف سے لیکر گھٹنے تک کا کھلنا نہ ہو' اگر یہ حصہ کل یا بعض کسی لباس میں کھلتا ہے تو ناجائز ہو گا جیسے دھوتی اور ایسا لباس جو کہ غیر مسلم قوموں کا مخصوص ہو۔ اور اس کے پہننے سے اس کا شبہ ہوتا ہو وہ بھی حرام ہے۔

(104)

(نماز میں) اقتداء ہر عورت خواہ اجنبی ہو یا رشتہ دار ذی رحم محرم ہو یا جائز النکاح کر سکتی ہے' اور نماز ہر دو کی صحیح ہو گی' ہاں اس کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا ہو گا یعنی اگر ایک ہی مقتدی ہے تو امام کے داہنے نہیں کھڑی ہو سکتی اگرچہ اپنی ماں ہی ہو۔

(105)

لفظ "حق" مختلف معنوں میں آتا ہے (1) واجب عقلی' جس کا ثبوت اور لزوم دلائل عقلیہ قطعیہ سے ہوتا ہو اور اس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو (2) واجب شرعی جس کا ثبوت اور لزوم نص شرعی اور وعدہ خداوندی کی بنا پر ہوا ہو۔ اگرچہ عقلا اس کا وجود ضروری نہ ہو (3) مستحق و ثابت (4) جدید اور لائق (5) مشابہ بالواجب (6) موجود صوری یعنی مشاکلتہ اور صورۃ عبارت میں جو کسی چیز کو دوسرے کے برابر قرار دیا گیا ہو' جیسے جزاء سیۃ سیۃ مثلھا۔ اگرچہ وہ حقیقت میں موجود نہ ہو (7) احترام اور بڑائی (8) مہتم بالشان۔

(106)

میں نے اپنے علم اور ارادہ سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا' میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔

(107)

انسان کا اطلاق کبھی فقط جسم انسانی پر آتا ہے' جیسے لقد خلقنا الانسان من سللة من طین اور کبھی فقط روح پر آتا ہے' جیسے حدیث خلقهم للابد میں' اور کبھی دونوں کے مجموعہ پر جیسے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم میں' عہد الست میں بھی ذریت انسانی سے مراد روح ہے۔

(108)

ان اللہ یحول بین المرء و قلبہ میں بظاہر عطف جزء علی الکل ہے' اور ممکن ہے کہ لفظ "منی" المرء کے پہلے مقدر کیا جائے' جیسے فاسئل القریۃ سے پہلے

لفظ "اہل" مقدر کیا گیا ہے۔ تو عطف متغایرین کا ہو جائے گا۔

(109)

والدین کی اطاعت ہر اس چیز میں واجب ہے جو کہ از قسم معصیت نہ ہو' لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق۔ نیز والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو ان کی خدمت گزاری' اور حسن معاشرت ضروری ہے۔

(110)

(زیب و زینت) بھی اول حقوق میں سے ہے' جن کو پورا کرنا زوجین پر ایک دوسرے کے لیے مطلوب ہے۔

تیسرا باب

معارف و حقائق

(1)

میرا تو یہی تجربہ ہے کہ لوگوں کی دوستی مکر و فریب اور ان کی دینداری ریا' اور نفاق ہے۔

(2)

حسن نیت بھی مفید نتائج پیدا کرتی ہے۔

(3)

مصائب دنیا آخرت کے مصائب کے سامنے ہیچ ہیں' **یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا**" کی تفسیر ان مصائب و آلام سے بھی کی گئی ہے' اس لیے درحقیقت خوشی اور اطمینان کا مقام ہے **اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل** (سخت ترین آزمائش پیغمبروں کی ہوتی ہے پھر ان لوگوں کی جو درجہ بدرجہ ان سے زیادہ قریب ہیں)

(4)

اللہ تعالیٰ عزشانہ نور اور نار اور شکل و صورت وغیرہ تمام اعراض و جواہر سے منزہ اور پاک ہیں اور تمام صفات کاملہ لائقہ بذاتہ اس کے ساتھ قائم ہیں ادراک ذات تحت احاطہ علم بشر سے خارج ہے' صفات کاملہ ثبوتیہ اور صفات سلبیہ تک ادراک بشر پہنچتا ہے۔

(5)

لیس کمثلہ اس (کی معرفت) کے لیے ذریعہ اتم ہے' ہاں اس کی تجلیات انوار مختلفہ اور صور کاملہ شمسیہ وغیرہ میں ہو سکتی ہیں جن سے وہ ذات مقدسہ وراء الوراء ہے۔ آفتاب آئینہ ہائے مختلفہ میں متجلی ہو سکتا ہے' مگر وہ اپنے مقام پر

لاکھوں میل دور ہے، یہ آئینہ مظہر شمس ہے ملین شمس نہیں، اس مظہر میں شمس حقیقی موجود نہیں، اس کا عکس ہے اس کے عکس کو عین شمس نہیں کہہ سکتے۔

(6)

ہم کو جو کچھ اس دارفانی میں عطا کیا گیا ہے وہ خداوند کریم کی امانت ہے خصوصا اولاد جن کی پرورش، تعلیم وغیرہ ہم پر لازم ہوتی ہے۔

(7)

ہندوستان میں رہتے ہوئے شوق مدینہ منورہ میں بیقرار رہنا، اور اسی عشق میں مرنا ہزار مرتبہ بہتر ہے اس سے کہ مدینہ منورہ میں رہ کر ہندوستان کے لیے بے چین ہو۔

(8)

مقصود اصلی رضائے الٰہی ہے۔ جہاں بھی حاصل ہو جائے وہیں کار آمد ہے اگر ہمارا مرقد حجرۂ شریف مطہرہ میں ہے، اور اگر خدانخواستہ رضاء الٰہی اور مغفرت کا سامان نہ ہو تو وہ ذرہ برابر قابل اعتبار نہیں۔

(9)

اصلاح باطن میں دن رات صرف کیجئے۔ پھر دار و دیار کا بھی قصد کر لیجئے!

(10)

ذکر میں مختلف افکار و خیالات کا چھانا ذکر کی برکت اور اس کے اثر کو کم (ہی) نہیں بلکہ بسا اوقات بالکل زائل کر دیتا ہے۔

(11)

ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ ہمارا اور سارے عالم کا رب ہے، مربی جو کچھ کرتا ہے برائے تربیت، اور درپردہ بھلائی کے لیے کرتا ہے، اگرچہ پرورده کو تکلیف ہو۔

(12)

کوئی حجت آپ کو دنیا کے حکام کے سامنے نجات دلا دے، مگر عالم سرو الخفا یا سے کس طرح نجات دلا سکتی ہے۔

(13)

علم حدیث وہ علم ہے جس سے ان چیزوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی گئی ہوں بطور قول کے یا فعل کے، یا تقریر کے یا صفت کے یہی تعریف راجح اور قوی ہے۔

(14)

انسان کوئی کام خواہ دنیاوی ہو یا دینی جسمانی ہو یا روحانی جب شروع کرتا ہے، طبیعت بوجہ عدم عادت اس سے گھبراتی ہے اور الجھتی ہیں پھر آہستہ آہستہ اس سے مناسبت پیدا ہوتی رہتی ہے، اور آخرت کار اس سے الفت پیدا ہو کر طبیعت ثانیہ کا ظہور ہو جاتا ہے۔

(15)

قرآن شریف روزانہ ایک پارہ پڑھ لینا اگرچہ بلامعنی ہو مفید ہے، دوا کی تاثیر خواہ معلوم ہو یا غیر معلوم نفع ضرور ہوتا ہے۔

(16)

جناب باری عزاسمہ کی وہ صفات جو کہ مقتضی معبودیت ہیں، ان کا مرجع دو باتوں کی طرف ہوتا ہے، اول مالکیت نفع و ضرر، دوئم محبوبیت، اول کو جلال سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اور ثانی کو جمال سے مگر یہ تعبیر ناقص ہے۔

(17)

بزرگوں کی شئوں بھی جدا جدا ہوتی ہے۔ التفاقات اور توجہ کی حالتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

(18)

نفس طبعی طور پر عالم تجرد سے متنفر ہے، چونکہ خود مادی ہے۔ اس سے اس کو طبعی رغبت ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مثل اطفال اس کو بہلا پھسلا کر آہستہ آہستہ راہ پر لگایا جائے، اگر نفس کو افیون، یا سنکھیا، یا گانجہ، بھنگ وغیرہ، غیر لذیذ چیزوں کا عادی بنایا جا سکتا ہے، اگر اس سے جفاکشی کے وہ کام جن پر غیر متعود ہرگز صبر نہیں کر سکتا لیے جا سکتے ہیں، اس سے انجنوں اور بھٹیوں کے سامنے دن و رات سخت گرمی میں خدمت لی جا سکتی ہے۔ وہ جمناسٹک ظاہر الاستحالہ باتوں پر قابو پا سکتا

ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تدریجاً" عالم قدس کا حاضر باش نہیں کیا جا سکتا' مگر ہمت و استقلال اور قوت عمل شرط ہے۔

(19)

چونکہ انسان کو اپنے نفس کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے عیوب سے انسان اندھا ہی ہوتا ہے' اور اگر کچھ جانتا بھی ہے تو اس کو تاویلات رکیکہ سے کمال بتاتا ہے۔

(20)

اہل جنت کو کوئی نعمت رویت باری عزاسمہ کے برابر نہ معلوم ہو گی' اس لیے ذاتی حیثیت سے فضیلت ولایت ہی میں ہے۔ مگر چونکہ نبی مامور ہے کہ مخلوق کو کھینچ کر بارگاہ محبوب حقیقی تک لائے۔ اور ان کو پروانہ شمع محبوب بنائے۔ اس لیے وہ خلاف جذبہ طبیعت اطاعة للحبیب دن و رات جور و جفاشد آمد و مکارہ جھیلتا ہے اور معلوم ہے کہ جس قدر اس کو عشق تام ہو گا اسی قدر توجہ الی الغیر میں تکلیف اور گرانی ہو گی۔

(21)

اہل تحقیق کہتے ہیں کہ قلب عالم امر ہے' یعنی قلب حقیقی جسم انسانی میں روح جس کا مرکز قلب ہے یہ ہی عالم امر کی چیز ہے' باقی جملہ اشیاء عالم خلق کی ہیں۔ عالم خلق تجلیات ذاتیہ کا متحمل نہیں' اس لیے فرمایا گیا ہے ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ (الایہ) قلب حقیقی تجلیات ذاتیہ کا متحمل--- باقی جسم میں تجلیات ظلیہ ہی کا مظاہرہ ہو گا۔ ہم کو مراقبہ میں تجلیات ذاتیہ کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور جذب کرنا ہے۔

(22)

ہما شما میں کمزوریاں ضرور ہیں' مشاجرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کی شاہد عدل ہیں' بہرحال ایسی کمزوریاں اپنے سے حتی الوسع دور کرنا چاہیے اور دوسروں پر نظر نہ ڈالنی چاہیے' بلکہ اس کے وصف کمال کو تلاش کرنا چاہیے اگر مل جائے تو اس کی قدر کرنی چاہیے۔

(23)

انسان ممکن بالا مکان الخاص ہے۔ اور اصل ممکنات کی عدم ہے اور عدم ہی تمام شرور و نقائص کا مبداء اور منشا ہے' بنا بریں ممکنات کا نقص طبعی اور اصلی ہے' البتہ کمال موہبی ہے وہی قابل توجہ ہے' اس لیے کبھی نقائص سے دل گیر اور متاثر نہ ہوں۔

(24)

جملہ امور میں نیت کو دخل ہے۔ جو کہ اعمال کے لیے بمنزلہ روح ہے' اور عمل ظاہری شبح ہے اگر شبح مقصد سے مناسبت رکھتا ہے' اور نیت ابتدائی توجہ اللہ بالخلوص ہے تو وہ عمل صحیح ہے' اگرچہ بعد میں کوئی شائبہ ریا' یا سمعہ کا پیش آگیا ہو اور اگر نیت ابتدائی توجہ الغیر ہو تو اس عمل کے شیطانی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(25)

صحت نماز موقوف ہے نماز کی شرائط' فرائض اور واجبات کے ادا کرنے پر موانع صحت مثل نجاست ظاہری حدث وغیرہ کے دور کر دینے پر اس صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی اور شریعت کا مطالبہ ادائے فریضہ کا ساقط ہو جائے گا اور قبولیت نماز خداوند کریم کے فضل پر موقوف ہے۔

(26)

ممکن ہے نماز بالکل صحیح اور مکمل ادا کی جائے اور اس بے نیاز مالک الملک کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف نہ حاصل ہو' اور ممکن ہے کہ وہ اکرم الاکرمین کسی ناقص سے ناقص نماز کو اپنی بارگاہ میں ہزاروں اور کروڑوں مکمل نمازوں سے بڑھا دے' مگر حسب حکمت و رحمت عادت خداوندی یہی ہے کہ اگر بندے نے اپنی سکت بھر تمام شروط و ارکان وغیرہ کی رعایت کی اور جان بوجھ کر کوئی خلل نہ ڈالا ہو تو اس کو ضرور قبول فرمائے گا۔

(27)

ہر ایک کا معاملہ عالم القلوب و النیات کے یہاں حسب نیت ہو گا۔

(28)

ایام بلوغ کے بعد سے جو نمازیں قضا ہوئی ہیں' اور جو نمازیں فاسد پڑھی گئی ہیں' ان کا اندازہ کیجئے' اور زائد سے زائد مقدار اعتبار کر کے پڑھئے۔

نیت کی صورت یہ ہے کہ کہا جائے کہ قضا واجب ہونے والی ظہروں میں کی آخری ظہر پڑھتا ہوں' اسی طرح عصر میں کہا جائے کہ جتنی عصر کی نمازیں مجھ پر بطور قضا واجب ہیں ان کی آخری عصر پڑھتا ہوں اور اسی طرح مغرب عشاء وتر' فجر میں کہا جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بجائے آخری کے پہلی کہا جائے۔

(29)

عبادات سے مقصود تلذذ نہیں ہے اگر ان میں لذت ہوتی تو تکلیف ہی اٹھ جاتی' کیونکہ تکلیف کے معنی ہیں (الزام مافیه کلفة) یعنی ایسی چیز لازم کر دی جائے جس میں انسان کو تکلیف اور مشقت ہو۔

(30)

دعا کی قبولیت کے لیے چند شرائط ہیں۔ اول یہ کہ انسان کا کھانا پینا' پہننا وغیرہ سب حلال سے ہو۔ دوم یہ کہ خلوص دل سے دعا کی جائے۔ سوم یہ کہ دعا کی قبولیت کے بارے میں جلد بازی اور استعجال سے کام نہ لیا جائے' چہارم یہ کہ دعا میں یقین اور عزم قوی سے کام لیا جائے' پانچویں یہ کہ قبولیت امکنہ قبولیت' احوال قبولیت کا لحاظ کیا جائے۔ چھٹے یہ کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے' اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھی جائے اور دعا بار بار کی جائے' آنحضرت علیہ السلام کم سے کم تین مرتبہ عموماً" دعا کے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔

(31)

کبھی کبھی تمام شروط کی موجودگی میں بھی دعا مقبول نہیں ہوتی' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ امت آپس میں نہ لڑے' مگر یہ دعا قبول نہ ہوئی' اللہ تعالیٰ مختار ہے لایئسل عما یفعل (الایہ)

(32)

حکمت ہائے الٰیہ اور پرورش ہائے ربانیہ متقاضی ہیں کہ انسانوں کی سب دعائیں قبول نہ کی جائیں' ورنہ عالم تہہ و بالا ہو جائے گا' اور نسانی دنیا کو انتہائی مشکلاتِ پیش آ جائیں گی۔

(33)

تقدیر اور قضاء اسی علم الٰہی قدیم اور ارادہ و حکم الٰہی کا نام ہے' جو کہ ازل سے اس تمام و عالم کے متعلق مکمل ہو چکا ہے' اس تمام کارخانہ کو عالم تکوین و ایجاد کہا جاتا ہے۔

(34)

اللہ نے اپنی مخلوقات دنیاویہ میں سے انسان اور جن کو علم و ارادہ بھی دیا ہے جو کہ دیگر مخلوقات کو نہیں دیا گیا' فرشتوں اور ارواح کو اگرچہ علم اور ارادہ دیا گیا' لیکن ان کو بالکل تابع اور مقہور ارادہ الٰہی کے اس طرح کر دیا گیا ہے جیسا کہ بڑی مشین کے تابع اس کے پردے ہوتے ہیں۔

(35)

(انسان) گھر بناتا ہے۔ کھیتی کرتا ہے' اناج جمع کرتا ہے' آٹا پیستا ہے' روٹی پکاتا ہے' لقمے توڑتا ہے' وغیرہ وغیرہ اور کسی بات میں تقدیر کو پیش نہیں کرتا۔ پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ جب آخرت کا کام یا اور کوئی دوسرا بڑا کام سامنے آ جاتا ہے تو تقدیر پر الزام رکھ کر ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہتے ہیں' اسلام کی یہ تعلیم نہیں' اسلام جدوجہد کرنا' اور اسباب و ذرائع کو عمل میں لانا ضروری بتاتا ہے۔

(36)

قرآن فرماتا ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** جو لوگ ہمارے لیے کوشش کریں گے' ہم ان کو اپنی راہیں دکھلائیں گے' اور ان پر چلائیں گے' قرآن ہر ہر جگہ عمل کرنے اور بدعملی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔

(37)

اعرابی پوچھتا ہے کہ اونٹ کو باندھ کر توکل بر خدا کروں' یا اونٹ کو کھول کر' تو آنحضرتِ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ **اعقد و توکل** (یعنی) باندھ اور توکل

کرے

(38)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ سنایا گیا، اور قوی طریقے پر ارشاد کیا گیا۔ **ھو الذی ارسل رسولہ** (الایہ) اور فرمایا گیا، **لقد سبقت کلمتنا** (الایہ) ایسی متعدد آیتیں ہیں جن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مند اور غالب ہونا اور دشمنوں کا مقہور ہونا، دین اسلام کا پھیل جانا وغیرہ یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب سے کنارہ کشی فرمائی اور تقدیر اور وعدہ ہائے الہیہ پر اعتماد کر کے گوشہ نشینی اور چلہ کشی اختیار کی۔؟ نہیں! نہیں! آپ باوجود بڑھاپے، اور سنگ لاخ زمین اور پرخار ریگستان اور گرم ملک ہونے کے کبھی بدر کے میدان میں ہیں کبھی احد میں کبھی مدینہ کے گرد خندق کھود رہے ہیں، تو کبھی مکہ پر چڑھائی کر رہے ہیں، کبھی حنین میں ہیں تو کبھی خیبر میں۔

(39)

بیوقوفوں نے مسئلہ تقدیر کو اپنی راحت و آرام کا وسیلہ بنا لیا، اور مخالفین اسلام کو حرف گیری کا موقعہ دیا، قرن اول کے مسلمانوں کی جدوجہد ہر قسم کے امور میں اس قسم کی غلطیوں کو اکھاڑ پھینکنے والی ہے۔

(40)

عالم اسباب میں اسباب پر مسببات متفرع ہوتے ہیں، مگر تقدیر الٰہی میں یہ سب متعین اور مقرر ہے، کہ فلاں سبب سے فلاں چیز واقع ہوگی، اور ویسا ہی ہوتا ہو جو شخص عملی زندگی نہ اختیار کرے گا اس پر حسب شرع مواخذہ ہوگا، اور لوگوں میں بھی ملامت کا مستحق ہوگا۔

(41)

استغفر اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ استغفار کے بہت سے صیغے قرآن اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے منقول ہیں، اس صیغے کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الاستغفار فرمایا

ہے۔

(42)

قرآن مجید ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے' جس کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت اس عالم ظاہری میں اس طرح لکھی ہوئی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کلام قدیم کو ان الفاظ اور عبارات کے لباس میں ظاہر فرمایا ہے۔

(43)

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو دنیاوی تنگی میں مبتلا کیا جاتا ہے' یہ خوشی کی بات ہے' دل تنگی اور رنج کی بات نہیں' جناب رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **اشدالناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل**' سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں' پھر درجہ بدرجہ ان کے تابعداروں اور مثلوں پر آتی ہیں۔

(44)

سب سے بڑا مرتبہ کفر میں کفر جحود کا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کاملہ متواترہ کا انکار کرنا' رسالت کا انکار کرنا وغیرہ اور دل' اور زبان سے ان کو نہ ماننا' اسی طرح شرک میں سب سے بڑا درجہ شرک صریح ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کی ذات' صفات' افعال' عبادات میں شریک کرنا' اور سب سے ادنی درجہ یہ ہو گا کہ کسی ایسے فعل' یا قول کا ارتکاب کیا جائے جو کہ موہم شرک و کفر ہو' مگر دل میں یقین کامل اور ایمان صریح موجود ہو۔

(45)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درجہ پر کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا' ان کی شان میں فرمایا جاتا ہے۔ **یبتغون فضلا من اللہ رضوانا**' معیت اور دوام حضور بڑی چیزیں اور انعام عظیم ہیں' مگر مقصود اصلی رضائے خداوندی ہے۔ اگر شہنشاہ کی دربار داری اور حاضر باشی حاصل ہو جائے' اور معاذ اللہ رضائے شاہی نصیب نہ ہو تو خسارہ ابدی ہے۔

(46)

ذات مقدسہ بے مثل اور بے مثال ہے' اسی طرح دھیان متوجہ رہنا چاہیے' لیس کمثلہ اس کی شان ہے۔ لم یکن لہ کفوا احد اس کی آن ہے' وہی مقصود انس و جان ہے۔

(47)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دعاء میں) ارشاد فرماتے ہیں ماعرفناک حق معرفتک وما عبدنا ناک حق عبادتک (اوکما قال) غرضیکہ اپنی طرف سے جدوجہد' اعمال کی تتمیم اور اخلاص کی تکمیل ہمیشہ جاری رہنی چاہیے' اور بارگاہ خداوندی میں اقرار بالتقصیر کے ساتھ' جو کہ واقعی ہے معافی کی درخواست ہمیشہ جاری رہنی چاہیے۔

(48)

اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنے مقرب بندوں کو واسطہ بنا کر فیض پہنچاتا ہے اور ان کی صورت روحانی کو ظاہر کرتا ہے' اشخاص کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے' یہ قدرت کے کارخانے ہیں' تعجب کی بات نہیں۔

(49)

چونکہ دنیا دار الاسباب ہے' اگر معاش کی تنگی سے فکر معاش ہو تو اس کو دنیا کی محبت نہیں کہا جا سکتا' دنیا خدا سے غفلت کا نام ہے۔

(50)

دنیا میں تکالیف خواہ کسی قسم کی ہوں اہل ایمان کے لیے نعمتیں ہیں' کفارۂ سئیات ہیں' رفع درجات کے ذرائع ہیں۔

(51)

دنیا میں ہم پاک و صاف ہو جائیں' اور آخرت کی تکالیف سے ہماری رستگاری ہو جائے تو انتہائی کامیابی ہے۔

(52)

قرآن شریف کا مشغلہ اور اس میں دل لگنا' اور اس کے پڑھنے میں

کیفیات عجیبہ' اور سرور کا پیدا ہونا اور اس طرح لذت اور لطف کا ظہور کہ چھوڑنے کو جی نہ چاہئے' نہایت عظیم الشان نعمت ہے۔

(53)

اورادو وظائف میں برکت صاحب مجاز کی اجازت سے ہوتی ہے' اور بعض موثر وظائف میں تاثیر ہی موقوف اجازت پر ہے' کیونکہ صاحب مجاز زکوۃ وغیرہ دئے ہوتا ہے۔

(54)

جو کام اصلاح کا ہو اور شیطان کی خواہشات کے خلاف ہو اس میں طبیعت کا گھبرانا' اور نفس پر بوجھ پڑنا ضروری ہے' مگر استقلال اور مداومت سے آہستہ آہستہ اس میں آسانی ہو جاتی ہے۔

(55)

اپنی حقیقت کو پہچاننا اور اس کی افادیت من عرف نفسه فقد عرف ربه سے ظاہر ہے' لیکن لفظ انا کے مفہوم اور مصداق کا سوال ایک اجلی البدیہیات کا سوال ہے' جو کہ لكن تنقيح حقيقة عسيرجدا کے ماتحت آتا ہے۔ چونکہ روح ہی انسان حقیقی ہے' اور جسم بمنزلہ لباس اور آلات ہے جس سے روحانی طاقتوں اور کمالات استعدادیہ کا مظاہرہ ہوتا ہے' اسی لیے حقیقت شناس حضرات مصدر انسانیت روح ہی کو قرار دیتے ہیں۔

(56)

اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہو اس پر انسان کو خوشی سے راضی رہنا چاہیے' ورنہ مجبوری راضی ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تو انبیاء علیہم السلام کو سر جھکانا پڑتا ہے' اور بغیر ماننے کے چارہ نہیں ہوتا' اولیاء اللہ کو کون پوچھتا ہے۔

(57)

لوازم عبودیت میں سے ہے کہ بندہ آقا کے حکم اور اس کی مرضی کا نہ صرف تابع بلکہ اس پر خوش بھی رہے اور منازل عشق میں تو اس کی رضوان اور

خوشنودی نصیب العین اور بالذات ہونی چاہیے۔

(58)

کوئی عبادت ایسی نہیں ہے، جس مین تقیدات نہ ہوں، مگر ذکر کے لیے کوئی قید نہیں ہے، اور اکثار جس قدر بھی ممکن ہے مطلوب ہے۔

چوتھا باب

پند و موعظت

(1)

اگر قبولیت عنداللہ نصیب ہو تو نجاح و فلاح ہے' ورنہ سب ہیچ ہے ضرورت ہے کہ اپنی قوم کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ترقی دیں۔ نسبی حیثیت سے غرور اور تکبر بے موقع پیدا ہوتا ہے۔ وہ ترقی سے مانع ہو جاتا ہے۔

(2)

انسان پہاڑ کی طرح مستحکم ہو' جسے نہ طوفان جنبش دے سکے' نہ زلزلہ ہلا سکے میرے بھائی! دل کو مضبوط' ارادہ کو مستحکم اور طبیعت کو مستقل مزاج بنائیے۔

(3)

جہاں تک ممکن ہو ذکر کے سلسلہ کو جاری رکھو' اور خداوند عالم کی رحمت سے ناامید مت رہو۔

(4)

فرصت کو غنیمت جانو' اور اس کو ضائع مت کرو۔

(5)

مطمئن الخاطر رہکران ایام خلوت کو غنیمت سمجھئے اور کچھ تحفہ معرفت و قربت حاصل کر لیجئے۔

(6)

تمہارا یہ کام ہے کہ اس کریم کے دروازہ کو کھٹکھٹاتے رہو' کیونکہ جو دروازہ پر دستک دیتا رہتا ہے لامحالہ کھول دیا جاتا ہے۔

(7)

اپنے نفس کے کید و مکر سے کبھی وقت بھی مطمئن نہ ہونا چاہیے۔

(8)

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ آج کچھ کر لیجئے کل کرنا ناممکن ہو گا۔

(9)

ہمارے لیے حضرت نانوتوی اور حضرت شیخ الہند قدس اسرار ہما کے کارنامے مشعل راہ ہیں۔

(10)

یہ چند دنوں کی زندگانی ہے اور پھر اس میں قوی کی طاقت اور بھی اقل ہے جس قدر بھی ممکن ہو زاد برائے راہ آخرت اس میں تیار کر لیجئے۔

(11)

نماز کی پابندی کا خیال رکھیں' شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کا جہاں تک ہو سکے خیال رکھیں' حقوق العباد سے حتی الوسع بچیں' توبہ زیادہ کریں' صبح و شام سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ' اللہ اکبر' ایک ایک تسبیح پڑھا کریں۔

(12)

کارکنوں' اور ملازموں پر بھروسہ کرنا اور خود غافل ہو جانا بہت سے رؤسا کو برباد کر چکا ہے۔

(13)

اثناء ذکر میں وساوس کی وجہ سے ہرگز نہ گھبرایئے' اپنا کام کئے جایئے اور کوشش کیجئے کہ حتی الوسع جی اسی طرف لگا رہے۔

(14)

آخرت کا عذاب وہ عذاب ہے' کہ دنیا کی جملہ انواع کی تکالیف ایک طرف' اور آخرت کے عذابوں کی ایک قسم کی تکلیف چند منٹوں کی ایک طرف ہو تو یہ آخرت والی تکلیف اس پر بالا ہو جائے گی۔

(15)

یہ (اعتکاف) مبارک عبادت ہے' گناہوں ہی کے ازالہ کے لیے اعتکاف کیا جاتا ہے۔ اس لیے گناہوں کی عظمت اور کثرت کی وجہ سے اس کو چھوڑنا نہ

چاہیے بلکہ اس کی طرف اور توجہ کرنی چاہیے۔

(16)

صلہ رحمی سے بے پروائی' ضعفا اور کمزوروں پر تعدی کے مہلک نتائج دنیویہ اور اخرویہ مصائب لانے والے ہیں' ان سے خلاصی کس طرح ہو گی؟

(17)

تجوید اور قرآن کی تعلیم کے ساتھ کچھ دینی اور لکھنے پڑھنے کی بھی تعلیم ابتدائی جاری رکھنی چاہیے۔

(18)

جس سے تعلق ہو محض خدا کی وجہ سے ہو' اور جس سے نفرت ہو محض اسی کی وجہ سے' قول کم ہو اور حال زیادہ ہو۔

(19)

والدین کی خدمت اور خوشنودی ہر طرح سے باعث سعادت ہے۔

(20)

اگر عورتیں اعوجاج سے پاک ہوتیں تو ازواج مطہرات ہوتیں۔ لہٰذا استقامت کو تلاش کرنا' اور بالخصوص نوعمر اور ناتجربہ کار لڑکی میں' اور وہ بھی دیہات کی رہنے والی لڑکی میں بہت زیادہ بے موقع بات ہے۔

(21)

علائق اور اغراض مادیہ نہایت ذلیل امور ہیں جن سے ہم کو سخت احتراز چاہیے' ہمارے جملہ افعال و اعمال' حرکات و سکون محض اس کی رضا جوئی کے لیے ہوں۔

(22)

معاملات کی صفائی ازبس ضروری ہے۔

(23)

جہاں تک ممکن ہو اتباع سنت کا جملہ امور میں خیال رکھئے۔

(24)

اس وقت مسلمان عوام پر جہل اسقدر غالب ہو گیا ہے کہ وہ اساس ایمان اور اصول دین سے ہی سخت غافل اور نادان ہو گئے ہیں' نماز اور جماعت کی پابندی پندرہ یا بیس میں بمشکل پائی جائے گی۔ عام مسلمان نماز پڑھنا ہی نہیں جانتے' بلکہ نیچے طبقے والے' خدا اور رسول کو بھی نہیں جانتے' کلمہ طیبہ نہیں جانتے' توحید اور رسالت کیا ہے' اسلام کے اصول اور عقائد و فرائض کیا ہیں؟ تبلیغ میں الاہم فالاہم پر توجہ ضروری ہے' مسائل اختلافیہ کی بنا پر مخالف پارٹی کے لوگ پروپیگنڈہ شروع کر کے عوام کو بدظن بنا دیتے ہیں۔ پھر امور متفقہ علیہا پر بھی موثر تبلیغ نہیں ہو سکتی اس لیے نمازی بنانا' اور اصول و عقائد اسلام و اہل سنت کو سمجھانا' اولا بالذات ضروری ہے' شرک سے نفرت دلاتے وقت عبادت اصنام و احجار و اشجار و حیوانات وغیرہ کو جو کہ ہنود' اور دیگر کفار کرتے ہیں' اور جن میں ابنائے وطن' غیر مسلم قومیں مبتلا ہیں۔ ان کو ذکر کیا جائے' اور اس سے قوم کو سمجھایا جائے۔ اس مقام پر قبور' تعزیہ وغیرہ کو صراحتہ" نہ ذکر کیا جائے' جب نفرت عبادت غیر اللہ ان کے قلوب میں خوب راسخ ہو جائے' اور وہ مانوس ہو جائیں' اعمال مفترضہ کے عادی ہو جائیں۔ تب ان کو آہستہ آہستہ شرور حالیہ سے بھی آگاہ کیا جائے۔

(25)

نماز کی وہ اسکیم جس کو میں نے متعدد خطوط میں ذکر کیا ہے جاری کرنا ازبس ضروری ہے' ہر ممبر اس کا پابند ہو کہ وہ کم از کم دس آدمیوں کو خواہ مرد ہوں یا عورت نماز سکھلائے گا' اور اس کا پابند بنا دے گا۔ وعظ و نصائح میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں' جو عام فہم ہوں' لعن' طعن' تشنیع سے احتراز کیا جائے۔

(26)

اخلاص و تواضع و فروتنی کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں' اور اتباع سنت بنویہ علی صاحبہا الصلوۃ و التحیہ میں ادنی کوتاہی کو بھی روا نہ رکھیں۔

(27)

اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ کریم کارساز اپنے فضل و کرم سے مصائب کے بادلوں کو چھانٹ دے اور ہمارے ساتھ ایسے معاملات فرمائے جس کو ہم مستحق

ہیں۔

(28)

پنج گانہ نماز باجماعت پڑھئے' اور لوگوں کو اس کا پابند بنایئے۔

(29)

فرصت کو غنیمت جانئے' اور عمر عزیز کو ضائع ہونے سے بچایئے!

(30)

مخلوق کو خالق کے لیے چھوڑو' اور اپنی لو صرف خالق سے لگاؤ۔

(31)

زبان بند رکھو' اور آنکھوں سے دیکھو! کچھ نہ بولو! قدرت کو دیکھو کیا کرتی ہے' وہ بے نیاز اور بے پروا بھی ہے' اور سب سے زیادہ رافت و رحمت والا بھی' اس کا ظاہری ہاتھ بھی ہے' اور خفیہ ہاتھ بھی' کچھ فکر نہ کرو' کسی کو مت ستاؤ۔ واللہ معکم اینما کنتم

(32)

اپنے اسلاف کرام کے طریقے پر چلنا اور ان سے توسل رکھنا چاہیے' انشاء اللہ خیبت و خسران پاس نہ آئے گا' چند روزہ دنیا کے لیے زیادہ فکر مند نہ ہونا چاہیے۔

(33)

تقادیر کی نیرنگیاں اگر خلاف طبع ظاہر ہوں تو صبر و شکر کریں' رزاق صرف اللہ ہے وہ کہیں نہ کہیں سے سامان پیدا کر دے گا۔ دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔

(34)

کسی شخص کی ذاتی رعایت کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو' قومی اور مذہبی' علمی اور دینی ضرورت اور مفاد پر مقدم نہ کیجئے۔

(35)

وہ کام کیجئے جو کہ قیامت میں کام آسکے' حکومت کا خطرہ لوگوں کی بدگوئی کا

خیال آپ کو حق و انصاف مرحمت اور الطاف سے مانع نہ آئے۔

(36)

کاروبار' معیشت کا چھوڑنا بالخصوص جب کہ والدین ماجدین پیرانہ سالی میں ہیں' اور ان کی ضروریات زندگی درپیش ہیں' کسی طرح قرین عقل اور مروت نہیں ہے' ان کی تابعداری اور خدمت گزاری نہ صرف فریضہ انسانی ہے' بلکہ عبادت بھی ہے' نماز تہجد اگر ہو سکے فبہا ورنہ فرض نہیں' سونے سے پہلے چار رکعت پڑھ لینا اسی نیت سے مبارک امر ہے' سوتے وقت اور آخر سورہ کہف کا پڑھ لینا آنکھ کے کھل جانے کا ذریعہ ہے۔

(37)

اس ذلیل و خوار عالم دنیا میں اگر مستحق لذت و راحت ارباب خیر و تقوی ہوتے تو سب سے زیادہ منعم اور غنی' اور راحت میں بسر کرنے والے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہوا کرتے' مگر ان ہی کی پاک زندگی دیکھئے وہ سب سے زیادہ تکالیف شاقہ میں نظر آتے ہیں۔

(38)

دل میں جگہ اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کو دینی چاہیے' اس کے سوا کوئی بھی دل لگانے کے قابل نہیں ہے۔ ہاں حقوق سب کے ادا کرتے رہیں اور سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

(39)

اگر صبح سے پہلے آنکھ نہیں کھلتی ہے' تو سونے سے پہلے بہ نیت تہجد جس قدر نوافل ہو سکیں پڑھ لیا کریں۔

(40)

دنیا اور اہل دنیا سے بے رغبتی اور نفرت عمدہ بات ہے۔

(41)

دنیا میں جو وقت بھی مل جائے' وہ نہایت غنیمت ہے' اس کی قدر کرنی چاہیے اور اس کو ضائع نہ ہونے دینا چاہیے' یہ زمانہ کھیتی کا ہے' اس کا ہر ہر سکنڈ

ہیرے اور زمرد سے زیادہ قیمتی ہے جس قدر ہو اس کو ذکر الہیٰ میں صرف کیجئے۔

(42)

اتباع سنت کا ہمیشہ خیال رکھئے' یہی کمال ہے یہی مطلوب ہے' یہی رضائے خداوندی کا موجب ہے۔

(43)

والدین و اعزہ و اقرباء کی دل خراش باتوں کی وجہ سے نفس اگر کسی ایسی خواہش کا متقاضی ہو جو کہ اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہے تو نفس کی گوش مالی اور مخالفت کرنی چاہیے' نہ کہ اللہؐ اور رسولؐ کی۔

(44)

ملازمت میں حرام اعمال سے بچنے کی پوری کوشش جاری رکھیں' اور فرائض کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

(45)

نامحرم سے تنہائی میں ہرگز ہرگز نہ ملئے' اگرچہ پہلے سے اس سے تعلق رہا ہو' یا رشتہ دار ہو۔

(46)

اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کر کے مایوس نہ ہو جیئے' مگر اس قہار و جبار عالم الغیب و الشہادت کو پکڑ اور اس کے غیظ و غضب سے کبھی مطمئن نہ ہو جیئے۔

(47)

انسان کی طبعی بات ہے کہ لذیذ کھانا اور خوبصورت کپڑا اچھا معلوم ہو اور جو چیز ایسی نہ ہو اس سے نفرت ہو' خصوصاً" جب کہ نفس امارہ غالب ہو' مگر وہ چیزوں کا خیال رکھنا اس میں اصلاح پیدا کرتا ہے' (اول) یہ کہ جب آیت **یوم یعرض الذین کفروا علی النار اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا**۔ یعنی کافروں کو کہا جائے گا جب کہ وہ دوزخ پر پیش کئے جائیں گے کہ تم نے دنیاوی زندگی میں تمام لذتیں اٹھالیں اور ان سے نفع یاب ہو چکے' اب تمہارے لیے ہمارے ہاں کچھ حصہ لذائذ میں سے باقی نہیں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی لذیذ چیز پیش کی جاتی' تو

اس کو ہٹا دیتے تھے اور فرماتے کہ اگر میں نے استعمال کیا تو مجھ کو خوف ہے کہ کہیں قیامت میں مجھ سے یہ نہ فرمایا جائے کہ تم نے دنیا میں اپنی لذتیں پوری کرلیں' اب تمہارے لیے یہاں کچھ نہیں' (دوم یہ کہ) قرآن مجید میں ہے **واما من خاف مقام (الایہ)** جو شخص ڈرا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور کھڑے ہونے سے' اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا' اس کے لیے جنت ٹھکانا ہو گا' ان دونوں آیتوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے دھیان رکھنے کی ضرورت ہے۔

(48)

جب کوئی حسین صورت نظر پڑ جائے تو معاً یہ تصور کیجئے کہ یہ ناپاک منی اور ناپاک خون حیض سے بنائی ہوئی مورت ہے اور بدن میں سیروں نجاست اس میں بھری ہوئی ہے صبح و شام پاخانہ و پیشاب کی صورت نکلتی ہے اور مرنے کے بعد اس کی نہایت نفرت انگیز صورت ہونے والی ہے' اس واقعی بات میں ذرا غور اور دھیان برابر رکھئے انشاء اللہ بے چینی وغیرہ جاتی رہے گی۔

(49)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی برائی نہیں کی اگر پسند آیا کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا' آپؐ دوزانو بیٹھ کر کھایا کرتے تھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں اور فرماتے تھے **اکل کما یاکل العبد** جس طرح غلام اپنے آقا کے سامنے کھایا کرتا ہے میں اسی طرح کھایا کرتا ہوں۔

(50)

یہ بزدلی اور کم ہمتی کی بات ہے کہ انسان میدان عمل میں کودنے اور جدوجہد کرنے سے جان چرائے۔ اور تقدیر الٰہی کا بہانہ بنائے۔

(51)

محبت دین اور اہل دین بہت اچھی چیز ہے' مگر دوسروں کے عیوب دیکھنا اور اپنے عیوب کا محاسبہ نہ کرنا غلطی ہے۔

(52)

جھوٹ بولنا اور جھوٹی مدح سرائی کرنا چھوڑ دیں۔ جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احثوا فی فم المداحین التراب' بہت تعریف اور مدح سرائی کرنے والوں کے منہ میں خاک جھونک دو۔

(53)

ایک شخص نے دوسرے کی تعریف اس کے سامنے کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسرت ظهراخیک تو نے اپنے بھائی کی پشت' اور کمر توڑ دی۔

(54)

ہم تواضع اور انکساری کے الفاظ اپنی زبان سے منافقانہ طریق پر لکھتے اور کہتے ہیں کہ ہم ذرۂ بے مقدار ہیں ہم عاصی گناہ گار ہیں ہم سب سے بدتر ہیں' ہم ناچیز ہیں' ہم فدوی ہیں' ننگ خلائق ہیں' وغیرہ وغیرہ مگر ہم کو اگر کوئی شخص جاہل یا بد دین یا گدھا' یا کتا' یا سور' یا بے ایمان' یا منافق' یا بد معاش' یا چور یا جھوٹا وغیرہ کہہ دیتا ہے تو ہمارے غصہ کا پارہ اس قدر چڑھ جاتا ہے کہ مارنے اور مرنے بلکہ اس سے بھی تجاوز کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں' کیا سب جھوٹ' اور نفاق نہیں ہے۔

(55)

دیہات اور قصبات کی لڑکی سے شادی کیجئے' شہر کی اور امیروں کی لڑکیاں آرام نہیں پہنچائیں گی۔

(56)

لوگوں اور بالخصوص پڑوسیوں کے ساتھ خوش کلامی اور خوش معاملگی کا برتاؤ رکھئے۔

(57)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ حافظ قرآن جس نے اس کو بخوبی یاد کیا تھا۔ اور اس پر عمل کرتا تھا' اس کی شفاعت اس کے خاندان کے ایسے دس آدمیوں کے لیے منظور کی جائے گی' جو کہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخی ہو چکے ہوں گے۔ اس کی شفاعت کی وجہ سے وہ دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے۔ اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ یہ حدیث نہایت صحیح

اور قوی ہے۔

(58)

قرآن کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی' اور اس کی کتاب کی حفاظت کے لیے یاد کرنا' اور پڑھنا ہو' دنیا حاصل کرنے کے لیے نہ ہو' اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھایا جائے' نفس کی خرابیوں اور کثافتوں کو دور کیا جائے' اس کو آلہ حکام دنیا (دنیا کا ایندھن) نہ بنایا جائے' جیسا کہ بہت سے بے وقوف حفاظ آج عمل کر رہے ہیں۔

(59)

وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے ازل سے چن کر اپنے کلام قدیم کا محافظ بنایا اور اپنے خاص مصطفیٰ بندوں میں اس کو جگہ دی' حیف بلکہ صد حیف ہو گا' اگر اس نے اہل دنیا' اور اہل ثروت کو اپنے سے بالاتر سمجھ کر ان کی ثروت اور دنیا کی خواہش اور طمع کی اور اس میں اپنی عزت اور وقعت سمجھی۔

(60)

میرے محترم! میں طلب رزق میں کوشش کرنے کو منع نہیں کرتا میں دنیا اور اس کی عزت کو اپنے قلب اور دماغ میں جگہ دینے اور اس میں قلب اور دماغ کو پریشان رکھنے اپنی حاصل کردہ عظیم الشان نعمت (حفظ قرآن) کو حقیر بلکہ لایعنی سمجھنے' اور اہل ثروت کی نعمتوں کو عزیز ترین سمجھنے' اور ان کے لیے سرگرداں ہونے کو منع کرتا ہوں۔

(61)

ذرا غور کیجئے اور اپنی معیشت موجودہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت کا مقابلہ (موازنہ) کیجئے' آپ کے کھانے کو آپ کے پینے کو آپ کے مکان کو آپ کے ساز و سامان کو مجھ کو یقین کامل ہے کہ آپ اپنے آپ کو ان دنیاوی ضروریات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدرجہا آرام میں پائیں گے۔ آپؐ کو تمام عمر بالخصوص زمانہ رسالت میں جو کی روٹی بھی ایک وقت پیٹ بھر کر نہیں ملی۔

(62)

اسلام لوگوں کو کفر سے نکالنے کے لیے آیا ہے' لوگوں کو کافر بنانے کے لیے نہیں آیا' لوگوں نے اس میں بہت زیادہ بے احتیاطی سے کام لے رکھا ہے۔

(63)

جب کہ کفر کی حکومت اور الحاد و زندقہ کا چاروں طرف غلبہ ہے اور بددینی' اور شرکیہ قوتیں لوگوں کو مرتد بنا رہی' ہیں کوئی سرزنش اور سزا دینے کی قوت مسلمان کے پاس نہیں ہے' لوگ خود مختار ہو رہے ہیں' کوئی خوف اور دھڑک انہیں نہیں ہے جو چاہیں بک دیتے ہیں۔ اور جو چاہیں کر بیٹھتے ہیں' ایسے وقتوں میں مسلمانوں کو سنبھالنا ازبس ضروری ہے' ان پر تشدد کرنے میں خوف ہے کہ وہ ضد اور ہٹ میں آکر کہیں اور زیادہ نہ بگڑ جائیں۔

(64)

پیشاب پاخانہ اور کھانے پینے کے وقت میں سر کھلا رہنا درست تو ہے مگر پیشاب پاخانہ ننگے سر مکروہ ہے۔

(65)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اونٹ اپنی رسیوں سے جس میں وہ بزنجیر ہے اس قدر چھوٹنے اور بھاگنے کے لیے کوشاں نہیں رہتا جس قدر کہ قرآن لوگوں کے سینوں میں سے چھوٹنے کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ اس کو کثرت تلاوت اور شدت تحفظ سے روکو! (اوکمال قال علیہ السلام)

(66)

لوگوں کی تبلیغ اور نصائح بالا آیات القرآنیہ اور بالا احادیث النبویہ علی صاحبہا الف الف سلام و تحیتہ میں مشغول رہنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

(67)

اخلاص اور سچی ہمدردی کو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے' مجادلات اور فضول بکواس سے حتی الوسیع اجتناب فرمائیے' اس زمانے میں مناظرہ حقیقی نہیں ہوتا' نفس پرستی اور خود نمائی مقصود ہوتی ہے۔

(68)

کسی عام مسلمان کو بھی حقارت سے نہ دیکھیے' اگر کوئی عمل اس کا غلط ہو اس پر گرفت کیجئے مگر اس کی حقارت قلب میں ہرگز نہ لایئے۔

(69)

عمر عزیز کا ہر لحہ نہایت بیش قیمت جوہر ہے۔ آج ہم اس کی قیمت سے واقف نہیں ہیں۔ مرنے کے بعد روز محشر میں واقف ہوں گے' مگر اس وقت افسوس کے سوا کچھ نہ ہو سکے گا۔

(70)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **من مات و لم یغزو ولم یحدث به نفسه مات علی شعبة من النفاق** (مسلم) یعنی جس شخص نے زندگی بھر جہاد نہ کیا اور نہ اس کا جذبہ اس کے دل میں پیدا ہوا اور اسی حالت میں مرگیا' وہ ایک قسم کے نفاق کی حالت میں مرا۔

(71)

انسان کے اعمال میں نقائص کا ہونا فطری امر ہے' مگر انسان کا فریضہ ہے نقصانات کے ازالہ میں کوشاں رہے اور **ایاک نستعین** اخلاص سے کہتا ہے۔

(72)

تصور شیخ قبائح سے خالی نہیں' اس لیے اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

(73)

اپنی حرکات و سکنات میں احیاء سنن نبویہ (علی صاحبہا السلام و التحیتہ) اور اطفاء ظلمات بدعیہ کا زیادہ تر خیال رکھیں۔

(74)

کسی حال میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور استغنا سے غافل نہ رہنا چاہیے۔ نہ اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا چاہیے بلکہ بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر ہونا چاہیے۔

(75)

مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی اصلاح میں نہایت خوش اخلاقی' شیریں زبانی

اور عالی حوصلگی کا ثبوت پیش کیجئے اور جس قدر جدوجہد اس میں ممکن ہو اس میں کوتاہی روا نہ رکھئے۔

(76)

بے نمازیوں کو نماز کی ترغیب دیں' ان کو جماعت اور نماز کا پابند بنائیں۔ نہ جاننے والوں کو نماز سکھائیں۔

(77)

خوش و خرم رہتے ہوئے' اور تکلیفات مادیہ کو مردانہ وار سہتے ہوئے اللہ تعالٰی کے شکر گزار اور ذاکر بنے رہئے۔

(87)

حساب کا صاف رہنا اور پیسہ پیسہ کا حساب لینا ازبس ضروری ہے یہی محبت اور یگانگت ہے' معاملات کو بالکل صاف رہنا چاہیے۔

(79)

دل کو محبوب حقیقی سے لگائیے۔ اور دنیا کی ہر نعمت کو عارضی سمجھتے ہوئے جو کہ واقعی ہالک اور زائل ہی ہے (**کل شی ھالک الاوجھہ**) اطمینان (قلب حاصل کیجئے۔

(80)

خواہ اپنے اعضا ہوں' یا اپنی اولاد' یا رشتہ دار' یا ماں' باپ وغیرہ سب کے سب فانی اور جدا ہونے والے ہیں' صرف ایک ذات رب الارباب کی باقی رہنے والی وفا کرنے والی حقیقی معنوں میں نفع دینے والی ہے' اسی سے اور صرف اسی دل لگائیے۔

جو چمن سے گزرتے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

(81)

کتابوں کا مطالعہ کر کے ہمیشہ پڑھایا کیجئے' اور طالب علموں کو سمجھانے میں کمی نہ کیا کیجئے!

(82)

لوگوں کے ساتھ خلط ملط بقدر ضرورت رکھئے اور بس ع
از خلائق دور ہچو غول ماش

(83)

گھبراؤ نہیں' مایوس مت ہو' ایک خدا پر بھروسہ کرو' وہ ہمارے ساتھ ہے کوشش کئے جاؤ' کامیابی دیکھو گے' خدا سے ڈرو' اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔

(84)

آپ بھول جاتے ہیں کہ فرمان خدا اور رسولؐ کیا ہے۔ مااصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم (الایتہ) اس ارشاد کو دیکھئے کیا حکم ہے؟ آپ بھول جاتے ہیں کہ کارساز اور فعال کون ہے' اور وسائط کا درمیان میں کیا مرتبہ ہے' آپ بھول جاتے ہیں کہ ان مصائب پر کیسے کیسے وعدے ہیں۔

(85)

ظلم قیامت کے روز ہر تاریکی اور سیہ بختی کا باعث ہو گا۔

(86)

آدمی کو عالی ہمت اور جفاکش ہونا چاہیے۔

(87)

عورتیں خلقی طور پر ٹیڑی طبیعت کی ہوتی ہیں' اور آپس میں لڑائی جھگڑا لگانا بجھانا ان کی فطرت میں داخل ہے' اس سے متاثر نہ ہونا چاہیے۔

(88)

والدین اپنے بچوں کو خواہ کتنا ہی برا کہیں' اور خواہ کتنا بھی توہین آمیز معاملہ کریں' اور خواہ وہ لگاتار جوتے لگائیں' گھر سے نکالیں سب و شتم کریں ظلم و ستم عمل میں لائیں' کسی حالت میں اولاد کی توہین نہیں ہے' اولاد کو ہرگز ہرگز رنجیدہ ہونا' ان سے انقطاع تعلق کرنا اور دل گیر ہو کر پیچ و تاب کھانا انتہائی غلطی ہے۔

(89)

اپنے دنیاوی معاملات اور کاروبار تجارت میں کسل اور تن پروری کو جگہ نہ دو' اور ہر حالت میں خداوند کریم کو یاد رکھ کر اسکی تابعداری اور ذکر کو مقدم رکھنے کا طریقہ جاری رکھو۔

(90)

رشتہ داروں میں مجبوری طور پر تحمل کرنا اور میل جول رکھنا' غصہ اور غم کو تھوک دینا پڑتا ہے۔ رشتہ ناتا خدا نے بنایا ہے۔ آدمی کے توڑنے سے ٹوٹ نہیں سکتا۔

(91)

تم لوگ ہرگز امت محمدیہؐ کی خدمت انجام نہیں دے سکتے' جب تک کہ اپنے آپ کو شریعت کا پابند اور سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ و التحیتہ کا شیدا اپنے ظاہر و باطن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ نہ بناؤ گے لوگ بغیر اس کے آپ کی تقلید کس طرح کریں گے۔

(92)

جماعات پنجگانہ کی پابندی نہیں ہوتی' شریعت اور سنت کی تابعداری میں کوتاہیاں ہوتی ہیں' یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

(93)

جوانی کی مبارک زندگی بہت غنیمت ہے' اس کو ذکر کی خوش رنگیوں سی آراستہ کرو۔

(94)

والدین ماجدین کی اطاعت' اور خوشنودی اور ان کی دعائیں حاصل کیجئے۔

(95)

فما وهنوا لما اصابهم فى سبيل الله وما ضعفوا وما استكانوا (الاية) کا مظاہرہ قول و عمل سے ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے۔

(96)

نہایت نرمی اور حکمت عملی سے تبلیغ کریں' لوگوں کو راہ راست پر

لگائیں' دین اسی طرح پھیلا ہے۔ اپنی اصلاح بھی ساتھ ساتھ توجہ سے کرتے رہیں۔

(97)

ہر لمحہ زندگی کا خدا کی یاد میں اور دین کی خدمت میں صرف کریں' موت اور بعد الموت کے احوال پیش نظر رکھیں۔

(98)

ماحول سے خود متاثر نہ ہوں' اپنے ماحول سے دوسروں کو متاثر کریں۔

(99)

تعلیمات دینیہ سے بھی نسبت میں قوت پیدا ہوتی ہے' اس میں بھی کوشش فرماتے رہیں۔

(100)

مسلمان شادی بیاہ کی خصوصاً" اور موت اور ختنہ و عقیقہ وغیرہ کی وہ رسوم جن کے مصارف وغیرہ نے ان کو برباد کر دیا ہے' ان کو عموماً" ترک کر دیں۔

پانچواں باب

اصلاح معاشرہ

(1)

میرے متعلق نسبی حیثیت سے سید ہونے کا انکار جن حضرات نے کیا ہے وہ اس کے ذمہ دار ہیں' میں تو اپنے نام کے ساتھ سید لکھتا بھی نہیں ہوں' جس کی وجہ یہ ہے کہ مدار نجات نسب نہیں ہے' عمل ہے' اگر نسبی حیثیت سے کوئی اعلیٰ درجہ کا ہے مگر اعمال قبیح ہیں تو مثل پسر نوح علیہ السلام وہ راندہ درگاہ خداوندی ہے' اور اگر چمار زادہ یا بھنگی زادہ ہے' مگر وہ مسلمان متقی ہے' تو اس کی فوز و فلاح مثل حضرت بلال و صہیب رضوان اللہ علیہما ہے۔

(2)

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک روز امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ بغداد میں ایک بڑے مجمع کے سامنے فرمانے لگے کہ بھائیو! تم میں سے جس کو روز قیامت میں اللہ تعالیٰ بخش دے تو میری شفاعت کرنا' لوگوں نے تعجب کیا' اور کہا کہ ہم آپ کی شفاعت کریں' حالانکہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ہیں۔ تو آپ فرمانے لگے' کہ یہی چیز میرے لیے باعث بے چینی ہے' امت کے تمام مسلمان میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں' اور میں ان کے خاندان کا بچہ ہوں' قاعدہ ہے کہ مہمانوں کی خدمت گزاری خاندان کے چھوٹوں پر ضروری ہوتی ہے' اگر وہ کوئی کوتاہی کرتا ہے تو صاحب خاندان بہت خفا ہوتا ہے اور چھوٹوں کو سرزنش کرتا ہے' اگر قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ مجھ سے سوال کیا کہ جعفر! تم نے میرے مہمانوں کی کیا خدمت کی' تو میں شرم کی وجہ سے منہ نہ اٹھا سکوں گا۔ یہ ارشاد حضرت امام

جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا صحیح ہے اور سادات کے لیے نہایت عبرت کا فرمان ہے مگر افسوس کہ ہم انتہائی غفلت میں مبتلا ہیں۔ میں نے جب سے یہ ارشاد دیکھا ہے بہت فکر مند رہتا ہوں' اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

(3)

سادات کا فرض سب سے زیادہ اور اولین ہے کہ آقائے نامدار علیہ السلام کی دلائی ہوئی شریعت کو زندہ اپنے عمل سے کریں اور آپ' کی سنتوں پر نہایت مضبوطی سے چلیں۔

(4)

جن صاحب کے یہاں میلاد اور عرس ہوتا ہے' اور چونکہ خلاف شروع ہوتا ہے اس لیئے اولا اس کی اصلاح ہونی چاہیے' اگر یہ ممکن نہیں تو آپ ان کے اعمال میں شرکت نہ فرمائیں' ہاں اگر ظن غالب ہو کہ وہ لوگ اس کی وجہ سے آپ کے ایذا کے درپے ہوں گے' یا تعصب وغیرہ میں پڑ کر اس سے زائدہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے یا مسلمانوں میں افتراق کا زہریلا بازار گرم ہو جائے گا تو شریک ہو جانا جائز ہے۔

(5)

اپنی غلط کاریوں کو چھوڑتے ہوئے رشتہ داروں اور ارباب حصص کو راضی کیجئے مظلوم کی بددعا میں اور اللہ تعالیٰ میں حجاب نہیں ہوتا' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر رخصت کرتے ہوئے فرماتے ہیں' **اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہا و بین اللہ حجاب**

(6)

اختلاط باعث عدم تنافر ہے اور وہ اقوام کو اسلام کی طرف لانے والا' اور تنافر باعث ضد اور عدم اطلاع علی المحاسن ہے اور وہ اسلامی ترقی میں سدارہ ہونے والا ہے' اور چونکہ اسلام تبلیغی مذہب ہے' اس لیے اس کا فریضہ ہے کہ جس قدر ہو سکے غیر کو اپنے میں ہضم کرے نہ یہ کہ ان کو دور کرے' اس لیے اگر ہمسایہ قوم ہم سے نفرت کریں تو ہم کو ان کے ساتھ نفرت نہ کرنا چاہیے۔

(7)

افسوس ہے کہ علماء نے عوام کے پاس جانا ور ان میں خلط ملط پیدا کر کے ان کی اصلاح کرنا تقریبا" بالکل ہی چھوڑ دیا ہے اور اسی طرح تعلیم یافتہ بالخصوص نوجوان طبقہ کو بھی بالکل چھوڑ دیا ہے یہ غلط ہے' کسی زمانہ میں کفرو نفاق وغیرہ کے الفاظ سے دہشت پیدا کی جاتی تھی' مگر وہ آج موثر نہیں ہیں' جدوجہد سمجھ بوجھ کر کرنی چاہیے۔

(8)

حضرت لقمان علیہ السلام کی وصیت **واصبر علی مااصابک** ہی نہیں بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کو دیکھئے کہ کن شدائد میں گزری۔ اور پھران کو **انه کان عبداشکورا** فرمایا جاتا ہے' آپ اپنا جائزہ لیجئے چوبیس گھنٹوں میں کس قدر شکر کرتے ہیں اور کس قدر نعتہائے الہیہ استعمال کرتے ہیں' اس کے آپ مسئول ہیں۔

(9)

تجارت کے متعلق اگرچہ سرمایہ کی ضرورت ہے' مگر تھوڑے سے سرمایہ سے بھی تجارت میں ترقی کی جا سکتی ہے' یعنی روپیہ دو روپیہ سے بھی آگے قدم بڑھایا جا سکتا ہے۔

(10)

اگر نکاح کے مصارف رسمیہ جوڑے' زیورات' بارات اور کنبہ کا کھانا' پینا وغیرہ مانع ہے اور تنگ دستی اس میں حارج ہے تو آپ کو خود معلوم ہے کہ یہ چیزیں غلط طریقے پر ہم مسلمانوں پر رائج ہو گئی ہیں' اور اس زمانے کا افلاس اور گرانی ہرگز ہرگز ان امور کی اجازت نہیں دیتی ہے' ان سب امور کو برادری سے اٹھانا اشد ضروری ہے اور نکاح نہایت سادگی سے معمولی مہر کی اوپر تمام مسلمان برادریوں میں جاری ہونا لازم ہے' بڈھے اور عورتیں اس میں ضرور حارج ہوں گی' اگر برادری کے جوانوں کو پارٹی بنانی اور اس غلط کاری کے خلاف مورچہ قائم کر کے برادریوں کی ان ناقابل عمل رسموں کو اٹھا دینا اور ان کے خلاف جہاد کرنا

ازبس ضروری ہے۔ اگر اس میں ماں' باپ حارج ہوں تو ان کی اطاعت ضروری نہیں۔ لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق۔ ان کی بات نہ ماننی چاہیے' ہاں ان سے ہاتھا پائی' گالی گلوچ' مار پیٹ بے ادبی اور گستاخی بھی نہ کرنی چاہیے اور عدم تشدد کی پالیسی جاری کر کے جوانوں کو ان غلط رسوم کو مٹا دینا چاہیے اور غلط رسوم کی وجہ سے حرام کاری' اغلام' زنا' جلق وغیرہ اخلاق اور صحت کو برباد کرنے والی جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو طرح طرح کی مصیبتوں اور معصیتوں میں مبتلا کر دینے والی صورتیں پیش آ رہی ہیں جن سے دین اور دنیا کی عزت اور ناموس سب برباد ہوتے جا رہے ہیں نوجوانوں کو غیرت میں آنا چاہیے' اور مضبوطی سے اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔

(11)

عورتوں کو ایسا لباس نہ چاہیے جس میں ان کا ایسا جسم ظاہر ہو جو کہ کھلنا نہ چاہیے جس کی تفصیل کتب فقہ میں باعتبار نماز اور ہے اور باعتبار خارج نماز اجنبیوں۔ ذی رحم محرم دیگر رشتہ داروں سے اور ہے' ایسا لباس نہ ہونا چاہیے جس میں کفار عورتوں میں مشابہت ہوتی ہو' ایسا بھی باریک نہ ہونا چاہیے جس میں اندرونی بدن کی کیفیت نظر آتی ہو۔ چوڑی دار پائجامہ اگر ایسا کسا ہوا نہ ہو جس سے بدن کی کیفیت نظر آئے' بلکہ ڈھیلا ڈھالا ہو تو جائز اور مناسب ہے' قمیص کا بھی یہی حال ہے۔

(12)

لیڈی پمپ' اونچی اینڈی کا چپل وغیرہ عورتوں کے مخصوص لباسوں میں سے ہیں اگر ان میں مشابہت غیر مسلم قوموں کی عورتوں سے ہو۔ یعنی یہ لباس مسلمان عورتوں میں بھی استعمال ہو رہا ہو' یا ضرورت ان کے پہننے پر مجبور کرتی ہو' مثلاً عورت کو سفر درپیش ہے۔ اور ہندوستانی بھدے جوتے' یا زیر پائی سے سفر میں دقتیں آمدورفت میں پڑتی ہیں تو لیڈی پمپ کا استعمال جائز ہو گا۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ اپنا دیسی لباس کھڑی اینڈی کا جوتا استعمال کریں۔

(13)

تبلیغ اگرچہ ضروری اور مفید ہے' مگر وہ فرض کفایہ ہے' اور خدمت والدین فرض عین ہے' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ففیهما فجاهد** (الحدیث) ان کے حکم کو مانئے اور ان کی خدمت کیجئے' نیز اہلیہ محترمہ کے حقوق ہیں۔ **ولهن مثل الذی علیهن۔**

(14)

تنخواہ کو حج کے لیے روکنا' اور بال بچوں پر تنگی کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔

(15)

مصارف میں جہاں تک ہو کمی کرنی چاہیے' رواج کے مطابق مصارف سے بچنا ضروری ہے۔ اس زمانے میں فضول خرچی کو جاری رکھنا قومی زندگی اور دنیانت کے لیے از حد نقصان دہ ہے۔

(16)

کثرت مصارف شادی و غمی نے بہت ہی زیادہ نقصانات مسلمانوں کو ہر قسم کے پہنچائے ہیں اور آئندہ پہنچانے والے ہیں' اس لیے خاص طور پر مسلمانوں کو اپنی باقی ماندہ جائداد کے تحفظ کے لیے اور اپنی نسل کو بڑھانے' دیگر خرابیوں کو دور کرکنے اسلامی عزت و وقار کی حفاظت کے لیے اپنی شادی اور غمی کے مصارف کی طرف نہایت قوت اور سرعت کے ساتھ توجہ کرنی ضروری ہے' للذا جب ذیل دفعات فوری اصلاح کے لیے تجویز کی جاتی ہیں' جن کی اصل اصول یہ ہے کہ ہر خاندان میں شادی اور غمی کے مصارف ایسے ہونے چاہیں جن کو خاندان کا ہر غریب بلا قرض پورا کر سکے۔

1- لڑکوں اور لڑکیوں کا بالغ ہونے پر جلد از جلد نکاح کر دینا چاہیے۔
2- شادی اگر شہر میں ہو تو بارات کو کھانا نہ کھلایا جائے۔
3- شہر کی بارات پر فقط نکاح کے بعد چھوہارے تقسیم کر دیئے جائیں۔
4- اگر بارات شہر کے باہر سے آئے تو اس میں پندرہ آدمیوں سے زائد ہرگز نہ آئیں۔
5- بارات میں ہاتھی ہرگز نہ لایا جائے۔

6- بارات میں پالکی بھی نہ لائی جائے' اور اگر ضروری ہو تو فقط نوشہ کے لیے ہونا چاہیے۔

7- گھوڑے بھی نہ لائے جائیں اگر ضرورت ہو تو فقط نوشہ کے لیے ہو۔

8- یکہ گاڑیاں موٹر وغیرہ ضرورت سے زائد ہرگز نہ ہوں۔

9- بارات میں ڈھول' تاشہ وغیرہ باجے کے سامان یک قلم بند کر دیئے جائیں۔

10- خدام شاگرد پیشہ سات عدد سے زائد نہ ہوں۔

11- آتش بازی' ناچ وغیرہ ناجائز امور سے پرہیز کلی کیا جائے۔

12- بارات کو کھانا نہایت سادہ اور کم خرچ کھلایا جائے۔ فقط گوشت روٹی یا فقط پلاؤ پر اکتفا کیا جائے۔

13- ایک شب و روز سے زیادہ ہرگز بارات نہ ٹھہرائی جائے۔

14- برادری کا کھانا دینا اور تمام محلہ اور شہر میں تقسیم کرنا بالکل بند کر دیا جائے۔

15- وہ خاص اعزہ و احباب جو امور شادی میں اعانت کر رہے ہوں صرف ان کو گھر پر کھانا کھلایا جائے۔

16- عورتوں کا زیادہ مجمع نہ کیا جائے' محض خاص خاص اور زیادہ تر قریبی عورتیں بلائی جائیں' وہ بھی اگر ضرورت خیال میں آئے۔

17- عورتوں کے لیے نہایت سادہ کھانا تیار کیا جائے۔

18- رت جگا' بھتوانی' گلگلوں' بروں وغیرہ کی رسوم یک قلم بند کر دی جائیں۔

19- ڈومنیوں کا گوانا' عورتوں کو جمع کرنا' اور اس کے متعلق کے مصارف ترک کر دیئے جائیں۔

20- جوڑے فقط دولہن کے واسطے تیار کئے جائیں' دولہن کے دوسرے رشتہ داروں کو جوڑے بالکل نہ دیئے جائیں۔

21- دولہن کے جوڑے خواہ کتنے ہی ہوں پچاس روپے سے زائد کے

ہرگز نہ ہوں۔

-22 دولہا کا جوڑا دس روپے سے زائد ہرگز نہ ہو۔ دولہا کے دوسرے اقارب کے لیے جوڑے ہرگز نہ ہوں۔

-23 میوہ بری، شکر وغیرہ بالکل ترک کر دیئے جائیں۔

-24 زیور لڑکے والا مبلغ تیس روپے سے زائد کا نہ پیش کرے۔

-25 لڑکی والا بھی تیس سے زائد کا زیور نہ دیوے۔

-26 زیور، جوڑے، اور جہیز وغیرہ کا عورتوں اور مردوں میں دکھلانا بالکل بند کر دیا جائے۔

-27 جہیز میں محض ضروری چیزیں دی جائیں، جن کی قیمت تیس روپے سے زائد نہ ہو۔

-28 ولیمہ کی دعوت بھی محض خاص احباب کے لیے ہو، جن کا شمار تیس سے زائد ہرگز نہ ہو۔

-29 نیوتہ کی رسم بند کر دینی چاہیے۔

-30 مہر کو حتی الوسع فاطمی رکھا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو جہاں تک ممکن ہو کم کیا جائے۔

-31 پرجوں (رعایا مثلاً دھوبی، بڑھئی وغیرہ) کے حقوق حسب عادت اور موافق شرع دیئے جائیں۔

-32 دیہاتیوں کے حقوق موقوف کر دیئے جائیں۔

-33 عبدی، شبراتی، ساونی، جڑاول وغیرہ موقوف کر دیئے جائیں۔

-34 گونہ (چالا) کی رسم کو بند کر دیا جائے۔

-35 چوتھی کھیلنا اور اس کی دیگر خرافات کو موقوف کر دیا جائے۔

-36 منگنا نہایت سادگی کے ساتھ کر دیا جائے، کسی قسم کے خاص مصارف اسکے لیے نہ کئے جائیں۔

-37 غیر رسمی طور پر ہر شخص کو اختیار ہے جس قدر اور جو چاہے اپنی اولاد کو، اور داماد کو دے۔

38- بجائے ان مصارف زائدہ کے مناسب ہو گا کہ اصحاب استطاعت حضرات اپنی اولاد اور داماد کے لیے کوئی جائداد وغیرہ رسمی طریقے پر خرید دیا کریں' یا کوئی تجارت قائم کرا دیں۔ یا ان مصارف کے نقد کو کسی قومی فنڈ یا مدرسہ میں داخل کرا دیں۔

(17)

اس وقت بہت زیادہ بیداری کی ضرورت ہے' دوسری قومیں اپنی کثرت اپنے مال اپنے علم--- اپنی تجارت اپنے عہدوں وغیرہ کے گھمنڈ پر تلی ہوئی ہیں کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کی ہستی پامال کردو' ان کو کوئی تفوق تو درکنار ان کی آواز بھی ملک ہند میں باقی نہ رہ جائے' ادھر مسلمان اپنی نااتفاقی' افلاس' بیکاری' جہالت بے شعوری کم شماری کی وجہ سے دبتے جا رہے ہیں۔

(18)

وہ پروپیگنڈے موجود ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا نہایت مشکل ہے' اگر مسلمانوں نے اپنی تنظیم نہ کرلی' اور مکمل بیداری کو کام میں نہ لائے تو قوم مسلم کے لیے مستقبل نہایت تاریک ہو گا۔

(19)

جب کہ یہ فرقہ پرست جتھا بندی کر کے مسلم قوم کے درپے ہیں' اگر خدانخواستہ ان کو کامیابی ہو گئی' (جس طرح کے آثار مسلمانوں میں موجود ہیں) تو مسلمان شودر قوموں سے بھی زیادہ گر جائیں گے اور ان پر وہ وحشیانہ مظالم ہوں گے جن کی نظیر دنیا میں نہ ملے گی' شخصی عزت اور مال داری اس وقت کام نہ آئے گی' قوم کا گر جانا شخصی عزت کو سنبھال نہیں سکتا' ہمارے معزز اور سربر آوردہ حضرات تو احساس ہی نہیں رکھتے اور نفسی نفسی میں مبتلا ہیں' ان کو چھوڑ کر ہر ہر خاندان اور افراد قوم کو سنبھالنا اور جگانا چاہیے۔ ان میں باقاعدہ کمیٹیاں قائم کرنی چاہیں' تجارت تعلیم سپہ گری وغیرہ قائم کرتے ہوئے جہالت' نااتفاقی' فضول خرچی' مقدمہ بازی سے ان کو بچانا چاہیے۔ اور پوری منظم قوت کی کوشش کر کے دینی جذبات اور عملیات کو کمال پر پہنچانا چاہیے۔

(20)

یہی عوام اسلام کے لیے ریڑھ کی ہڈیاں ہیں' یہ اگر منظم ہو گئے تو کوئی ہم کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا' ان کے غیر منظم ہونے کی وجہ سے بے موقعہ طریقے پر دشمن فائدہ اٹھاتے ہیں یہاں تک کہ خود بھیس بدل کر آتے ہیں اور صرف شورش اور اشتعال ہی پیدا نہیں کرتے' بلکہ بسا اوقات غیر قوموں پر حملے بھی کر دیتے ہیں' اور جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو خود چمپت ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بہت زیادہ انتظامات اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر میں ملازمت کی وجہ سے مجبور نہ ہوتا تو تمام صوبہ میں دورہ کر کے مسلمانوں میں تنظیمی اسکیم کو معمول بہ کراتا۔

(21)

آپ حضرات ذرا قوم اسلام کی خبر گیری کیجئے' ان بڑوں بڑوں کے بھروسہ پر نہ رہئے' چھوٹے ہی ہمیشہ کام کرتے ہیں۔

(22)

راضی برضائے مولی رہنا وظیفہ عبودیت رہے۔ **وهو ارحم بنا من نفوسنا** اتباع سنت اور احیاء شریعت میں کوشاں رہیں' کم از کم دس بے نمازیوں کو نمازی بنائیں' اور اس اسکیم کو اطراف و جوانب میں جاری کر دیں' ہر ایک ممبر اس اسکیم کا ذمہ دار ہو کر مردوں اور عورتوں میں سے دس آدمیوں کو نماز کا پابند کر دے' رسوم غیر شرعیہ اور بدعات سے لوگوں کو نفرت دلائیے اور جہاں تک ممکن ہو مشاغل علوم دینیہ جاری رکھئے۔

(23)

اصلی خدمت دینی یہ ہے کہ انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کو دینی تعلیم دی جائے اور ان کو صحیح العقیدہ اور صحیح العمل بنایا جائے۔ یہ کام بچوں کو سدھارنے سے جس قدر مفید اور دیرپا ہوتا ہے' وہ دوسرے طریقوں سے نہیں ہو سکتا۔

(24)

بیوی اور بچوں کے حقوق آپ پر واجب ہیں' اسی طرح والدین ماجدین

کے حقوق اور ان کی خدمت گزاری آپ پر فرض عین ہے' ادھر دین کا پھیلانا اور لوگوں کی اصلاح کرنا بھی فرض ہے' مگر فرض کفایہ ہے اس لیے جب آپ کو والدین ماجدین اور بیوی بچوں کی ضروریات سے فراغت ہو تو تبلیغی کاموں میں لگئے' اسی بنا پر تبلیغ کی اسکیم میں سال بھر کے تمام ایام لوگوں سے نہیں لیے جاتے ہیں' بلکہ خالی اوقات یعنی سال میں ایک مہینہ یا پندرہ دن لیے جاتے ہیں۔

(25)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض ظاہر ہے آج ہمارے اور آپ کے سر سے وابستہ ہیں اور چونکہ دشمنان اسلام کے زہریلے اثرات امت کو بہت زیادہ برباد کر رہے ہیں۔ اس لیے ہمارے فرائض کی شدت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے' ایسے وقت میں اپنی نام آوری' اپنی راحت' اپنی شہرت' وجاہت طلبی' زر طلبی وغیرہ کو چھوڑ کر امت کی مخلصانہ اور سچی خدمات انجام دینا اور اس کو مہالک سے نکالنا اشد ضروری ہے۔

(26)

میرے عزیزو! اجتماعی کام جس قدر ضروری اور جس قدر زیادہ تر مفید اور موثر ہیں اور تاثیر قومی میں وہ بے مثل بھی ہیں' اسی قدر اس میں نفس کشی اور طبیعت کے خلاف جفائیں جھیلنا بھی ہیں' قدم قدم پر کانٹے ہیں' روڑے اور پتھر ہیں' گھڑھے اور پہاڑ ہیں' اترنا اور چڑھنا ہے۔

(27)

میرے عزیزو! محض خداوند جل و علاشانہ کے راضی کرنے کی دھن آپ سبھوں میں ہونی چاہیے' اور اس راہ میں اپنے آپ کو' اپنی خودی کو' اپنی بڑائی کو اپنی راحتوں کو' اپنی نفسانیت کو اپنی انانیت کو فنا کر دو' امت محمدیہ کی سچی خدمتیں انجام دو' نفس کہ جو اعدی العدو ہے' مار دو' اللہ تعالیٰ سے غافل مت رہو۔ اس کے ذکر اور اس کی عبادت میں برابر لگے رہو۔

(28)

اگر اتحاد اور اتفاق سے رہو گے' منافرت اور جاہ طلبی سے بچو گے' ہر

ایک دوسرے کی مدد کرے گا' اور ایک جان چند قالب بنے گا' جس طرح مولانا گنگوہی مولانا نانوتوی' مولانا محمد یعقوب صاحب' مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی' مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم العالیہ تھے' تو خود بھی کامیاب ہو گئے اور امت کو بھی کامیابی نصیب ہو گی۔

(29)

مجامع عامہ میں پیٹھ کے پیچھے آپ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے غیبت کرتے ہیں' اور برا بھلا کہتے ہیں یہ کس قدر--- عظیم غلطی ہے' اور آیا ایسی صورت میں آپ خدمت امت اور خدمت دین کر سکتے ہیں۔

(30)

صاحبزادی کے عقد میں جلدی جس قدر بھی ہو سکے کوتاہی نہ فرمایئے اور اس قدر سادگی عمل میں لائیں' کہ برادری کے غریب سے غریب آدمی بھی اس پر عمل کر سکیں۔

(31)

جس قدر معلومات حاصل ہوں' اور دوسرے اس سے بے خبر ہوں' ان کو بتایا جائے' جن کو کلمہ نہ آتا ہو ان کو صحیح طور پر کلمہ' اور اس کے معنی بتائے جائیں۔

چھٹا باب

رموز تصوف

(1)

کسی ناقص کو چھوڑ کر کامل کو اختیار کرنا ممنوع نہیں' بلکہ یہی سمجھ کی بات ہے اور اکابر نے ایسا کیا ہے۔

(2)

بسط و قبض خلقت بشری کا تقاضہ ہے' مایوس نہ ہونا چاہیے۔

(3)

شجرہ کا ورد بہتر ہے' جس وقت فرصت ہو کر لیا جائے' نماز باجماعت اور تہجد کی مداومت نعمت الٰہی ہے' اور ذکر کی مداومت حتی الوسع جی لگا کر نہایت ضروری ہے۔

(4)

انسان کو توکل کرتے ہوئے سمجھ بوجھ کے ساتھ اپنی معیشت کے اسباب درست کرنا' اور خداوند کریم سے غافل نہ ہونا ضروری امور ہیں۔

(5)

(یہ بات کہ) زن و شوہر کے تعلقات کے ساتھ اصلاح نفس محال ہے میں اس کو تسلیم نہیں کرتا' کیونکہ بیوی کے ساتھ خلوت بھی قلب و روح کو جلا دیتی ہے۔

(6)

فکر معاش اصلاح نفس میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے' لیکن جو تجرد پر قادر نہ ہو تو لامحالہ اس کو شادی اور باطنی اصلاح کے کام دونوں ہی سے مشغول ہونا پڑے گا۔

(7)

تصور شیخ وسوسہ اور پریشان خیالات سے بچاتا ہے' تصور شیخ سے عجیب و غریب کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور شیخ کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

(8)

ذکر جہری بہتر ہے بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچے۔

(9)

خطرات وسوسوں اور پریشان کن خیالات سے دل گیر نہ ہونا چاہیے' نہ اس سے گھبرا کر ذکر کو ترک کرنا چاہیے۔

(10)

آخری شب میں نماز کے اندر قرآن کریم کی تلاوت کرنا تزکیہ قلب کے لیے سب سے مفید اور موثر ہے' خصوصاً اس وقت جب کہ قرات لمبی اور تفکر و تدبر کے ساتھ ہو۔

(11)

خیالات سے گھبرا کر وظائف کو ترک نہ کیجئے!
وسوسوں کا آنا ہر شخص کے لیے لازمی ہے۔

(12)

میرے بھائی وسوسوں اور پریشان خیالات کی بنا پر کوئی وظیفہ ترک نہ کرو۔ کبھی کبھی یہ خوف اور وساوس نیک نتائج کا پیش خیمہ اور سبب بنتے ہیں۔

(14)

عبادت پر اعتماد اور گھمنڈ کرنا خطرناک ہے۔

(15)

مشق و تمرین جاری رکھیں' تاکہ ذکر و فکر طبیعت ثانیہ بن جائے۔

(16)

تصور شیخ تو تصوف کی ابتدائی منزل ہے۔

(17)

اگر ذکر جلی میں دشواریاں ہوں تو ذکر خفی پر اکتفا کیجئے۔

(18)

ذکر و شغل کا مقصد خوشنودی رب اور شکر ہونا چاہیے۔

(19)

مقصود حقیقی اور محبوب حقیقی کے سوا دوسری طرف التفات نہ کرو!

(20)

ذکر روحی قلب کی توجہ کا نام ہے۔

(21)

ذکر کو طبیعت ثانیہ اور فکر کو صلوۃ دائم بنا لیجئے۔

(22)

تم اس سے ہرگز پریشان نہ ہو کہ اثناء ذکر میں کیفیات کا ظہور نہیں ہوتا یا لذت نہیں محسوس ہوتی' کیونکہ یہ مقصود نہیں ہے۔

(23)

تصوف کا ضروری اور مضبوط اصول جو کہ نفس پر شاق بھی ہوتا ہے یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ بدظنی اور دوسروں کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔

(24)

دفع وساوس اور خطرات کے لیے "سورہ ناس" اکسیر ہے' روزانہ ایک سو مرتبہ یا کم از کم چالیس مرتبہ مع خیال معنی پڑھ لیجئے!

(25)

جو الفاظ زبان سے یا قلب سے "ذکر قلبی میں" یا سانس کے ساتھ (پاس انفاس) میں نکلتے ہیں ان کے معانی کا تصور قلب میں قائم رہے' یہ نہ ہو کہ زبان سے کچھ نکل رہا ہے اور قلب غافل ہے' یا کسی دوسری طرف متوجہ ہے۔

(26)

واقعہ یہ ہے کہ ذکر کرتے کرتے جب چھوڑ دیا جاتا ہے تو قلب میں ایسی قساوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد ذکر کرنے میں پہلی حالت زیادہ دنوں میں عود

کرتی ہے۔ ہاں اگر انسان کے باطنی اجزاء ذکر سے پوری طرح رنگین ہو چکے ہوں تو پھر ترک کرنا مضر نہیں ہوتا۔

(27)

ذکر کرتے وقت حتی الوسع حدیث نفس اور خیالات دنیا کو زائل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ خدا کو منظور ہے تو اثر ظاہر ہو گا۔

(28)

ذکر پر مداومت کیجئے! لذت مطلوب اصلی نہیں ہے۔

(29)

لطائف کا جاری ہونا مقصد اصلی نہیں' اگر منظور الہٰی ہے تو یہ اشیاء بھی حاصل ہو جائیں گی۔

(30)

پاس انفاس----- کا مقصد یہ ہے کہ کوئی سانس آمدنی ور فتنی ذکر خداوندی سے خالی نہ ہو اور اس کے ساتھ ذکر قلبی کا بھی رابطہ ہو۔

(31)

سالک کو ذکر کی کیفیات اور یہ کہ وہ کس طریق کا ہے پوچھنا نہ چاہیے' مریض کو دوا کا استعمال ضروری ہے' اس کی کیفیت وغیرہ سے سوال کرنا لایعنی امر ہے۔

(32)

اگر دل میں تڑپ اور سینہ میں درد نہ ہو تو زندگی ہیچ ہے' وہ انسان بھی انسان نہیں جس کے دل و دماغ روح' اعضاء رئیسہ محبوب حقیقی کے عشق اور ولولہ سے خالی ہیں۔

(33)

نماز میں کسی شخص کا تصور نہ فرمایئے' بلکہ ضیاء القلوب میں نماز کے لیے طریقہ ذکر کیا گیا ہے اس کو عمل میں لایئے' انشاء اللہ کامیابی ہو گی۔

(34)

ہمارے اسلاف پر نسبت چشتیہ ہی غالب ہے' اگرچہ دوسرے طرف میں ان کو اجازت ہے۔

(35)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ اگر دل کو حاضر کر کے ذکر نہیں کیا جائے گا تو فائدہ مترتب نہیں ہو گا' اگرچہ سالہا سال تک یہ عمل جاری رکھا جائے۔ میں بھی اس ارشاد کو بڑے درجہ تک تسلیم کرتا ہوں اگرچہ زبان کا ذاکر ہونا بھی ضرور بالضرور فائدہ رکھتا ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے' ثواب ذکر مترتب ہوتا ہے' اور زبان سے تعدی قلب تک ہوتی ہے جوارح اور روح کو بھی کچھ نہ کچھ انصباغ کی نوبت آتی ہے مگر واقعیت یہ ہے کہ یہ فائدہ اس فائدہ کے مقابلہ میں جو دل لگنے پر ہوتا ہے کان لم یکن ہے۔

(36)

قلبی ذکر میں سانس کا ذکر اگرچہ جاری رہے' مگر توجہ بالذات قلب کی طرف رہنی چاہیے' سانس سے قطع نظر رکھیں' خواہ وہ اس کے ساتھ جاری رہے' یا نہیں' یہ کشمکش برائے چندے پھر زائل ہو جائے گی۔ اور ایک دوسرے سے متمیز ہو جائے گا۔

(37)

گریہ اگر خود بخود طاری ہو تو بہتر ہے' کوشش کی زیادہ ضرورت نہیں اگرچہ نص میں موجود ہے ان لم تبکوا فتباکوا (الحدیث) بعض اسلاف گریہ ہی کو مقصود بالذات فرماتے ہیں' مگر تحقیق یہ ہے کہ یہ خلوص ذکر کا ذریعہ ہے' اس لیے مقصود بالذات ذکر ہی ہے۔

(38)

حقیقی محبوب اور اس کی صفات کمالیہ کا تدبر اور اپنی احتیاج اور مفارقت و تقصیرات عشقیہ کا خیال انشاء اللہ بے چینی اور قلق پیدا کر کے رہے گا۔

(39)

اللہ حاضری اللہ ناظری میں بھی صرف دھیان یعنی تفکر نہیں مطلوب ہے

بلکہ زبان سے بھی کہنا چاہیے' البتہ معنی کا خیال رکھتے ہوئے' اور اسم سے مسمی کی طرف منتقل ہوتے ہوئے ذکر کرتے رہیں۔

(40)

حبس دم نہایت مفید عمل ہے' ایسے وقت میں جب کہ معدہ بھرا ہوا نہ ہو اور نہ اس قدر گرسنگی ہو جو کہ بے قرار کر دے' معتدل جگہ میں جہاں پر نہ زیادہ سردی ہو نہ زیادہ گرمی' باوضو چار زانو قبلہ رو بیٹھیں' اور آہستگی سے سانس ناف سے کھینچ کر دل پر روک لیں' زبان اس وقت تالو سے لگی ہوئی غیر متحرک ہو' اور خیال سے لفظ لا الہ بائیں زانو سے نکال کر دائیں زانو پر گزارتے ہوئے داہنے مونڈھے پر ختم کریں اور پھر الا اللہ کی ضرب قلب پر لگائیں۔ اس سب کارروائی میں سر کو حرکت دیتے رہیں' یعنی زانوئے چپ سے زانوے راست پر ہوتا ہوا داہنے مونڈھے تک پہنچے اور پھر قلب پر ضرب لا الہ الا اللہ کی حرکت ہو' ہر ایک سانس میں تین مرتبہ ذکر ہو۔ اس کے بعد آہستہ سے سانس باہر نکال دیں' پھر دوسری سانس میں اسی طرح کریں' اس طرز پر دس سانس پہلے روز کریں' دوسرے دن دس اور بڑھائیں۔ یہاں تک کہ سو سانس تک نوبت آ جائے اس کے بعد ہر سانس میں ایک ایک عدد روزانہ زیادہ کرتے رہیں' یہاں تک کہ ہر سانس میں ایک سو اکیس تک ذکر کرنے لگیں' اگر ابتداء میں روزانہ دس دس سانس بڑھانے میں دقت ہو تو ایک ایک سانس بڑھائیں' مگر ہر سانس میں کم از کم تین مرتبہ ذکر سے شروع کر دیں' اور ہر روز ایک ایک ذکر زیادہ کریں' اس میں حرارت زیادہ پیدا ہو گی' ذکر کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک سرد پانی یا سرد غذا استعمال نہ کریں' اس حبس دم سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوں گے' مگر مداومت شرط ہے۔ خطرات فاسدہ اور وساوس کاسدہ کے لیے اکسیر ہے' مگر اہل تصوف اسلام اس کو ایک سو اکیس مرتبہ ذکر کی مقدار سے زائد کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

(41)

جس قدر بھی ممکن ہو ذکر و فکر اور توجہ الی اللہ کو عمل میں لاتے رہے'

مالایدرک کلہ لایترک کلہ۔

(42)

پاس انفاس میں تو جہر ہوتا ہی نہیں' اس سے دماغ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا البتہ بارہ تسبیح میں جہر ہوتا ہے...... جہر خفیف نہیں بلکہ (ادنی جہر ان یسمع غیرہ) کافی ہے' اس میں مقدار سے دماغ پر زیادہ اثر نہیں ہوتا' اور اعتیاد کے بعد تو بالکل مضمحل ہو جاتا ہے' ہاں اس میں ضرب علی القلب ضروری ہے۔

(43)

پاس انفاس میں زبان اور ہونٹ کو حرکت نہ ہونی چاہیے' نہ آواز میں جہر پیدا ہونا چاہیے' اندر جانے والے سانس میں لفظ اللہ' اور باہر نکلنے والے سانس میں لفظ ہو پیدا ہونا چاہیے' اور ہو الظاہر و الباطن کا تصور قائم کرنا چاہیے' اس کو علاوہ وقت مقررہ کے چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے حتیٰ کہ پاخانہ پیشاب کرتے ہوئے بھی جاری رکھنا چاہیے' تاآنکہ طبیعت ثانیہ بن جائے اور بلا اختیار و ارادہ ہونے لگے۔

(44)

مشائخ سلسلہ کے لیے ایصال ثواب کرنے کے بعد یہ دعا ہونی چاہیے **اللهم بجاههم طهر قلبی عما سواک و نوره بانوار معرفتک و عشقک و محبتک۔**

(45)

جس طرح اجازت ذکر عظیم الشان انعام ہے' اسی طرح خداوند قدوس کا اپنے کسی بندہ انسانی سے محبت فرمانا' اور اپنے قرب و معیت و محبت و رافت سے نوازنا انتہائی انعام و کرم ہے۔

(46)

دعائیں ابتہال اور تضرع کے ساتھ مانگا کیجئے' اور یہ نہ کہئے' کہ قبول نہیں ہوتیں' اول تو وظیفہ عبودیت ہی کے خلاف ہے' عبد کا کام مانگنا' تضرع و زاری عمل میں لانا الحاح کرنا ہے۔

ع او بشنود یا نہ شنود گفتگوئے می کنم

(48)

حصول ثوالب اعمال صالحہ پر شکر گزار رہیے۔ **لان شکرتم لازیدنکم**

قوالب کے بعد ہی نفخ روح ہوتا ہے۔ جدوجہد انشاء اللہ وہاں تک بھی پہنچائیگی۔

(48)

ذکر پر مداومت کرنا باعث شکر ہے' خواہ جی لگے' حضور قلب ہو یا نہ ہو " انا مع العبد ماتحرکت بی شفتاہ حدیث قدسی کے الفاظ ہیں' اگر قلب ذاکر نہیں ہے' تو جسم اور زبان تو ذاکر ہے۔ اگرچہ یہ ذکر لسانی ذکر قلبی کے سامنے نہایت کمزور نسبت رکھتا ہے' جیسے کہ ذکر قلبی ذکر روحی کے سامنے نہایت کمزور نسبت رکھتا ہے۔

(49)

فضائل رفاقت اور تاثیر صحبت کا عالم اسباب میں انکار نہیں کیا جا سکتا صحبة الشیخ ساعة خیر من عبادة ستین سنة مشہور مقولہ ہے۔

(50)

بیماری اور صحت میں جس قدر زیادہ سے زیادہ ذکر ہو سکے کرتے رہیں خواہ زبانی ہو یا پاس انفاس یا ذکر قلبی' بہرحال جس طرح ہو ذکر سے غافل نہ رہیں۔

(51)

رحمت خداوندی سے کسی وقت بھی مایوس نہ ہوں' وہ کریم کارساز عمیم الاحسان غفار الذنوب والخطایا ہے' اس کا وعدہ ہے' اور نہایت سچا وعدہ ہے کہ آسمان و زمین کے تمام فضا سے بھرے ہوئے گناہوں کو بھی رجوع اور انابت الی اللہ کی بنا پر اپنی مغفرت سے بھر دے گا۔

(52)

مقصود اعظم جملہ حرکات و سکنات رضائے باری عزوجل ہے' وہ راضی ہو تو ساری خدائی پوجنے لگے' اور اگر خوانخواستہ وہ ناراض ہو جائے' تو کوئی بھی اپنا نہیں' بالخصوص عالم علوی میں۔

(53)

کتب تصوف کے مطالعہ کو حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سالک کے لیے منع فرماتے تھے' مریض ظاہر کتب طب کا اگر مطالعہ کرے تو بجز تشویش کے اس کو کچھ

حاصل نہیں ہوتا' اور اگر خود ان ادویہ اور نسخہ جات کو استعمال کرنے لگے تو عموماً" بجائے نفع نقصان اٹھاتا ہے۔

(54)

منہ میں گلوری رکھ کر اگر اس میں تمباکو نہ ہو ذکر وغیرہ میں کوئی حرج نہیں' ہاں اگر تمباکو ہو تو کلی کرنا اور بدبو کو دور کرلینا چاہیے۔

(55)

جو حالت لرزہ کی بعض اوقات نماز وغیرہ میں پیدا ہوتی ہے' بہت مبارک اور امید افزا ہے۔

(56)

اعتماد اللہ پر رکھیں' بندہ کا فریضہ صرف جدوجہد اور عمل ہے۔ متصرف فی الاکوان (ساری کائنات) جناب باری عزاسمہ ہے' قلوب خلائق بین الا صبعین (انگلیوں کے درمیان) ہیں' وہ ہمارے ساتھ رؤف و رحیم ہے' نہ گھبرانا چاہیے' نہ مایوس ہونا چاہیے' اور نہ مطمئن علی غیر اللہ ہونا چاہیے' اور اس کی رضا جوئی ہمیشہ مطمح نظر رہنا چاہیے۔

(57)

یہ حالت کہ زلزلہ زمین میں بوقت ذکر معلوم ہوتا ہے کچھ تعجب خیز نہیں ہے' ذکر کے آثار محمودہ میں سے ہے' اس سے نہ گھبرایئے اور نہ دل لگایئے صرف محبوب حقیقی سے دل لگایئے۔

(58)

دل لگے یا نہ لگے کتنا ہی انقباض ہو مگر نماز ہرگز ترک نہ ہونی چاہیے۔

(59)

بارگاہ الٰہی میں جس قدر بھی رونا' اور سوز و گداز ہو بہتر ہے' مایوسی نہ ہونا چاہیے تضرع و زاری مطلوب ہے' ادعوا ربکم تضرعا و خفیة

(60)

سالک کے لیے بالخصوص ابتدائی ایام میں تنہائی بہت زیادہ ضروری ہیں

صحبت شیخ تو بیشک مفید ہے' مگر بقول شاعر

ع از خلائق دور ہمچو غول باش

(61)

محبوب حقیقی کی یاد جس قدر بھی ہو مفید اور ضروری ہے' ماالشغلک من الحق فھو طاغوت اسی طرف اپنی توجہ رکھئے۔

(62)

اخلاص اور للہیت ہر قول و فعل اور ہر حرکت اور سکون میں اشد ضروری ہیں' یہی امر سخت مشکل ہے' اعانت خداوندی' اور سالہا سال کی ریاضت کے بغیر اس کا حصول نہیں ہوتا' یہی وجہ ہے کہ ایاک نعبدک کے بعد لفظ ایاک نستعین لایا گیا ہے۔ اغنی لا اقدر علی اخلاص عبادتک الا باعانتک۔

(63)

نفس اور شیطان کے مکر ہزارہا ہزار ہیں' اور دونوں انسان کو وہ اگر کھلی ہوئی انانیت اور جاہ پرستی اور خود غرضی سے بچتا بھی ہے' تو ایسی ایسی خفیہ تدبیروں میں مبتلا کرتے ہیں کہ ان سے بچنا سخت مشکل ہوتا ہے۔

(64)

انسان کو اولوالعزم مستقبل مزاج' حطام دنیا سے معرض' نعمائے آخرت پر مقبل ہونا چاہیے' حب جاہ نہایت برباد کرنے والی چیز ہے ماذئبان ضاریان جائعان ارسلا فی نریۃ غنم بافسد لھا من حب الجاہ الدین المرع (اوکما قال علیہ اسلام حدیث صحیح ہے۔)

(65)

حب جاہ اس ر لیجۂ مرض ہے کہ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اخر داء یذھب من قلوب الصدیقین (یعنی یہ وہ بیماری ہے کہ صدیقین کے قلوب سے تمام بیماریوں کے بعد دور ہوتی ہے۔

(66)

ہم لوگوں سے اپنی قلبی اور نفسانی شرارتوں کو چھپا سکتے ہیں' مگر جس سے

سابقہ پڑتا ہے اس سے نہیں چھپا سکتے۔ **وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم اللہ۔**

(67)

علام الغیوب کو راضی کرنے کی فکر کرنی چاہیے' دنیا میں ہم کتنی بھی کامیابی و شہرت حاصل کریں صرف چند روزہ ہے' اس مقدس ذات کا قرب اور رضانامہ حاصل کرنا چاہیے جس کے یہاں دوام ابدیت ہے۔

(68)

غیراللہ سے دل کو پاک و صاف کیجئے۔

(69)

ہم کو مراقبہ میں تجلیات الہیہ کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے۔

ع دل گزر گاہ جلیل اکبر است

اگر قلب کے مراقبہ میں دقت یا استبعاد واقع ہو مگر اس پر مداومت کرنا چاہیے' تمرین مشکلات کا ازالہ کا ذریعہ ہے۔

(70)

توجہ الی الذات المتصفۃ بجمیع الصفات الکمال المنزھۃ من جمیع سمات النقص والزوال۔ یہی امید افزا اور ضروری الدوام ہے جس قدر ممکن ہو اس میں انہماک کیجئے' قلب انسانی اس کا محل تجلی اور مرکز ہے۔ **لایسعنی ارضی و لاسمائی الاقلب عبدی المومن۔**

(71)

اذکار سریہ یا جہریہ اولاً" بالذات اسماء سے متعلق ہیں اور مراقبہ مسمی سے تعلق رکھتا ہے' ظاہر ہے کہ مسمی متبوع اور مقصود ہے' اور اسماء توابع ہیں' اس لیے اگر ذکر اسماء موید توجہ الی الذات ہوں فبہا و نعمت عمل میں لائیے والا مراقبہ ہی مقدم ہے۔

(72)

گریہ کا غلبہ ہونا نسبت چشتیہ کا ظہور ہے۔

(73)

جو لحہ اور سانس ذکر کے ساتھ گزرتا ہے وہی حقیقت میں زندگی کا لحہ ہے باقی محل گفتگو ہے۔ الدنیا ملعونة و ملعون مافیھا الانکر اللّٰه و ما والاہ----- (اوکما قال علیہ السلام)

(74)

اثناء ذکر میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد (خواہ ایک تسبیح یا کم و بیش کے بعد) یہ دعا دل لگا کر مانگا کرو۔ یا رب انت مقصودی ترکت الدنیا و الاخرۃ لک اتمم علی نعمتک وارزقنی وصوتک التام ورضاء لا سخط بعدہ ابدا

(75)

مخلوق کو خالق کے لیے چھوڑو اور اپنی لو صرف خالق سے لگاؤ' سر کا چکر رفو چکر ہو گا۔

(76)

فقط استحقاق بغیر عمل شیخ کہیں قابل اعتبار نہیں ہوا۔

(77)

مراقبہ میں لذت کا محسوس ہونا بہت امید افزا ہے' مگر مقصد اصلی وہی ذات فاطر السموت والارض اور اس کی رضا ہونی چاہیے۔

(78)

خطرات وساوس قلبیہ اور احادیث نفس طبعی امور میں بہت غلو رکھتا ہے کثرت ذکر اور قلبی توجہ الی معانی الذکر اس کے دفعیہ کے لیے تریاق ہیں۔ ومن یعش عن نکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھولہ قرین۔

(79)

ذات مقدسہ جل و علی شانہ کی حضوری' اور اس کی رضا و خوشنودی غرض اصلی ہے' اسی کے لیے تمام سعی اور کوشش جاری رہنی چاہیں' اصلی ذکر یہ ہے۔

(80)

امراض قلبیہ کے متعلق جدوجہد ہمیشہ جاری رکھیے' مگر سب سے زیادہ

مقدم ذکر اور مراقبہ ہے۔ اس میں انتہائی محنت اور توجہ ہونی چاہیے' اگر اس میں کامیابی ہو گئی تو آہستہ آہستہ اخلاق بھی درست ہو جائیں گے۔

(81)

متقدمین تہذیب اخلاق کی جدوجہد اولاً کراتے تھے' پھر سلوک بالذکر و المراقبہ کراتے تھے' مگر بسااوقات ایسا ہوا کہ سالک کی عمر تہذیب اخلاق ہی میں ختم ہو گئی۔ متاخرین وصول الی اللہ کے بعد اخلاق رزیلہ کا ازالہ کراتے ہیں' اس میں اگر سالک کی عمر درمیان میں ختم ہو گئی تو محروم نہیں جاتا' نیز وصول الی اللہ کے بعد اخلاق رزیلہ کا ازالہ بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طریقہ کو ہمارے اکابر پسند فرماتے ہیں۔

(82)

واقعہ یہ ہے کہ نفوس زمانہ سعادت میں جس قدر استعداد رکھتے تھے اس کے مطابق اور ماحول کے اثرات کے ماتحت خیر القرون میں عدد و قیود اور کیفیات درکار نہ تھیں۔ مگر بعد میں واجبات ذکر اور تقرب الی اللہ کے لیے حکماء ارواح کو ازمنہ متاخرہ میں اعداد قیود ضروری معلوم ہوئیں۔

(83)

امراض باطنیہ میں تفاوت کی بنا پر علاج اور ادویہ میں تفاوت کا ہونا ضروری ہے' زمانہائے مشہود لہا بالخیر پر اس زمانہ کو جو کہ مشہود لہا بالشر ہے مساوی قیاس کرنا غلطی ہو گی۔

(84)

آدمی کتنا بھی بزرگ ہو جائے مگر پھر بھی انسان ہے' انسانی کمزوریاں علم یا سلوک سے فنا نہیں ہوتیں' البتہ نفسانی خباثات میں کمی آ جاتی ہے (انقلاب ماہیت ہو جائے تو دو چند اجر و ثواب کیونکر ہو؟)

(85)

اگر تصور ذات بحت ایسا غیر ممکن ہے تو پھر صفات کا اثبات اور توحید کا اعتقاد اور تصدیق سب باطل ہو جائیں گے' کیونکہ حکم بغیر تصور محکوم علیہ اور محکوم

یہ ناممکن ہے۔

(86)

شغل برزخ کو اگرچہ حضرت شاہ اسماعیل صاحب قدس سرہ العزیز نے سدا للذریعہ منع فرمایا ہے، مگر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ اس کو منع نہیں فرماتے تھے۔

(87)

برزخ شیخ دفع خطرات اور احادیث نفس کے منع کرنے میں بہت تاثیر رکھتا ہے مگر چونکہ غلط کاری کا اندیشہ اس میں بہت ہے، اس لیے احتیاط کی جاتی ہے۔ جو کہ ضروری ہے۔

(88)

امراض باطنیہ کا علاج مختصرا" تو کثرت ذکر اور تدبر فی القرآن اور کثرت تلاوت ہے اور تفصیلی احادیث متعلقہ میں غور کرنا، اور ان کی ہدایات کے مطابق ہر ایک خلق میں جدوجہد کرنی۔ تصوف کی کتابیں ان امور میں ہدایت مکمل کرتی ہیں بالخصوص امام غزالیؒ رحمتہ اللہ علیہ کی کتابیں جیسے کیمیائے سعادت، منہاج العابدین وغیرہ۔

(89)

ذکر لسانی ہمیشہ اپنی کثرت مداومت سے، ذکر قلبی جس کا مرکز زیر پستان چپ چار انگل ہے، اور ذکر روحی کی طرف جس کا مرکز زیر پستان راست ہے منجر ہوتا ہے۔

(90)

حضرات چشتیہ قدس اللہ اسرار ہم تمام لطائف کو قلب ہی میں مندرج مانتے ہیں اور اسی کی طرف توجہ کرنے سے تمام لطائف کو طے کرتے ہیں۔

میرے محترم! یہ سب لطائف وسائل اور ذرائع ہیں، انوار وغیرہ بھی مقاصد اصلیہ نہیں ہیں۔

(91)

قبض و بسط لوازمات بشری ہیں' بسط میں شکرگزاری ضروری ہے۔ لان شکرتم لازیدنکم۔ اور قبض میں استغفار کی کثرت اور عدم مایوسی لازم ہے' حضور دائم بلاکیف و کم کی جدوجہد کرتے ہوئے رضا اور خوشنودی کے خواہاں رہیں جس کے لیے اتباع سنن سید المرسلین ؐ ازبس ضروری اور لازم ہے۔

(92)

اس راہ میں غفلت بھی گناہ ہے' اس سے بار بار توبہ اور استغفار ہونی چاہیے۔

(93)

پڑھانے میں اگرچہ توجہ الی الغیر ہوتی ہے' مگر اس سے نسبت میں قوت پیدا ہوتی ہے اور نشرواشاعت دین اور وظیفہ بنویہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی ادائیگی ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے ادا کرنے میں حسب استطاعت کوشش کیجئے۔

(94)

لطائف مدرکہ کا ترقی پذیر ہونا نعمت عظیمہ ہے۔ ذات مقدسہ بے مثل اور بے مثال ہے۔ اسی طرف دھیان متوجہ رہنا چاہیے۔

(95)

عورتوں کی طبیعت ضعیف ہوتی ہے' ذکر کی زیادتی سے اور امور خانہ داری سے بسا اوقات عاجز ہو جاتی ہیں اس لیے ان کی تعلیم میں اسم ذات کے ذکر لسانی پر اکفتا کیجئے۔

(96)

مجذوب سے ارشاد و تسلیک نہیں ہوتی' البتہ جب وہ ہوش و حواس میں ہو تو رہنمائی کر سکتا ہے۔

(97)

اجازت کے لیے الہام اور کشف ضروری نہیں۔ اجازت استعداد اور قابلیت پر ہوتی ہے۔

(98)

چاروں سلسلوں میں کوئی تضاد نہیں ہے' بلکہ سب کا مقصد ایک ہی ہے اور چاروں میں بیعت کرنے کا مقصد یہی ہے کہ سب سے تعلق باقی رہے۔

(99)

اپنے اعمال پر مامون نہ ہو جانا اور اپنے نفس کے ساتھ بدگمانی رکھنا نہایت ضروری ہے جب یہ حالت طاری ہو تو توبہ اور استغفار میں مشغول ہونا چاہیے' اور جب فرحت اور انبساط پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

(100)

وساوس اور خطرات کے علاج کے تین طریقے سہل بالفعل ہیں' ایک یہ کہ کوشش برابر ذکر اور نماز میں جاری رہے کہ جب بھی کوئی خطرہ آئے تو فوراً اس کو دفع کیا جائے۔ حدیث نفس پیدا ہو تو فوراً کاٹ دیا جائے آگے بڑھنے نہ دیا جائے اس سے شیطان اور خناس کا زور آہستہ آہستہ کم ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون

اس عمل کو برابر کرتے رہیں' انشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ کمی ہو گی۔ دوئم یہ کہ روزانہ ایک سو مرتبہ سورۂ ناس باتصور معنی یعنی جی لگا کر کسی وقت پڑھ لیا کریں' اگر ان دونوں پر عمل در آمد ہو تو فبہا۔ سوئم مخصوص نماز کے ساتھ ہے اس کو صراط مستقیم میں ذکر کیا گیا ہے' ص 86 سطر گیارہ ملاحظہ فرمائیے۔

(101)

سلوک کے طریقوں میں یہ طریقہ (قرآن مجید میں انہماک) نہایت قوی اور عمدہ ہے اگرچہ اس میں مدت زیادہ لگتی ہے' مگر نہایت مامون اور محفوظ طریقہ ہے۔ خطرات سے بالکل خالی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی طریقہ ہے۔ ذکر کے طریقہ میں اگرچہ مدت کم لگتی ہے' عشق کی سوزش اور محبت محبوب حقیقی کی آگ تیزی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف پہنچا دیتی ہے۔ مگر اس میں خطرات اور مخاوف بہت ہیں' بہرحال اس طریق کار میں جس قدر جدوجہد ہو سکے عمل میں لاتے رہے۔ ہاں اگر یہ تصور بدھ سکے کہ پروردگار عالم میری زبان سے پڑھ رہا ہے اور میرے نفس کو اور تمام اپنے بندوں کو شہنشاہی خطاب اپنی عظمت اور جلال کی شان

اور رحمت و رافت کی صفت سے کر رہا ہے' تو بہت بہتر ہے' معانی کا دھیان رکھتے ہوئے عمل فرمائیں' انشاء اللہ تعالیٰ بہتر نتائج پیدا ہوں گے۔

(112)

اتنا تشدد نفس پر نہ کیجئے کہ صحت پر اثر پڑے' ہمارے زمانہ کے اعضاء اور اغذیہ اس تشدد کے متحمل نہیں' جو اس زمانہ اور ان اقطار و امزجہ کے مناسب تھے۔

(103)

جس طرح طب کی کتابیں دیکھ کر مریض اپنا علاج نہیں کر سکتا' اسی طرح ضیاء القلوب وغیرہ کتب سلوک سے تصوف کا سلوک غلط کاری ہے۔

(104)

اعمال سلوک کے لیے مرید ہونا کافی نہیں ہے' بلکہ ہر عمل کے لیے شیخ کی خصوصی اجازت ضروری ہے۔

ع کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

(105)

عرف میں تصور شیخ کسی مقدس اور بزرگ کی صورت کو ذہن میں دھیان لانے اور جمانے کا نام ہے۔ بالخصوص اپنے مرشد کے شخص اور چہرے کو خیال میں جمانے اور حاصل کرنے کو تصور شیخ کہتے ہیں۔

(106)

مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں' اور ہر دم آگاہ رہتے ہیں' یہ خدا ہی کی شان ہے۔ گہہ و بیگاہ بطور خرق بعض اکابر سے ایسے معاملات ظاہر ہوتے ہیں' اس سے جاہلوں کو یہ دھوکہ پڑا ہے۔

(107)

بجز رضائے الٰہی اور توجہ الی الذات المقدسہ کوئی چیز مقصود اصلی نہ ہونی چاہیے' یعنی بے چینی اور طلب اسی کی ہونی اور رہنی چاہیے' مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دریا شاہی سے جو اس کے سوا ملے تو اس کو رد کر دیا جائے ان اللہ تصد

ق علیکم فاقبلوا اصدقته' بلکہ اس کو سر اور آنکھوں پر رکھیں' مگر..... طلب اور بے چینی صرف مقصد اصلی کے لیے ہو' اس کے سوا جو ملے اس کو لیے رہیں' اور طلب مقصود و اصلی میں سکون نہ ہو۔

(108)

جو حالتیں' حال میں یا خواب وغیرہ کی پیش آئیں لوگوں سے بیان نہ کیجئے' ہاں اگر بے اختیاری طور پر کچھ ظاہر ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے' جو حرکات آواز وغیرہ اور درد محسوس ہوتا ہے وہ آثار ذکر کے ہیں۔

(109)

اپنے مصلح اور ہادی سے فائدہ اور اصلاح جب ہی ہوتی ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اس طرح سپرد کر دے جس طرح مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے (کالمیت فی یدالغسال) نیز یک در گیر محکم گیر پر عامل ہو' یعنی جس شخص کا دروازہ پکڑا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے' آج یہاں کل وہاں نہ ہونا چاہیے۔

(110)

ذکر کے وقت اور دوسرے اوقات میں گریہ کا غلبہ سلسلہ چشتیہ کی نسبت کا ظہور ہے۔ قلب میں درد ہونا بھی مبارک ہے۔ اگر کسی وقت اس قدر بے چینی بڑھ جائے کہ تحمل نہ ہو سکے تو تھوڑے پانی میں سورہ فاتحہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر پی لیا کیجئے۔ انشاء اللہ سکون ہو جائے گا۔

(111)

اپنی کیفیتوں کو جہاں تک ممکن ہو لوگوں پر ظاہر نہ کیجئے' اگر بے اختیار طور پر کچھ ظاہر ہو جائے مضائقہ نہیں ہے۔

(112)

بیعت توبہ اور بیعت ارشاد میں فرق ہے' بیعت توبہ یہ ہے کہ کسی شخص کو الفاظ توبہ تلقین کرائے جائیں' اور اس کو اتباع شریعت کی تاکید کر دی جائے' یہ امر ہر اس شخص کے لیے صحیح ہے جو کہ عالم باعمل ہو' خواہ اس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کی ہو یا نہ' خواہ اس نے سلوک تصوف طے کیا ہو یا نہ' خواہ اس کو

مرشد سے اجازت تسلیک ہو یا نہ' اور بیعت ارشاد اس شخص کا حق ہے جس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد منازل سلوک طے کر کے ملکہ یادداشت حاصل کرلیا ہو' اور مجاز تسلیک ہو گیا ہو۔

(113)

ذکر اور اپنی اصلاح کی فکر موجب شکر ہے۔ اس میں جس قدر بھی تعمیر اوقات ہو جدوجہد رکھیں۔ عمر عزیز کے گرانمایہ لمحات کو ضائع نہ ہونے دیں۔

(114)

اپنے آپ کو سب سے کمتر جاننا چاہیے اور اللہ کے فضل و کرم کا ہر وقت خواستگار' اور اس کی ناراضی سے ہمیشہ خائف رہنا چاہیے۔

ساتواں باب

بکھرے موتی

(1)

میں الٰہداد پور قصبہ ٹانڈا ضلع فیض آباد کا باشندہ ہوں' الٰہداد پور قصبہ ٹانڈہ سے بالکل متصل ہے' تقریباً" سو برس یا اس سے زائد ہمارے خاندان کی جائے سکونت ہے' وہاں کے اطراف و جوانب میں ضلع سلطان پور' اعظم گڈھ' اور فیض آباد کے دیہات اور قصبات ہیں صرف سادات اور بڑی ذات کے شیخ زادوں میں ہماری رشتہ داریاں صدیوں سے چلی آ رہی ہے' ہمارا آبائی پیشہ زمینداری اور پیری مریدی ہے۔ شاہان دہلی مغلیہ خاندان کے ابتدائی بادشاہوں نے ہمارے اعلیٰ مورثوں کو 24 گاؤں دیئے تھے' جن میں 1857ء تک 13 باقی رہ گئے تھے۔ 1857ء میں ایک ہندو راجہ نے جس سے پہلے عداوت چلی آ رہی تھی بڑوں کے انتقال اور بدعملی کی وجہ سے سب پر قبضہ کر لیا اور الٰہداد پور لوٹ لیا' ہمارے قدیمی کاغذات وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا بے شمار خزانے اور غلہ اور سامان اس نے لوٹے جس کو وہ ایک مہینہ تک گاڑیوں میں منتقل کرتا رہا۔

(2)

نجدیوں میں اعتدال پسندی نہیں ہے۔

(3)

برائی بہرحال برائی ہے' خواہ اس کا صدور۔۔۔ والدین کی طرف سے کیوں نہ ہو۔

(4)

جس چیز سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ

محبوب ہے۔

(5)

جو چیز اللہ و رسول کو پسند ہے' وہی ہم کو بھی محبوب ہے۔

(6)

ان عربی ممالک کے باشندوں پر حب دنیا غالب ہے' دنیا کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں' ہمارے پیش نظر خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنا اور دین کی خدمت کرنا ہے جہاں بھی یہ مقصد حاصل ہو ہم کامیاب ہیں' اسی خدمت دین کے لیے صحابہ رضوان اللہ علیہم و تابعین کرام نے باوجود حب رسول و محبت مدینہ کے مدینہ منورہ کو چھوڑا۔

(7)

فرصت کے اوقات میں سید شہیدؒ کے ملفوظات کا مطالعہ کیجئے جس کو مولانا اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ نے جمع کیا ہے اور امداد السلوک بھی یہ تصوف کی بلند کتابیں ہیں' وسوسہ و خطرات نفس کی فکر نہ کیجئے حتیٰ الامکان ان کے دفع کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

(8)

جو حضرات پہلے سے معتقد علیہم ہیں' یا جن کے افعال و اقوال مسائل خاصہ کے سوا مرضی و پسندیدہ ہیں' ان کے ساتھ بداعتقادی وغیرہ نہ چاہیے حسن ظن رکھنا چاہیے' ہمارے لیے مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین درس عبرت ہیں۔

(9)

ہر شخص جس راستہ سے فیض یاب ہوا ہے اس کے گیت گاتا ہے اور اسی کا مداح و ثنا خواں ہوتا ہے' اور یہ اس کا فریضہ ہے' ورنہ لطف خداوندی منحصر کسی خانوادہ اور کسی طریقہ میں نہیں ہے' ہاں ازمنہ مختلفہ میں اسی طرح تبدیل ہوتا رہتا ہے' جیسا کہ کاشتکار کبھی کسی نالی سے پانی جاری کرتا ہے' اور

کبھی کسی نالی سے، فیض مبداء فیاض بھی اسی طرح الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ اپنے طریقہ کا گیت گاتے ہیں، وہ سچ فرماتے ہین ان کو وہاں ہی فیض اتم حاصل ہوا اور اس زمانہ میں توجہ اور عنایات الہیہ اس طرف بہت زیادہ مبذول تھیں، مگر نہ ہمیشہ پہلے تھیں، اور نہ بعد کو ہوئیں۔

(10)

ہمارے اسلاف کرام عنایات الہیہ سلوک چشتیہ میں بہت زیادہ مبذول ہوئیں جو کہ ازمنہ اخیرہ میں دوسرے طرق میں اپنا مثیل نہیں رکھتیں۔

(11)

دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے فجر کے فرض اور سنت کے درمیان چالیس دفعہ سورۂ فاتحہ اول و آخر درود شریف تین بار پڑھ لیا کریں۔

(12)

انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر خوش و خرم اور شاکر رہے، رضا بالقضاء اصولی مسئلہ ہے یہ تو عبدیت کا تقاضہ ہے، اور منزل عشق میں تو رضائے محبوب میں عاشق کا فنا ہونا ازبس ضروری ہے۔

(13)

آفات سے تحفظ کے لیے درود تنجینا روزانہ ستر مرتبہ پڑھا کریں۔

(درود تنجینا) **اللهم صل على سيد نا و مولانا محمد و على ال سيد نا و مولانا محمد صلوة تنجينا بها من جميع الاهوال و الافات و تقضى لنا بها جميع الحاجات و تطهر نابها من جميع السيات و ترفعنا بها عندك اعلىٰ الدرجات و تبلغنا بها اقصى الغايات من جميع الخيرات فى الحيوة و بعد الممات انك على كل شئى قد ير۔**

(14)

یہ بات صحیح ہے کہ بادشاہان دہلی کی طرف سے تقریباً" چوبیں گاؤں ہمارے اسلاف کو ملے تھے۔ باون گاؤں کی تقسیم تین خاندانوں پر ہوئی تھی، ان میں سے یہ مقدار ہمارے اسلاف کو ملی تھی، یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ یہ گاؤں

خانقاہ کے مصارف کے لیے دیئے گئے تھے۔

(15)

کیا کروں کہ اہل چشت کا دریوزہ گر ہوں، ان کی نسب اپنا کھیل اور رنگ دکھاتی ہے۔

(16)

میرے محترم! جس قدر مطلوب بڑا ہوتا ہے اسی قدر اس کے لیے مشاق کا برداشت کرنا ضروری ہے اور لازم ہوتا ہے، اسی قدر عالی حوصلگی اور عالی ہمتی لازم ہوتی ہے، بیشک نفس بھاگے گا، اس کو دو منٹ بیٹھنا دشوار ہو گا، مگر اس کو مغلوب کیجئے، انشاء اللہ جلد از جلد رحمت الٰہی شامل حال ہو گی، چھوٹے بچے کو بھی قاعدہ پڑھتے ہوئے دل تنگی پیش آتی ہے، مگر آہستہ آہستہ متعود ہو جاتا ہے، اور طبعی رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔

(17)

تاریخ بتلاتی ہے کہ ہندستان میں ابتدا" جب مسلمان آئے عام طور پر اہل ہند بودھ مذہب رکھتے تھے اور چھوت چھات تو درکنار بیاہ شادی تک بخوشی کرتے تھے جس طرح برہما، سیام، چین کھاسیا پہاڑوں وغیرہ میں رائج ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا، کہ اختلاط نے نہایت قوی تاثیر کی خاندان کے خاندان مسلمان ہو گئے مغربی پنجاب سندھ میں مسلمانوں کی زیادتی کا بڑا راز یہی ہے۔ اس کے بعد جب محمود غزنوی مرحوم کا زمانہ آتا ہے، تو ہندوؤں میں مختلف احوال کی وجہ سے اشتعال پیدا ہوتا ہے، اور شنکر آچاریہ عام مذہب ہند کو بودھ مذہب سے نکال کر برہمنی بناتا ہے اور حکومت بودھ کی کمزوری کی بنا پر، جو کہ افغانستان، بلوچستان، سندھ، لاہور سے فنا کر دی گئی تھی، اور وسط ہند کے بھی بودھ رجواڑے محمود مرحوم کے پے در پے حملوں سے یکسر کمزور ہو گئے تھے، شنکر اچاریہ کو عوام پر بڑی کامیابی حاصل ہو جاتی ہے، چاروں طرف دبے ہوئے برہمن جن کو بودھوں نے تقریبا" دفن کر دیا تھا، اٹھ پڑتے ہیں، اور تھوڑی سی مدت میں پھر برہمنی مذہب اقطار ہند میں پھیل جاتا ہے لوگ اسی کے دل دادہ ہو

جاتے ہیں برہمن چونکہ دیکھ رہے تھے کہ اسلام کا سیلاب اختلاط کی بنا پر ان کے اقتدار ہی کو نہیں مذہب کو بھی مٹا رہا ہے' جس کی بنا پر ان کی مذہبی اور دنیاوی سیادتوں کا خاتمہ ہو جائے گا' اس لیے انہوں نے عوام میں نفرت کا پروپیگنڈہ پھیلایا' اور مسلمانوں کو ملچھ کا خطاب دیا' گاؤ کشی اور گوشت خوری کو اس کے لیے ذریعہ بنایا' عوام ہند کی ذہنیت ہمیشہ سے تارکین دنیا کی پرستش کرنے والی واقع ہوئی ہے' خصوصا ہندو ذہنیت جس قدر سادھو اور فقیر کی پرستش کرتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے یہ ذہنیت بہت جلد شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک پھیل گئی اور وہ اس میں کامیاب ہو گئے' چونکہ اسلامی قوت سے ان کو مقابلہ میں باوجود مساعی عظیمہ کامیابی نہیں ہوئی' اس لیے اسی طریقہ پر ان کی جدوجہد محصور ہو گئی' اور اسی کو انہوں نے آلہ کار مدافعت بالقوی بھی بنانا چاہا' بادشاہان اسلام نے اولا" اس طرف توجہ ہی نہیں کی' بلکہ وہ تمام باتوں کا قوت سے مقابلہ کرتے رہے' مگر شاہان مغلیہ کو ضرور اس طرف التفات ہوا خصوصا" اکبر نے اس خیال اور اس عقیدے کو جڑ سے اکھاڑنا چاہا' اور اگر اس کے جیسے چند بادشاہ اور بھی ہو جاتے' یا کم از کم اس کی جاری کردہ پالیسی جاری رہنے پاتی تو ضرور بالضرور برہمنوں کی یہ چال مدفون ہو جاتی اور اسلام کے دلدادہ آج ہندوستان میں اکثریت میں ہوتے' اکبر نے نہ صرف اشخاص پر قبضہ کیا تھا بلکہ عام ہندو ذہنیت اور منافرت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا تھا' مگر ادھر تو اکبر نے نفس دین اسلام میں بھی کچھ غلطیاں کیں جن سے مسلم طبقہ اس سے بدظنی ہوئی' اگرچہ بہت سے بدظنی کرنے والے غافل اور ناسمجھ تھے ادھر اپنی ناکامی دیکھ کر برہمنوں کے غیظ و غضب میں اشتعال پیدا ہوا ادھر یورپین قومیں خصوصا انگلستان کو اپنے مقاصد میں کامیابی کا ذریعہ تلاش کرنا پڑا اور سب سے بڑا ذریعہ اس کا منافرت بین الاقوام تھا' اور ہے اب سیواجی کی تاریخ اور سکھوں کی کاروائیوں اور صوبہ جات کے باغیانہ کارناموں' لارڈ کلایو کے بنگال وغیرہ میں بذریعہ ہندو قوم فتح مندیوں میں اس ہاتھ کو بہت زیادہ کھیلتے ہوئے پائیں گے آج ہماری مہربان گورنمنٹ اس کے ذریعہ بہت کامیاب ہو رہی ہے' اس بنا پر اگرچہ

بڑے درجہ تک برہمنوں نے مسلمانوں سے اپنی قوم کو محفوظ رکھا' مگر اس نے ان کی متحدہ قومیت کا بھی شیرازہ بکھیر دیا' اور خود ان میں بھی چھوت چھات کا عقیدہ جہلا نے پیدا کر دیا حتیٰ کہ بعض خاندان برہمنوں کے بھی دوسرے برہمن سے چھوت چھات کرنے لگے۔

(18)

کفر نے کبھی اسلام سے عدل و انصاف نہیں کیا۔ ان یظھر و اعلیکم لایرقبوا فیکم الا ولا ذمة۔ (الایة) وغیرہ شاہد عدل ہیں' مگر اسلام نے انصاف عدل و احسان کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا اور نہ چھوڑنا مناسب تھا' اگرچہ انتقامیہ جذبات بہت کچھ چاہتے تھے' اگر بعض دنیا اور بادشاہوں نے کوئی ظلم و ستم کیا ہے تو وہ اس کے ذمہ دار ہیں اسلام ان کا روادار نہیں۔

(19)

مسائل میں اعتقاد کو جگہ نہ دینی چاہیے' بلکہ حتی الوسع طمینان حاصل کرنا چاہیے۔

(20)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جیئے اور ذکر و فکر میں لگے رہئے۔

عاقبت روزے بیابی کام را

(21)

اس حدیث (نور) کی سند میں-----گفتگو ہے۔ اگرچہ صوفیا کرام اور محققین اہل کشف اس کے قائل ہیں مگر اس کی تحقیق و تفصیل فہم عوام تو درکنار خواص سے بھی بالاتر ہے۔ اس پر تقریر اور بحث کلموا الناس علی قدر عقولھم اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ کے خلاف ہے۔

(22)

علماء دین اول تو نہایت کم ہیں وہ بھی اپنی بڑی بڑی ملازمتوں اور وجاہت آمدنی وغیرہ کی فکر میں سرگرداں ہیں پیشہ ور پیران عظام کا کام صرف

ٹیکس وصول کرنا ہے' مردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں ہم کو اپنے حلوے مانڈے سے غرض ہے یہ ان کے حسب حال ہے۔

(23)

علماء کے فرائض بہت زیادہ ہیں جن سے ہم میں سے اکثر افراد بے خبر ہیں۔

(24)

بارگاہ نبوت سے---- استفادہ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ مراقبہ ذات الہیہ میں مشغول رہیں' جو کچھ فیوض پہنچنے والے ہیں وہ پہنچیں گے' اس کے قصد یا سوال کی ضرورت نہیں ہے' حاضری روضہ مبارک کے وقت میں آنحضرت علیہ السلام کی روح پر فتوح کو وہاں جلوہ افروز سننے والی' جاننے والی' غایت جمال و جلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جائے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ رکھا جائے۔

(25)

سب سے بڑا عمل تسخیر تقوی ہے۔ **ان الذین امنوا و عملو الصالحات سیجعل لهم الرحمٰن ودا۔**

(26)

مجھ کو اجازت و قرات و سماعت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب عثمانی سے ہے اور ان کو قرات و سماعت و اجازت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی دہلوی ثم المدنی قدس اللہ سرہ العزیز سے ہے' اور ان کو قرات و سماعت کی اجازت حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی ثم المکی قدس اللہ سرہ العزیز سے ہے۔

(27)

اتباع سنت اور اسلاف کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو مضبوطی سے معمول بہ رکھیں اور تعلیمی اور علمی جدوجہد حتی الوسع کسل کو پاس نہ آنے دیں۔

(28)

اگر کوئی مصیبت آپ پر آئے کشادہ پیشانی سے اس کو برداشت کیجئے " ضرب الحبیب زبیب " سمجھئے اور قلب کو ان تمام دنیاوی اور تکوینی کدورتوں سے پاک اور صاف کیجئے۔

(29)

ہمارا خاندان امراء اور نوابوں کا خاندان نہیں ہے فقراء کا خاندان ہے، اگرچہ زمینداری بڑے پیمانے پر تھی، مگر صرف آخر کی دو پشتیں دنیا دار گزری ہیں، ورنہ باوجود زمینداری کے فقیرانہ طرز رہتا تھا، اور ذکر و فکر مراقبہ وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، یہی بات میں نے والد صاحب مرحوم سے بارہا سنی ہے۔

(30)

زمرہ مجاہدین میں داخل ہونا، اور اللہ کے راستہ میں تکالیف جھیلنا عظیم الشان عبادت ہے۔

(31)

خدا نے تین ایسے برگزیدہ بندے جو کہ حقیقی نائب ختم رسلؐ تھے مجھ کو دکھلائے اور کم و بیش ان کی صحبت عطا ہوئی۔

(32)

میں حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کی اولاد میں سے نہیں ہوں، حضرت کی اولاد کے لوگ رام پور میں اور خود دہلی میں خانقاہ مجددیہ میں موجود ہیں، میرے مرشد و آقا حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں، انہوں نے اگرچہ مجھ کو چاروں طریقوں میں بیعت فرمایا تھا، جن میں سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ بھی ہے، مگر اصلی طریقہ اور عام تعلیم حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی چشتیہ صابریہ کی تھی۔

(33)

مولانا اصلاحی صاحب واقع میں اصلاحی نہایت نیک طینت اور مخلص ہیں، جہاں تک ہم نے ان کا تجربہ کیا ایسے للہیت والے مخلص سچے، دیندار

ذی علم و عمل اس زمانہ میں کم ملتے ہیں۔

(34)

ترمذی شریف جلد ثانی کتاب الدعوات میں قرآن شریف کے حفظ ہونے کی ایک نماز اور دعا ذکر کی گئی ہے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی شکایت کی تھی۔ اس پر آپؐ نے یہ طریقہ بتلایا تھا اس سے ان کو بہت فائدہ ہوا' شراح حدیث اس پر اپنا تجربہ ذکر فرماتے ہیں۔

(35)

بہت سے قریب رہنے والے ناکام رہتے ہیں' اور دور کے بسنے والے مثل اویس قرنی رضی اللہ عنہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔

(36)

ذات باری عزوجل تمام رنگ و روپ' جسمانیت' اور مادیت سے منزہ اور پاک ہے' اور تمام کمالات اور بڑائیوں کے ساتھ موصوف ہے۔

(37)

مودودی صاحب نے کس عربی مدرسہ میں تکمیل کی؟ کونسا سرٹیفکیٹ ان کے پاس ہے علوم عربیہ اور فقہ اسلامی میں ان کا کیا پایہ ہے؟ کتنے دنوں انہوں نے عربی علوم و فنون اور فقہ اسلامی کے اصول و فروع کی خدمت کی۔۔۔؟ ہم تک اس کی کوئی تفصیل نہیں پہنچی ہے' بیشک ان کے دل میں اسلامی ہمدردی اور مذہبی جوش بہت کچھ بھرا ہوا ہے تحریرات زوردار کرتے ہیں' مگر فتوی کے لیے یہ مقدار کافی نہیں ہے۔

(38)

علماء اور صلحاء کو خواب میں دیکھنا رویائے صالحہ میں ہے' اور مبارک امر ہے۔

(39)

معلوم ہونا چاہیے کہ اہل دنیا روساء سرمایہ دار صرف مادیت اور اس

کی قوت کے معترف اور دلدادہ' و پرستار ہوتے ہیں ہم جیسوں کو تو وہ اپنے جوتہ کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ میرے تعلقات اہل ثروت سے نہایت ہی کم بلکہ تقریباً" معدوم ہیں' یہ لوگ نہ پیر کے ہوتے ہیں نہ فقیر کے۔

(40)

دنیا کی بے عزتی اور دنیا کی تکالیف خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں' آخرت کے عذاب کے سامنے خواہ وہ ایک منٹ یا ایک سکنڈ کے لیے ہو اتنی بھی نسبت نہیں رکھتیں جو کہ زرہ کو پہاڑ کے سامنے ہے' پھران تکالیف دنیاویہ کی وجہ سے آخرت کا عذاب دائمی خود کشی کے ذریعہ سر لینا کس قدر جہالت اور حماقت ہے۔

(41)

جوانمردی اور اتباع خدا اور رسول کی یہی شان ہے کہ انسان اپنے عزائم کو خواہشات کو اللہ اور رسول کے سامنے سر بسجود کر دے' اور خواہ کتنی ہی نفس پر مشقت اور ناگواری پیش آئے اس کی پروانہ کرے اور اللہ و رسول کا تابعدار بنا رہے۔ **لایکون احدکم مومنا حتی یکون هواہ تابعا لما جئت بہ** یہ قول سرور کائنات علیہ السلام کا ہے۔

(42)

میں آپ کو مندرجہ ذیل عمل بتاتا ہوں۔ اس پر آپ مداومت کریں انشاء اللہ ہر قسم کی مشکلات خواہ روزی اور رزق کی ہوں' یا اعزہ و اقربا کے ستانے کی ہوں۔ حل ہوتی رہیں گی' مگراس کو برابر کرتے رہیں خلل نہ پڑے۔ اگر ممکن ہو تو اخیر رات میں ورنہ بعد از مغرب یا بعد از عشاء اور اگر رات میں ممکن نہ ہو تو دن ہی میں ایسے وقت میں کہ نوافل جائز ہوں' چار رکعت بہ نیت رفع مصائب نازلہ و قضاء حاجت و مشکلات پڑھیں۔ اول رکعت میں بعد سورہ فاتحہ **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین فاستجبنالہ و نجیناہ من الغم و کذالک ننجی المومنین** سو بار اور دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ **رب انی مسنی الضرو انت ارحم الراحمین** سو بار اور تیسری رکعت میں بعد از فاتحہ۔ **افوض امری**

انی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ سو مرتبہ اور چوتھی رکعت میں بعد از فاتحہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر سو مرتبہ پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ رب انی مغلوب فانتصر پڑھ کر دفع مشکلات و (تکمیل) ارادہ کے لیے دل سے دعا بحضور قلب مانگا کریں۔ انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں عمدہ نتائج ظاہر ہوں گے' سو کا عدد گننے کے لیے تسبیح لے سکتے ہیں' ہاتھ باندھے نماز میں شمار کر سکیں گے۔

(43)

میرے محترم! جو کچھ میرے ساتھ' میرے ساتھیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ ہوا' وہ ان معاملات کے سامنے جو کہ انبیاء و مرسلین' بالخصوص ہمارے آقا علیہ و علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ کافروں نے کیا' ایسی نسبت بھی نہیں رکھتا جو کہ ذرہ کو پہاڑ کے سامنے ہوتی ہے' اگر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں تو ہم کو اس میں سے بھی حصہ ضرور ملنا چاہیے' وارث کو اگر مورث کے ترکہ سے کچھ حصہ ملتا ہے تو وہ اور اس کے احباب خوش ہوتے ہیں' یا غیظ و غضب میں آتے ہیں؟

(44)

نہایت مضبوطی سے راسخ القدم رہئے اور روزانہ مغرب یا عشاء کے بعد سورہ لایلف قریش مع البسملة ایک سو ایک مرتبہ پڑھ لیا کیجئے' صبح کی نماز کے بعد سات مرتبہ حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم پڑھ لیا کیجئے۔

(45)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک (الحدیث) "سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔"

(46)

سورہ قریش پڑھنے اور مداومت کرنے سے امید قوی ہے کہ فقر و فاقہ

اور دشمنوں کی ایذا رسانی میں کمی ہو گی' اور تحفظ ہو تا رہے گا۔

(47)

رات کو سوتے وقت آیت الکرسی اور چاروں قل سے بدخوابی اور شیاطین و خبائث کی تاثیرات دور ہوتی ہیں اور انسان محفوظ ہو تا ہے۔

(48)

سورہ ناس پر مداومت کرنے سے نماز اور دوسری عبادتوں میں خطرات اور برے خیالات وغیرہ سے تحفظ ہو گا۔

(49)

اللہ تعالیٰ خلوص اور عزم قلبی کی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے یہ اس کا وعدہ ہے' وہ کریم و کار ساز اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے۔

(50)

دیہات اور قصبات کی عورتیں شرمیلی' کم گو' معمولی خوراک و پوشاک پہ قناعت کرنے والی' شوہر کی تابعدار' وفادار جان نثار ہوتی ہیں' تنگی اور عسرت میں بھی صابر اور شاکر رہتی ہیں' طلاق کا طلب کرنا' شوہر کو جواب دینا' مقابلہ پر اتر آنا ان میں نہیں ہو تا' اور اگر ہو تا ہے تو بنسبت شہری عورتوں کے بہت ہی کم ہو تا ہے۔ عموماً" عفیف ہوتی ہیں۔

(51)

جس طرح ایک انجینئر کے لیے ضروری ہے مکان کی تعمیر سے پہلے اپنے ذہن میں سوچ لے کر اس قطعہ زمین میں اس کے مناسب جملہ ضروریات کس مناسب سے تعمیر ہوں گی۔ اسی طرح خالق زمین و زماں نے اپنے علم ازلی میں مستقبل کے لیے ایک علمی نقشہ تیار فرمایا' اور پھر اس کا نقشہ تحریری مرتب کیا جس کو لوح محفوظ میں پوری طرح مندرج کر دیا' جس طرح انجینئروں کا نقشہ مکمل وہی شمار ہو تا ہے جو کہ عمارت کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو حاوی ہو' اسی طرح خداوندی نقشہ میں کوئی چیز چھوڑی نہیں گئی۔ ولارطب ولا یابس الافی کتاب

مبین جیسے کہ انجینئر کے نقشہ کے مطابق ہی تعمیر ہوتی ہے' اور معماروں کی جدوجہد یہی ہوتی ہے کہ جو نقشہ انہیں دیا گیا ہے اسی کے مطابق تعمیر تیار کریں۔ اسی طرح کارکنان تکوین و ایجاد فرشتے تمام امور میں اسی نقشہ ہی کی تعمیر کرتے رہتے ہیں جو ان کو دیا گیا ہے اور جس میں سے بعض نقشے ان کو شب برات یا شب قدر میں دیئے جاتے ہیں۔ فیھا یفرق کل امر حکیم۔

(52)

عادت الٰہی اور قانون خداوندی مقرر ہے کہ جب کوئی انسان یا جن کسی کام میں اپنا پکا ارادہ لگاتا ہے تو وہ اس کو موجود کر دیتا ہے اور پیدا کر دیتا ہیں انسان اپنے اس علم اور ارادہ کی وجہ سے ہی مستحق ثواب و مدح اور عقاب و ذم ہوتا ہے انسان اپنے اس ارادہ اور علم میں اپنے آپ کو مجبور اور مقہور نہیں پاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باوجودیکہ علم الٰہی کے خلاف نہیں ہوتا' مگر علم الٰہی اور تقدیر اختیارات والی مخلوق کا اختیار و ارادہ سلب نہیں کرتے' اور نہ چھینتے ہیں۔

(53)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس کو اللہ نے قرآن دیا ہو' پھر کسی کی اور نعمت کو دیکھ کر ہوس کرے تو اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔

(54)

علم تجوید ہندوستان میں الہ آباد ہی سے پھیلا ہے' قاری عبدالرحمٰن صاحب کے تلامیذ اکثر اطراف ملک میں تعلیم دیتے ہیں۔

(55)

امت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام) اہل اللہ سے خالی نہیں رہ سکتی ہاں کم و بیش کا زمانہ اول و آخر میں فرق ضروری ہے۔

(56)

اس شب (برات) میں اپنے لیے اور اپنے بڑوں کے لیے اور تمام

مسلمانوں کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اگر ممکن ہو تو بغیر تزک و احتشام اور اجتماع کے قبرستان میں جا کر تمام مردوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنی چاہیے اور جو کچھ ہو سکے پڑھ کر ان کو بخشنا چاہیے۔ جو طریقہ لوگوں نے میلہ لگانے کا قبروں پر' چراغاں کرنے کا' جماعت جماعت جانے کا جاری کیا ہے بالکل غلط ہے جو لوگ قبرستانوں وغیرہ میں جا کر آتش بازی کرتے ہیں وہ سخت گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں علی ہذا القیاس حلوا وغیرہ پکانا اور اس کو مذہبی رسم شمار کرنا بالکل غلط چیز ہے۔ اگر مردوں کو ثواب پہنچانا' منظور ہے تو اول تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبرستان میں جا کر صرف دعا منقول ہے۔ دوم یہ کہ مال خرچ کر کے ہر وقت میں جب کہ وہ فقیروں اور حاجت مندوں کو دیا جائے اور نام و نمود مطلوب نہ ہو تو تمام اوقات میں ہو سکتا ہے وہ چیز دینی چاہیے جو کہ فقیروں کی حاجت روائی کرے حلوے سے پیٹ نہیں بھر سکتا' اس کی بھوک دور نہیں ہو سکتی' بیوقوف لوگوں نے یہ طریقہ ہندوؤں کے تہواروں سے دیکھ کر اختیار کیا ہے' نہ کتب دینیہ معتبرہ سے اس کی سند ہے اور نہ اسلامی ممالک میں اس کا رواج ہے۔

(57)

اگر ہو سکے تو 15/14 (شعبان) کو دو روز نفل روزے رکھے جائیں اور رات کو نیز دن کو اپنے مقاصد دینیہ اور دنیاویہ کے لیے دعا کی جائے' عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے یہی اعمال ہیں' ہاں عورتوں کو مقابر پر نہ جانا چاہیے۔

(58)

کفر کافر را ودیں دیندار را
ذرہ دردت دل عطار را

یہ دھن اگر برسوں میں بھی حاصل ہو جائے بسا غنیمت ہے ذکر و شغل میں جو حصہ بھی عمر عزیز کا صرف ہو جائے وہ ہی زندگی ہے۔

(59)

جب کہ فرعون جیسے مدعی الوہیت کے سامنے قولالہ قولا لینا اور

بدبختان عرب کے مقابل ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة کا ارشاد ہے تو ہم ناکاروں کا ربناء زمان کے مقابل بدرجہ اتم اس پر چلنا ہو گا۔

(60)

حضرت مولانا حسین علی مرحوم کے متوسلین میں تشدد بہت زیادہ ہے جو کہ غلط درجہ تک پہنچ جاتا ہے یسرا ولا تعسرا وبشراولاتنفرا۔ (الخ) کے خلاف ہے' حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوب انوار القلوب کے بالکل مخالف ہے' اگرچہ بریلویوں کے غلو کا جواب اسی طرح ہوتا ہے۔

(61)

اس دور فتن میں دین کو پکڑنا قبض علی الجمر کے مرادف ہے' سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیے' اگر تعلیمات دینیہ کا مشغلہ ہو تو زیادہ مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے ورنہ تبلیغی جماعت کا پروگرام انسب ہے کم از کم سلف صالح کے قدم بقدم رہنا تو نصب ہوتا ہے جو جماعتیں نئی نئی زرق برق پوشاک میں نمودار ہو رہی ہیں' ان کی چمک دمک میں محو ہو جانا انتہائی خطرناک ہے۔

(62)

آپ مودودیوں کی تنظیم اور جدوجہد کو سراہتے ہیں' محترما! قادیانیوں اور عیسائیوں کی تنظیم و جدوجہد اس سے بدرجہا بالاتر ہے' پھر کیا حکم دیں گے؟

(63)

یہ جماعات تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہیں' بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہیں کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے اور ان کا خود بھی مسلمانوں سے قوی رابطہ پیدا ہو' اور مسلمانوں میں اتحاد' اور یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہو۔ بنابریں میں امید زار ہونکہ آئندہ اس میں پوری جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور انکی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جائیں۔

(64)

سب سے زیادہ کامیابی بچوں کی تعلیم دینیات سے ہے۔ اس لیے آپ

کا خیال اجرائے مکاتیب دینیہ بہت صحیح اور مفید ہے۔

(65)

قوت حافظہ کے لیے سورہ فاتحہ اکتالیس بار مع بسملہ روزانہ بعد عصر پڑھ کر سینہ پر دم کر لیا کریں۔

(66)

ایک برائی اور گناہ دوسری برائی اور گناہ کے لیے عذر نہیں ہے۔

(67)

انبیاء علیہم السلام کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اصلاح خلق اور ہدایت امت حلوائے تر نہیں ہے۔ ٹیڑھی کھیر ہے۔

(68)

بحمد اللہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے سادات حسینیہ میں پیدا کیا میرا آبائی خاندان پیر زادوں کا خاندان ہے میرے خاندان کے لوگ اب تک پیری مریدی کرتے ہیں مگر میں اس شرف نسبی کو سراہنا غلط سمجھتا ہوں۔

(69)

مجھ کو بحمد اللہ حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ العزیز کے یہاں کی گوشہ نشینی نصیب ہوئی تعلیم و تلقین ان سے حاصل کی۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے در کی خاک روبی نصیب ہوئی انہوں نے اپنے دست مبارک سے میرے سر پر عمامہ باندھ کر فرمایا' یہ دستار خلافت ہے۔ حضرت شیخ الہند مولائی محمود حسن قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت گزاری اور ان کی عنایات نصیب ہوئیں۔ یہ سب بفضل اللہ تھیں۔

(70)

جو کام اصلاح کا ہو اور شیطان کی خواہشات کے خلاف ہو' اس میں طبیعت کا گھبرانا اور نفس پر بوجھ پڑنا ضروری ہوتا ہے مگر استقلال اور مداومت سے آہستہ آہستہ اس میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

(71)

میرے محترم آپ کی جوانی کا زمانہ ہے' اس عمر میں تھوڑی سی بھی محنت وہ کچھ ثمرات اور نتائج پیدا کرتی ہے جو کہ بڑھاپے میں بڑی بڑی جانفشانیوں سے بھی نہیں پیدا ہوتے' اس لیے اس وقت کو غنیمت سمجھ کر ذکر و فکر میں جہاں تک ممکن ہو۔ اس کو خرچ کرنا چاہیے۔

(72)

جس قدر بھی تعمیر اوقات بالعبادات والاذکار ہو رہی ہے' اس پر شکر کرتے رہیں' قرآن مجید کا شغف بہت ہی مبارک ہے۔

(73) حضرت مولانا (شیخ الہند) قدس سراہ العزیز کی سوانح عمری لکھنے کا خیال مجھ کو ان کے وصال کے وقت سے تھا' جب مولوی عاشق الٰہی صاحب (میرٹھی) نے اشتہار دیا تو طبیعت خوش ہوئی کہ یہ بوجھ بوجہ اتم وہ اٹھا سکتے ہیں' ان کی تحریری قابلیت اور سامان طبع وغیرہ اس کے لیے پورے کافی ہیں' مگر ان دنوں دیوبند کے ان معزز حضرات نے جن کو مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے احوال سے بہت اچھی واقفیت تھی' تمام عمر ان ہی کی صحبت (رہی) تھی فرمایا کہ ہم لکھیں گے' باہر کے لوگوں کو کیا اطلاع ہو سکتی ہے تجھ کو لازم ہے کہ ایک اشتہار اس مضمون کا لکھدے! اور مالٹا کے احوال کو قلم بند کر دے' ہم نہایت مکمل سوانح عمری تیار کریں گے۔ میں نے اپنی ناتجربہ کاری سے اشتہار دیدیا' اس پر مولوی عاشق الٰہی صاحب علیحدہ کشیدہ خاطر ہو گئے' مجھ کو کلکتہ کا سفر درپیش تھا میں وہاں چلا گیا اور وہاں سے تقاضے پر تقاضے کرتا رہا۔ مگر وہاں امروز فردا ہوتا رہا اور کثرت اشغال اور قلت فراغ کی غیر متناہی طاقتوں نے آج کا دن دکھایا' جب میں تقاضے کرتے کرتے تھک گیا اور مایوس ہو گیا تو پھر مولوی عاشق الٰہی صاحب سے کہا' انہوں نے انکار کر دیا میں نے سفر مالٹا کے اس قدر حالات کو جن کو ظاہر کر سکتا تھا' اور جن پرایوں میں ظاہر کر سکتا تھا کراچی سے لکھ کر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کے ہاتھ مولوی عزیز گل کو بھیجا تھا۔

(74)

بیشک اللہ نے یہ انعام کیا' کہ بارگاہ امدادی اور بارگاہ رشیدی اور

بارگاہ محمودی اور بارگاہ رحیمی قدس اللہ اسرار ہم کی حاضری نصیب ہوئی نیز بارگاہ خلیلی کی بھی خاک روبی حاصل ہوئی۔

(75)

میں نے حضرت نجم الدین صاحب کی تازہ تصنیف یادگار سلف جس میں حضرت مولانا السید محمد امین صاحب نصیر آبادی قدس اللہ سرہ العزیز کے احوال و مناقب ذکر کئے گئے ہیں دیکھی۔

مولانا نجم الدین صاحب کی یہ مساعی عالیہ ہر طرح موجب تشکرات ہیں۔

(76)

قنوت نازلہ کے لیے الفاظ مخصوص نہیں تھے حسب نازلہ اور حسب حضور قلب الفاظ استعمال کئے جائیں، میں نے مندرجہ ذیل الفاظ اس زمانہ میں اختیار کئے ہیں۔

اللھم اھد نا فیمن ھد یت و عافنا فیمن عافیت و تولنا فیمن تولیت و بارک لنا فیما اعطیت و قناشر ماقضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک و انہ لایذل من والیت و لا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت نستغفرک و نتوب الیک۔ اللھم احل کلمۃ الاسلام و المسلمین (تین بار) وانجز وعدوکان حقا علینا نصر المومنین اللھم اخذ ل السک و المشرکین اعداء نا عداء ک اعداء الدین اللھم زلزلھم، اللھم شتت شملھم، اللھم فرق جمعھم، اللھم اھلک اموالھم اللھم فل حدھم، اللھم اھزم جندھم اللھم الق الرعب و الفشل والاختلاف بینھم اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم (تین بار) اللھم خزھم اخذ عزیز مقتدر (تین بار) اللھم لا تعاملنا بما نحن اھلہ و عاملنا بما انت اھلہ انت اھل التقوی و اھل المغفرۃ و اھل العفو و الکرم والجود والاحسان و صلی اللہ علی احب خلقہ الیہ سیدنا و مولانا محمد والہ و صحبہ و بارک وسلم۔

پہلا باب

حصہ دوم

ملفوظات حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

سیاسیات

(1)

ہندوستان کے مشرکین کے ساتھ ان شرائط پر اشتراک عمل کرنا کہ اس مشترکہ جدوجہد میں فتح حاصل کرنے کے بعد (1) ملک کے نظام حکومت میں ان کا ایک موثر حصہ ہو گا' (2) مسلمانوں کا قانون شخصی (پرنسل لاء) محفوظ ہو گا' اور ان کو اس پر عمل کرنے کی آزادی ہو گی' (3) مسلمانوں کے مذہبی ادارے اوقاف' مساجد' مقابر وغیرہ محفوظ رہیں گے' ان کا کلچر اور تہذیب و تمدن محفوظ رہے گا' (4) گیارہ میں سے پانچ صوبوں میں مسلم اکثریت کی حکومتیں قائم ہوں گی جو تمام داخلی معاملات' قانون سازی' نظام تعلیم' اقتصادی نظام کے قیام' معاشرتی اور تمدنی مسائل میں پوری طرح بااختیار ہوں گی' کیا مسلمانوں کے مفاد اور مصالح کے لحاظ سے مفید نہیں ہیں یہ مصلحتیں و مفادات ان اغراض سے بہت زیادہ اہم ہیں جن کی بنا پر استعانت بالمشرکین کی اجازت دی گئی ہے' اس لیے ہندوستان کی آزادی کے لیے غیر مسلم جماعتوں اور قوموں سے اشتراک عمل کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔

(2)

اگرچہ تمام غیر اسلامی مذاہب اور ان کے ماننے والے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں' مگر سب دشمن ایک طرح کے نہیں ہوتے' کوئی بڑا ہے' کوئی چھوٹا ہے' ہر دشمن سے اس کے درجہ کے مواقف مقابلہ کرنا لازم ہو گا' جب سے اسلام نے ظہور کیا ہے' انگریز نے برابر اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے کہ کسی دوسری قوم نے نقصان نہیں پہنچایا' انگریز دو سو برس سے زیادہ عرصہ سے

اسلام کو فنا کر رہا ہے۔ اس نے ہندوستان کی اسلامی طاقت کو فنا کیا' بادشاہوں' نوابوں' اور امراء کو قتل کیا' ان کی فوجوں کو برباد کیا' حکومت ہائے اسلامیہ کو تہہ و بالا کیا' خزانوں کو لوٹا' اپنا اقتدار قائم کیا' اپنے قوانین جاری کئے' ہندوستان کی تجارت' صنعت و حرفت' علم و تہذیب وغیرہ کو برباد کیا' ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں کو انتہائی ذلیل' نادار' بیکار' بے روزگار بنایا' مسلمانوں سے دوسرے مذہب والوں کو متنفر کر کے دشمنی کی آگ بھڑکائی' اور ہر جگہ بے ہتیار اور کمزور کیا' ہندوستان میں اسلامی قوانین کے خلا شراب اور منشیات کی آزادی' زنا اور بدکاری کی آزادی' الحاد و زندقہ و ارتداد کی آزادی اور عدالتوں میں خلاف اسلام قوانین کا اجراء کیا محکمہ قضا خلاف معاہدہ مٹا کر مسلمانوں کے اسپیشل قوانین کو ملیا میٹ کیا' وغیرہ وغیرہ ہندوؤں کو قصدا بڑھا کر ہر محکمہ اور ہر شعبہ زندگی میں قوی تر کیا۔ غرضیکہ ہر طرح سے اسلام اور مسلمانوں کو ہندوستان میں برباد کیا' اور جب مسلمانوں نے اپنے فطری اور شرعی حق آزادی کے لیے جدوجہد کی تو ان پر اس قدر مظالم کیے کہ ان کی یاد سے بھی دل تھراتا ہے' 1857ء کی تاریخ اور اس سے پہلے کے واقعات دیکھئے' معاہدات اور وعدے جو کہ 1857ء سے پہلے کئے تھے اور جو 57 میں ہوئے ان کو بار بار توڑتے رہے' غرضیکہ ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ خصوصا" اور تمام ہندوستان کے باشندوں کے ساتھ عموما" وہ شرمناک معاملات کئے کہ وہ ہندوستان جو کبھی جنت نشان تھا جہنم نشان بن گیا' وہ ہندوستان' جو دولت و ثروت کا مرکز تھا فقر و فاقہ اور افلاس و تنگدستی کا اڈہ ہو گیا' وہ ہندوستان جو کہ علم و حکمت کا سمندر تھا وہ جہالت اور بددینی کا چٹیل میدان ہو گیا۔

(3)

وکٹوریہ کے اعلان 58ء میں پر زور وعدہ کیا گیا تھا کہ اپنی قلمرو کو نہ بڑھائیں گے اور دوسرے علاقوں پر اب کے بعد قبضہ نہ کریں گے' مگر تھوڑے ہی عرصہ تقریبا" بیس برس کے اندر افغانستان پر یکے بعد دیگرے چڑھائی کی اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا' چار مرتبہ حملے کئے' آزاد مسلم علاقوں پر قبضہ کرتے رہے' صوات' بنیر' چترال' کوہاٹ' آفریدی علاقے مسعودی علاقے' وزیری علاقے

وغیرہ اور اسی طرح بلوچستان کے علاقوں پر کیا کیا مظالم نہیں ڈھائے' اور یکے بعد دیگرے خلا عہد ان علاقوں کو اپنی قلمرو میں ملاتے رہے' وہاں کے باشندوں کو غلام بنایا' آزادی خواہوں کو قتل و غارت کیا۔

(4)

آپ اپنے ہی علاقے کی تاریخ دیکھئے' یہ سب کچھ تو ہندوستان اور اس کے اطراف کے ملکوں پر ہوا ہی تھا' جو کہ ہمیشہ ہندوستان ہی کی غلام فوجوں' وہاں کی رسدوں ہتھیاروں' وہاں کی نقدی طاقتوں کے ذریعہ ہوتا رہا' مگر اسی کے ساتھ' عراق' شام' مصر' فلسطین' عربی' شمالی لینڈ' مشرقی افریقہ' سوڈان وغیرہ کے اسلامی عروج کو پامال کیا' خلافت عظمی کو زیر و زبر کیا' حجاز' جدہ' مکہ' اور مدینہ پر چڑھائی کی' چنانچہ قلعہ سمرنا' استنبول وغیرہ میں کیا کیا نہیں کیا؟ پھر اس پر طرہ یہ کہ یورپین طاقتوں میں اسلامی ممالک کو تقسیم کیا' طرابلس' صحرائے لیبیا' اور نہ سورکن وغیرہ' اٹلی کو ریف اسپین کو' الجیریا' تیونس' فاس' مراکش وغیرہ فرانس کو وسط ایشیا اور شمالی ایشیا کے ممالک بخارا' سمرقند گرجستھان' ازبکستان' داغستان' قزقستان وغیرہ روس کو معاہدوں وغیرہ کے ذریعہ سے برابر تقسیم کرتے رہے' ٹرکی سے بلگیریا یونان مقدونیا رومانیہ' ہرسک' البانیہ' سرویہ' مانٹینگرو' گریٹ' بلقان وغیرہ کو آزاد کراتے اور اسلامی طاقت کو فنا کرتے رہے۔

ان دل خراش واقعات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں' جو کہ تقریباً" تین سو سال کے اندر یعنی تقریباً" 1640 سے 1940ء تک میں واقع ہوئے ہیں' اور جن میں انگریز ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں' پھر بتلایئے! کہ انگریز کے برابر دنیا میں کس قوم نے آج تک اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا ثبوت دیا ہے' ہندو تو آپ کا ایک ہزار برس یا زائد سے رعیت چلا آتا ہے اس کو بھی اسی انگریز نے آپ کے مقابل کھڑا کیا ہے اور بڑھایا ہے' اس لیے آپ کو غور کرنا چاہیے کہ آپ کا فریضہ کیا ہے؟

(5)

انگریز ان تمام ممالک کو جو راستہ میں ہیں ہمیشہ زیر و زبر کرتا رہا' اور

ہندوستان ہی کی فوجوں سے کرتا رہا' ہندو کو ان ممالک کے غلام بنانے اور ان پر اقتدار قائم رکھنے کی ضرورت نہیں ہے' ہندو میں بالفعل اتنی طاقت نہیں ہے جتنی انگریز میں ہے' اس لیے ماضی' حال' مستقبل میں سب سے بڑا دشمن انگریز ہے' ہندو کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ مستقبل میں ایسا ہی یا اس سے زیادہ ہو جائے' مگر یہ امر مظنون یا موہوم ہے' اسی بنا پر ہمیشہ اکابر اسلام نے ہندوستان میں انگریز سے آزادی حاصل کرنا اور اس کے اقتدار کو مٹانا ضروری سمجھا اور اسی بنا پر کانگریس بنائی گئی' اور اسی لیے مسلمانوں نے اس میں شرکت کی اور اسی لیے جمعیتہ علماء ہند اس کے ساتھ اشتراک عمل کئے ہوئے ہے جب تک ہندوستان مکمل آزاد نہ ہو جائے' یعنی کم از کم تمام انگریزی فوجیں اور وائسرائے اور گورنر انگریز یہاں سے چلے نہ جائیں' اور مکمل اختیارات ہندوستانیوں کے قبضہ میں نہ آ جائیں یہ فریضہ باقی ہے' ہاں اگر کانگریس یہ اعلان کر دے کہ اب ہم انگریز کو یہاں سے نکالنا نہیں چاہتے' تو بیشک ہم کو اس کے ساتھ اشتراک عمل سے رکنا پڑے گا۔

باقی رہا ان مفادات کا حاصل کرنا جن کو آپ یا کوئی دوسری جماعت مسلمانوں کے لیے مستقبل میں مفید یا ضروری سمجھتی ہے' یہ بعد کا مسئلہ ہے' دفع ضرر منفعت سے مقدم ہے۔

(6)

انگریز کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو' اسی اصول پر عمل درآمد کے ذریعہ اس نے ہندوستان پر قبضہ کیا' اور آج تک قبضہ کئے ہوئے ہے' اسی اصول کی بنا پر اس نے کانگریس کے مقابل 1906ء میں لیگ اور مہاسبھا کی بنیاد ڈالی اور آج تک دونوں کو پالتا اور بڑھاتا رہا' اور اسی اصول کے مطابق جب بھی زمانہائے سابقہ میں آزادی کے لیے جدوجہد ابھری' تو اس نے مختلف مقامات میں فرقہ وارانہ لڑائی کرائی اور جب قوت تحریک فرقہ وارانہ فسادات بھی زور پکڑتے رہے' اس جنگ عمومی کے بعد چونکہ تحریک آزادی بہت قوت پذیر ہوئی' اس لیے یہ فرقہ وارانہ فسادات بھی اسی پیمانہ پر ہیں' لیگ اور مہاسبھا اس (انگریز) کے آلہ ہائے کار ہیں' اس لیے دونوں خوب ادھم مچاتے رہے' تاکہ یہ عذر ہاتھ

لگے کہ بغیر ہمارے (یعنی انگریزوں کے) ہندوستان میں امن و امان نہیں رہ سکتا۔
آپ غور سے دیکھیں اور تفتیش کریں ان سب واقعات میں چرچل اور کنزرو-ٹیو اور ٹوڈی پارٹی کا کھلا ہوا ہاتھ ہے' اور ممکن ہے کہ دوسری پارٹیوں کا بھی خفیہ ہاتھ ہو۔

(7)

-1 لیگ کا نظام ترکیبی کیا ہے بالخصوص ورکنگ کمیٹی اور کونسل کا؟ کیا اس میں نواب' مہاراجہ' سرکاری خطاب یافتہ' بڑے بڑے زمین دار' علاقہ دار' پنشنر وغیرہ سرکار پرستوں کا غلبہ اور اکثریت نہیں ہے؟

-2 کیا یہ لوگ ہمیشہ سے انگریز پرست نہیں رہے ہیں۔

-3 کیا لیگ نے انگریزوں ہی کی عنایتوں کے پیٹ سے جنم نہیں لیا ہے؟ شملہ کے ڈیپوٹیشن 1916ء کو بعد لارڈ منٹو' اس کی تمام تفصیلوں پر نظر ڈالئے۔

-4 کیا لیگ نے اپنی تمام عمر میں بجز 1914ء تا 1919ء کبھی ہندوستان کی آزادی کے لیے کوئی جدوجہد اور قربانی کی ہے۔

-5 کیا لیگ کے ہائی کمان اور اعلیٰ عہدہ داروں کو اسلام اور مذہب سے قریب کا تو در کنار دور کا بھی واسطہ رہا ہے یا اب موجود ہے۔

-6 کیا لیگ کے زعماء میں کلیت یا اکثریت مخلص غیور لوگوں کی ہے' یا خود غرضوں اور جاہ پرستوں کی' وزارت اور عہدوں کے بھوکوں کی؟

-7 کیا لیگ اور اس کے زعماء ہی نے اکثریت کے صوبوں کو 1916ء سے لیکر 1930ء تک نقصان نہیں پہنچایا' اور اپنی اغراض کے لیے اقلیت کے صوبوں میں ویٹج لیکر اکثریت کے صوبوں کو اقلیت میں نہیں لائے۔

8- کیا لیگ اور اس کے زعماء ہی نے 1931ء اور راؤ نٹیبل کانفرنس میں اقلیتوں کا معاہدہ وغیرہ کر کے مسلمانان ہند کو برباد نہیں کیا۔ کیا اس معاہدہ میں انگریزوں اور اینگلوانڈین اور ہندوستانی عیسائیوں کے لیے بنگال میں 31 نشستیں تسلیم نہیں کی گئیں؟

9- کیا لیگ اور اس کے زعماء بلکہ جملہ کارکنوں نے 1937ء سے 1945ء تک انتہائی تنفر' اور عداوت کی فرقہ وارانہ آگ ہر پلیٹ فارم اور ہر پریس و آرٹیکل اور ہر لیکچر وغیرہ کے ذریعہ نہیں لگائی؟

10- کیا لیگ اور اس کے زعماء نے اپنے اعلانات اور اشتعال آمیز بیانات کے بعد دہلی میں کونسل بلا کر اکثریت عظیمہ سے ایک مرکز (خلافت پاکستان) کو قبول نہیں کیا' اور ڈیلی گیشن کی تجویز کیا منظور نہیں کی؟

11- کیا پھر لیگ نے 29 جولائی 1964ء کو بمبئی میں اس تجویز اور منظوری کو رد کر کے ڈائرکٹ ایکشن کو پاس نہیں کیا؟

12- کیا ڈائرکٹ ایکشن پاس کرنے کے بعد لیگ کی طرف سے ہر جگہ کے لیے اعلان جہاد اور اشتعال انگیز تقریریں' تحریر' پوسٹر وغیرہ شائع نہیں کئے گئے؟

13- کیا اس تاریخ 16 اگست سے پہلے کہیں بھی ہندوستانی باشندوں میں عام فرقہ وارانہ فسادات ہوئے تھے' یہی ہندو اور یہی سکھ وغیرہ یہاں بستے تھے' یہ فسادات اس وقت تک نہ ہوئے تھے۔

14- کیا ان فسادات عامہ کی ابتداء اسی صوبہ اور شہر سے 16 اگست کو نہیں ہوئی' جس میں تمام حکومت اور اقتدار لیگ کے قبضہ میں تھا؟

15- کیا نواکھالی اور پڑہ میں جو مظالم خلاف انسانیت اور خلاف شریعت واقع ہوئے وہ لیگ ہی کے کئے ہوئے نہ تھے؟

16- کیا ان مظالم کی داستان خود لیگ کے زیر حکم صوبہ اور وہاں کے اخباروں' تاروں' ٹیلیفونوں' ریڈیو سے مبالغہ آمیز شائع نہیں ہوئی' کیا لیگ کی حکومت نے اس پر سنسر کیا تھا۔

17- کیا لیگ کی حکومت نے کوئی اطمینان بخش کارروائی ان فسادات کو روکنے کی وہاں کی؟

18- کیا بہار اور گڈھ مکتیشر میں جو واقعات ہوئے ان میں یہی اعلان اور جذبہ ظاہر نہیں کیا گیا' کہ یہ نواکھالی اور مشرقی بنگال کے مظالم کا بدلہ ہے؟

19- کیا لیگ اور اس کے زعماء ہمیشہ یہی فلسفہ نہیں پیش کرتے رہے کہ مسلم اقلیت کے صوبوں میں جو معاملہ ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ کرے گی' ہم اس کا بدلہ پاکستان میں ہندو اقلیت کے ساتھ عمل میں لائیں گے۔

20- کیا یہ فلسفہ صحیح تھا اور جب کہ ابتداء مسلم لیگ نے مشرقی بنگال میں کر دی اور لیگیوں کی طرف سے اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا گیا' اور بہار اور گڈ مکتیشر میں اس فلسفہ کا اعلان کرتے ہوئے ہندوستان نے مسلمانوں پر مظالم کی بوچھاڑ کر دی تو کیا ہمارے لیے الزام دینے کی گنجائش باقی رہتی ہے؟

21- کیا ہر قسم کی اشتعال انگیزی' بھڑکانا' الٹی میٹم دینا' اعلان جنگ کرنا' مسلمانوں کی واحد نمائندگی کی دعویدار جماعت سے نہیں ہوا' غور فرمائیے! قائداعظم ایک کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کی مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

1- "ہلاکو اور چنگیز خاں کے خونی باب کی پھر سے تقلید کریں گے' ہم بہترین حالات کی امید کرتے ہیں لیکن بدترین کے لیے

تیار ہیں ہمیں پاکستان سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔"
(ڈان اپریل 1946ء)

2- "ڈائرکٹ ایکشن کا فیصلہ ہماری تاریخ اور ہماری پالیسی میں ایک انقلابی قدم ہے' اور پاکستان کی جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے' (ڈان 15 اگست 1946ء)

3- "ہندوستان میں زبردست خانہ جنگی ہونے والی ہے' نئے سرے سے گفت و شنید شروع کی جائے' ملک کے سامنے دو راستے ہیں ایک خانہ جنگی' دوئم گفت و شنید کے ذریعہ باہمی سمجھوتہ (ڈان 12 دسمبر 1946ء)

4- "ڈائرکٹ ایکشن سے پاکستان حاصل کریں گے" (ڈان یکم اگست 46ء)

5- "مسلمانوں کو ایک زبردست جنگ کرنی ہے' سنگین اور خطرناک صورت حال پیدا ہو گئی ہے ہم جدوجہد کی آگ سے کامیاب نکلیں گے۔ (28 اگست 46ء)

6- "پاکستان حاصل کریں گے یا تباہ ہو جائیں گے" (نواب ممدوٹ 2 اپریل 46ء)

7- "پاکستان کی جنگ کے لیے خون کا ہر قطرہ محفوظ رکھو' سب سے پہلے میں اس جنگ میں اپنا خون بہاؤں گا' مسلمان ایک منظم فوج ہیں۔" (نواب لیاقت علی خان 13 اپریل 1974ء)

8- مسٹر سہروردی وزیر بنگال (دہلی کنونشن میں) پاکستان دس کروڑ مسلمانوں کی آواز ہے' پاکستان نہ ماننے والے کے لیے ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ بنگال کے مسلمان سب کچھ کرنے کو تیار رہیں۔

9- "پاکستان کے لیے کوئی قربانی زیادہ نہیں ہے" (خان بہادر اسمٰعیل 6 اپریل 46ء)

-10 ہم بہار کے مسلمان پاکستان کے لیے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے" (خان بہادر محمد اسمٰعیل 11 اپریل 46ء)

-11 "پاکستان کو منظور نہ کرنے سے ہندوستان کا امن اور سلامتی خطرہ میں پڑ جائیں گے (نواب سر مخدوم 12 اپریل 46)

-12 ہم لڑیں گے اور دنیا کے لیے مریں گے مسٹر عبدالقیوم 26 اپریل 1946ء)

-13 "بہار کے مسلم طلباء پاکستان کے لیے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے" (سیکرٹری بہار مسلم اسٹوڈنٹس 27 اپریل 1946ء)

-14 ہم پاکستان کی بھیک نہیں مانگتے' بلکہ اسے بزور شمشیر حاصل کریں گے" (اورنگ زیب خان 29 اپریل 1946ء)

-15 پاکستان نہ دیا گیا تو ہم وہ تباہی مچائیں گے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہ ملے گی" (مسلم نیشنل گارڈ جمشید پور 8 مئی 46ء)

-16 ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ پاکستان کے لیے خون بہا دیں گے۔" (خان بہادر اسمٰعیل کا مسٹر جناح کو تار 6 جون 1946ء)

-17 جہاد شروع ہونے والا ہے تیار ہو جاؤ!" (نواب ممدوٹ 5 ستمبر 46ء)

لیگ کے اخباروں کو ملاحظہ فرمایئے' ہم نے تو بہت تھوڑے نوٹ ڈان سے نقل کئے ہیں' کیا یہ ہندوؤں اور نیشنلسٹوں وغیرہ کو الٹی میٹم نہیں ہے' کیا یہ سب ڈرانا دھمکانا اشتعال دینا نہیں ہے؟ اب آپ ہی انصاف فرمایئے' کہ الزام کس پر عائد ہوتا ہے' آپ (مسلمانان لیگ) ہی اشتعال انگیز تقریریں کریں' چیلنج دیں۔ (اعلان جنگ کریں' تمام انتقامی کارروائیوں کی ابتدا عمل میں لائیں' پھر مورد الزام دوسروں کو قرار دیں' میرٹھ میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ یہی تو تھا کہ "تلوار کا جواب ہم تلوار سے دیں گے۔" اس پر لوگ برافروختہ ہو گئے' اس نے کیا غلط کہا ہے' وہ و

جواب کا لفظ کہتا ہے جس کے معنی ظاہر ہیں کہ ہم پر کوئی اگر تلوار سے حملہ آور ہو گا تو ہم بھی جواب میں تلوار استعمال کریں گے' جب کہ لیگ تلوار اور خون ریزی وغیرہ سے دھمکاتی ہے اور پھر عملی میدان میں بھی نکل آتی ہے تو جواب دینے والا مجبور ہے وہ مورد الزام کیونکر ہو سکتا ہے' ابتدائی ظلم جس نے کیا وہ مورد الزم ہو گا یا جس نے جواب دیا؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
المستبان ماقالا فعلی البادی منهما (گالی گلوج کرنے والے دو شخصوں نے جو کچھ بکا ان سب کا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہے)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لایسب احدکم والدیه** (کوئی اپنے والدین کو گالی نہ دے)

لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ایک (شخص) دوسرے کے والدین کو گالی دیتا ہے تو وہ دوسرا اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے' لہٰذا اس نے اپنے والدین کو گالی دی)

قرآن شریف میں ہے **ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰه** (الایة) (تم کافروں کے معبودوں کو گالی مت دو' ورنہ نادانی کے باعث اللہ تعالیٰ کو گالی دیں گے)۔

خلاصہ یہ کہ شرعی' عقلی' عادی ہر حیثیت سے چھیڑنے اور ابتداء کرنے والا ہی مورد الزام اور گناہگار قرار دیا جاتا ہے۔ اگر کسی نے گدھے کو چونکا لگایا' اور گدھے نے لات مار کر نقصان پہنچایا تو یہ نقصان چونکا لگانے والے ہی کی طرف منسوب ہو گا' گدھا مورد الزام نہیں قرار دیا جا سکتا۔

پنجاب اور سرحد کے مظالم پر بھی غور فرمایئے' کہ ابتداء کہاں سے اور کس سے ہوئی اور ان سب کے ساتھ ساتھ یہ بھی غور کیجئے کہ انسان اور اسلامی شرافت ان اعمال میں کہاں تک کام میں لائی گئی ہے؟ وہ قوم جو کہ قرآن اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع ہونے کی دعویدار ہے' وہ کس طرح اپنے دائرے سے خارج ہو رہی ہے' پھر کفار اگر کچھ جوابا" یا بغیر جواب ناشائستہ اور جاہلانہ اعمال کریں تو ان پر کس طرح گرفت کی جا سکتی ہے؟

ہم پٹیل یا دوسرے متعصب اشخاص کے حامی نہیں ہیں' مگر انصاف اور معقولیت نظر انداز کیونکر کر سکتے ہیں؟ ہم کو کہا گیا ہے **وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا** (تم خدا کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو)

ہم کو کہا جاتا ہے: **ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا** (تم کو کسی قوم کی عداوت اس جرم میں مبتلا نہ کرے کہ بے انصافی کرنے لگو)

یہاں مسلمان خود ہی ابتدا کرتے ہیں' خود ہی تعدی کرتے ہیں' اور آپ جذبات میں آکر جامہ کے باہر ہو رہے ہیں۔

(8)

جو کچھ ہو رہا ہے انگریز کی پرانی اسکیم کے مطابق ہو رہا ہے' جو کہ 1931ء میں ظاہر ہو گئی تھی' مسٹر پلوڈن جج صوبہ یوپی کے ایک خط کا پریس کے ہاتھ لگ جانے پر اس کا اعلان ہو گیا تھا۔ (دیکھئے! "پاکستان کیا ہے" حصہ اول دفتر مرکزی جمعتیہ علماء ہند دہلی)

انگریز اسلامی اکثریت کے صوبوں کو اپنی تجارتی منڈی اور ان کے بند کراچی' کلکتہ' چاٹگام کو اپنا تجارتی ساحل اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام رکھنا چاہتے ہیں' ہندو اکثریت کے صوبوں سے مایوس ہو چکا ہے' ان کو اور ان کے سوا حل وغیرہ کو چھوڑ کر مسلمانوں سے کام (نکالنا چاہتا ہے اور اسی کے کھیل کھیل رہا ہے' بہرحال اسی کا فتنہ ہے' اور ہندوستانی مسلمان' ہندو سکھ وغیرہ اس میں پھنس رہے ہیں' ذرا سوچ سمجھ کر ٹھنڈے دل سے رائے قائم کیجئے!

(9)

یہ لیگی خوانین اور امراء جو کہ آج پیش پیش ہیں' ہر زمانہ میں انگریز کا ساتھ دیتے رہے اور قومی کارکنوں کو برباد کرتے رہے' یہ نہ تو دین کے ہیں نہ دنیا کے کانگریس کا نواکھالی کے مظلومین کے لیے کچھ دینا اور بہار کے مظلومین کے لیے کچھ نہ دینا اگر ثابت ہو جائے تو آپ کی ناواقفیت ہو گی' کہ اس کو مورد الزام قرار دیں' بہار کی کانگریس حکومت اس وقت سے مسلمان پناہ گزینوں پر غذا اور کپڑوں

اور دوسرے مصارف جو کچھ خرچ کر چکی ہے' اور آج اس کے بسانے میں جو کچھ خرچ کر رہی ہے وہ اس مقدار سے کئی گناہ زیادہ ہے جو کانگریس نے نواکھالی وغیرہ کے مظلومین کو دیا ہے۔

(10)

کسی نظام کے افراد کی غلط کاریوں سے اس نظام کو باطل نہیں کہا جا سکتا' جب تک کہ نظام بدل نہ جائے' کانگریس آزادی حاصل کرنے اور غلامی ختم کرنے کے لیے ایک نظام ہے' اس کے افراد میں بعض گمراہ بھی ہیں' جب تک ایسے گمراہ لوگ اس نظام کو حسب انصاف رہنے سے بدل نہیں دیتے' اس سے روگردانی صحیح نہ ہو گی' البتہ ان گمراہ افراد کے اعمال پر نکتہ چینی کرنی صحیح اور لازم ہو گی' جیسا کہ جمعیت کر رہی ہے۔

(11)

مسلمان تو ہندوؤں سے اس وقت سے ملے ہوئے ہیں' جب سے کہ ہندوستان میں آکر آباد ہوئے' اور میں تو اس وقت سے ملا ہوں جب سے کہ میں پیدا ہوا ہوں' کیونکہ میری ولادت ہندوستان میں ہی ہوئی' اور یہاں ہی پرورش پائی' جب ایک ملک' ایک شہر اور ایک آبادی میں رہیں گے تو ضرور ایک دوسرے کو دیکھے گا' ساتھ رہے گا ساتھ چلے گا معاملات لین دین اور ہر قسم کی خرید و فروخت' اجارہ وکالت عاریت' تعلیم و تعلم وغیرہ وغیرہ میں ایک دوسرے سے باتیں کرے گا' ہاتھ ملائے گا لہٰذا میں اور تمام مسلمان جب تک ہندوستان میں ہندوؤں سے ملے ہوئے ہیں' بازاروں میں ملے ہوئے ہیں' مکان میں ملے ہوئے ہیں۔ ریلوں میں ٹراموں میں' لاریوں میں اسٹیمروں میں اسٹیشنوں میں کالجوں میں ڈاک خانوں میں' تھانوں میں اور پولیس کے اداروں میں' کچہریوں میں' کونسلوں میں' اسمبلیوں میں ہوٹلوں میں وغیرہ وغیرہ یہی بتلایئے کہ ملا کہاں اور کہاں نہیں ہے' آپ زمیندار ہیں آپ کے کاشتکار کیا ہندو نہیں ہیں؟ آپ تاجر ہیں؟ کیا آپ کے خریدار اور معاملہ والے جن سے آپ کو خریدنا ہوتا ہے ہندو نہیں ہیں؟ کیا ان سے ملنا نہیں پڑتا؟ آپ میونسپل بورڈ' ڈسٹرکٹ بورڈ' لوکل بورڈ' کونسل اسمبلی وغیرہ کے ممبر

ہیں' کیا ہندو ممبران اور سیکرٹری اور پریسڈنٹ سے ملنا بحث کرنا' انسانی تہذیب اور آداب کو بجالانا نہیں پڑتا ہے؟ پھر بتلایئے اور غور کیجئے کہ کون ان سے بچا ہے؟ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو گردن زدنی قرار دیجئے' میں ابتدائی عمر میں مڈل اسکول میں پڑھتا تھا تو ہندو طلباء بھی ساتھ ساتھ تھے' چنانچہ کئی سال تک متعدد کلاسوں میں ساتھ رہا' اور بعض بعض کلاسوں کے لیے مدرس بھی ہندو تھے ان سے پڑھنا ہوا' اور اگر آپ کہیں کہ ملنے سے مراد تابعداری ہے تو حضور! جب تک آپ کسی محکمہ میں ہوں' اور آپ کا افسر ہندو ہو تو اس کی تابعداری روزانہ بلکہ ہر گھنٹہ میں کیا آپ کو کرنی نہیں پڑتی ہے؟ جس صیغہ میں بھی غیر مسلم کی گنجائش ہو گی اس میں بسا اوقات ہندو افسر ہو گا اور اس کے ماتحت مسلمان ہوں گے' اس سے نجات کب ہو سکتی ہے؟ اور آپ فرمائیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ ہندوستان کی جنگ ہو رہی تھی تو اس زمانہ جنگ میں مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے ہندو سے مل گیا ہے' کیونکہ یہ لفظ عرف میں ایسے مقام پر بولا جاتا ہے تو حضور! یہاں کیسے اور کون سی جنگ ہو رہی ہے' اور میں کب مسلمانوں کو شکست دینے' اور دشمنوں سے ان کو پامال کرانے کے لیے میدان میں اتر گیا ہوں؟ یہ محض خیالی اور وہمی امور ہیں' العیاذ باللہ۔

(12)

میں کانگریس کا اس وقت سے ممبر ہوں جب سے کہ مالٹا سے ہندوستان آیا' اس سے پہلے میں انقلابی تشدد آمیز خیالات کے ساتھ موجودہ انگریزی اقتدار کا مخالف تھا' اور اسی بنا پر مالٹا کی چار برس کی قید ہوئی تھی' اور واپسی مالٹا کے بعد عدم تشدد کے ساتھ انگریزی اقتدار کا مخالف اور ہندوستان کی آزای کا حامی ہو گیا ہوں' 1920ء سے برابر فیس ممبری اس میں اور جمیعۃ علماء میں ادا کرتا ہوں' خلافت کا بھی اسی وقت سے ممبر ہوں' مگر خلافت فنا ہو گئی اس لیے اس میں کوئی حصہ نہیں رکھتا' اور میں ہر اس انقلابی جماعت میں شریک ہونے کے لیے تیار ہوں' جو انگریزی اقتدار کو ہندوستان سے ختم کرنے یا کم کرنے کے لیے سچائی کے ساتھ کوشاں ہو اور عدم تشدد کی پالیسی رکھتی ہو' غرضیکہ میں پچیس برس سے کانگریس کا

ممبر ہوں جلسوں میں شریک ہوتا ہوں' تقریریں کرتا ہوں' فیس ممبری ادا کرتا ہوں' عہدوں کو قبول کرتا ہوں' جیل جاتا ہے اور اسی طرح سے اس وقت سے جمعیت علماء ہند کا بھی ممبر ہوں' ہاں کسی مذہبی و فرقہ داری غیر مسلم' ہندو' سکھ' پارسی' عیسائی' پہلوی (وغیرہ) جماعتوں کا نہ ممبر ہوں' اور نہ ان کے جلسوں وغیرہ میں شریک ہوتا ہوں۔ یہ واقعی حیثیت ہے واللہ علی مانقول وکیل۔

(13)

مولانا شبلی مرحوم جن کی زمانہ جنگ عظیم اول ہی میں وفات ہو گئی' وہ لکھتے ہیں: "ہم کو خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیے' ہم کو اپنا راستہ آپ متعین کرنا چاہیے' ہماری ضروریات ہندوؤں کے ساتھ مشترک بھی ہیں اور جداگانہ بھی' اس لیے ہم کو ایک جداگانہ پولٹیکل اسٹیج کی ضرورت ہے' اس موقعہ پر پہنچ کر ہمارے سامنے ایک چیز نمودار ہوتی ہے وہ مسلم لیگ ہے یہ عجیب الخلقت کیا چیز ہے؟ کیا یہ پالیٹکس ہے؟ خدانخواستہ نہیں! انٹی کانگریس ہے؟ نہیں! کیا ہاؤس آف لارڈ ہے؟ ہاں! سوانگ تو اسی قسم کا ہے!" (حیات شبلیؒ ص 617)

دوسری جگہ مولانا مرحوم فرماتے ہیں: لیگ کا سنگ اولین شملہ کا ڈیپوٹیشن ہے' مقصد سراپا یہ تھا اور یہ ظاہر بھی کیا گیا تھا کہ جو ملکی حقوق ہندوؤں نے اپنی اسی سالہ جدوجہد سے حاصل کئے ہیں' اس میں مسلمانوں کا حصہ متعین کر دیا جائے' (حیات شبلی ص 618)

ایک جگہ مولانا مرحوم فرماتے ہیں: "سب سے اخیر بحث یہ ہے کہ مسلم لیگ کا نظام ترکیبی کیا ہے؟ اور کیا وہ قیامت تک درست ہو سکتا ہے' پہلا سوال یہ ہے کہ کیا مسلم لیگ اس خصوصیت کو چھوڑے گی؟ اس کو سب سے پہلے دولت و جاہ کی تلاش ہے اور اس کو اپنے صدر انجمن کے لیے نیابت صدر کے لیے' سیکرٹری شپ کے لیے' ارکان کے لیے اضلاع کے عہدہ داروں کے لیے وہ مہرے مطلوب ہیں جن پر طلائی رنگ ہو' لیکن پولٹیکل بساط میں ان مہروں کی کیا قدر ہے؟ کیا ایک معزز رئیس ایک بڑا زمیندار' ایک حاکم' ایک دولت مند اپنی فرضی آبرو کو نقصان پہنچانا گوارا کر سکتا ہے' ہندوؤں کے پاس زمینداری' دولت اور خطاب کی کمی نہیں'

لیکن کیا انہوں نے تیس برس کی وسیع مدت میں کسی بڑے زمیندار یا تعلقہ دار کو پریسڈنٹی کا صدر نشین کیا۔ کیا ان کے پریسڈنٹوں میں کسی کا سر خطاب کے تاج سے آراستہ ہے (حیات شبلیؒ ص 619)

ایک جگہ فرماتے ہیں: "اس بنا پر پالیٹکس کی بحث میں سب سے بڑا مقدم کام یہ ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ مسلم لیگ نہ آج بلکہ ہزاروں برس کے بعد بھی پالیٹکس نہیں بن سکتی! مسلم لیگ کیوں قائم ہوئی' کیونکر قائم ہوئی' اور کس نے قائم کیا' اور سب سے بڑھ کر یہ وحی (بقول سرسید مرحوم) خود دل سے اٹھی تھی' یا کوئی فرشتہ اوپر سے لایا تھا (حیات شبلیؒ ص 618)

ان مختلف اقتباسات سے جو کہ مولانا شبلی مرحوم کے ان مضامین میں سے جن کو انہوں نے اخبار مسلم گزٹ 1910ء میں شائع فرمائے تھے' اور ان مضامین کے چیدہ چیدہ کلمات "حیات شبلی" میں مندرج ہیں' پوری حقیقت سمجھ میں آ گئی ہو گی۔

(14)

نواب وقار الملک صاحب فرماتے ہیں: ہماری تعداد بمقابلہ دوسری قوموں کے ہندوستان میں ایک خمس ہے اب اگر کسی وقت ہندوستان میں خدانخواستہ 'انگریزی حکومت نہ رہے تو ہمیں ہندوؤں کا محکوم ہو کر رہنا پڑے گا' اور ہماری جان اور ہمارا مال' ہماری آبرو' ہمارا مذہب سب خطرہ میں ہو گا' اور اگر کوئی تدبیران خطروں سے محفوظ رہنے کی ہندوستانی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے تو وہ یہی ہے کہ انگریزی حکومت ہندوستان میں قائم رہے' ہمارے حقوق کی حفاظت تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ ہم گورنمنٹ کی حفاظت پر کمربستہ رہیں' ہمارا وجود' اور گورنمنٹ کا وجود لازم و ملزوم ہیں' انگریزوں کے بغیر ہم اس قوت اور آسودگی کے ساتھ نہیں رہ سکتے' اگر مسلمان دل سے انگریز کے ساتھ ہیں تو انہیں کوئی ہندوستان سے نکال نہیں سکتا' ان کو اس عمدہ خیال کی تلقین کی جائے گی کہ وہ اپنے تیئں مثل ایک فوج کے تصور کریں' اور تاج برطانیہ کی حمایت میں اپنی جانیں قربان کریں' اور اپنا خون بہانے کے لیے تیار رہیں' اور گورنمنٹ سے اپنے حقوق نہایت ادب اور متانت

سے طلب کریں' نہ کہ اس طریقے سے جس پر ہمارے ابنائے وطن کا عمل ہے اور اس سے میری مراد ایجی ٹیشن کا طریقہ ہے' پس ہمارے دل میں یہی ایک خیال موجزن رہتا ہے کہ اس سلطنت کی حمایت کرنا تمہارا قومی فرض ہے' تم اپنے تئیں انگریزی فوج کے سولجر خیال کرو۔ تم تصور کرو کہ انگریزی پرچم تمہارے سر پر لہرا رہا ہے' تم یقین کرو کہ تمہاری یہ دوڑ دھوپ کہ تم ایک دن فوج برطانیہ پر (اور اس کی ضرورت ہو) اپنی جانیں نثار کرو اور انگریزی سپاہیوں کے ساتھ مل کر اس سلطنت کے مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ کلہ بکلہ لڑو' اگر یہ خیال تم نے ذہن نشیں رکھا تو مجھے امید ہے کہ تم اپنی قوم کے لیے باعث فخر ہو گے اور آئندہ نسلیں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔ اور تمہارا نام ہندوستان کی انگریزی حکومت کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا' (روشن مستقبل ص 330 ماخوذ وقار الملک کی اسپیچ مسلمانان ہند کی پالیٹکس پر 23 مارچ 1907ء کو مدرستہ العلوم علی گڑھ میں طالب علموں کے روبرو کی گئی)

محترم المقام! مذکورہ بالا اقتباسات صحیحہ سے لیگ کے اصلی معنی آپ کو سمجھ میں آگئے ہوں گے۔

(15)

بقول مولانا شبلی مرحوم' وہی روح لیگ میں آج بھی کام کر رہی ہے' جو ابتداء میں تھی یعنی برطانیہ کی امداد کرنا' ان کو اپنے لیے مدار زندگی سمجھنا' اور اپنی جان و مال و عزت کو انگریزی راج کی بقا کے لیے قربان کرنا' اور مسلمانوں میں اس کی تلقین کرنا' اور ہندوؤں کو عظیم الشان دشمن اور ان کی حکومت کو انتہائی مضر و مہلک سمجھنا اور ان سے ہر وقت ڈرانا اور کانگریس سے جو کہ ملکی اور سیاسی جماعت ہے' ہر طرح باز رکھنا وغیرہ' آپ بھی قائداعظم کے خطبات اور لیگ کے کارکنوں کے خطبات لیگی پریس کے مضامین "ڈان" اور "منشور" کے روزانہ آرٹیکلوں کو ملاحظہ کریں' اور اسی روح اور حقیقت کا مشاہدہ کریں۔

زمیندار 25 مارچ 41ء ص 8 کالم نمبر1 کو دیکھئے! فرماتے ہیں: ہم اعلان کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند اسلامی قومیت کا ہی حصہ نہیں' ہم بیانگ دہل کہتے ہیں

کہ ہم اسی ملت عظیم کا ایک جز ہیں جو بحراوقیانوس سے بحرالکاہل تک پھیلی ہوئی ہے' ترکی بھی اسی ملت کا ایک حصہ ہے۔ افغانستان اور عراق بھی! مجھے خوشی ہے کہ اس جنگ مین یہ طاقتیں برطانیہ کے ساتھ ہیں اور ہم ہندی مسلمان بھی (خواہ ماضی میں کتنا ہی اختلاف رہا ہو) انگریزوں کے ساتھ ہیں اور اس وقت بھی ہم تمہاری امداد کرنا چاہتے ہیں۔

اس سے پہلے ص 7 کالم نمبر8 میں فرما چکے ہیں: "مسلم لیگ ایسے وقت میں برطانیہ کو پریشان کرنا نہیں چاہتی جب کہ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو اور نہ فوجی بھرتی میں رکاوٹ بننا چاہتی ہے اور نہ اس نے سول نافرمانی کا حربہ استعمال کیا' بلکہ وہ غیر جانبدار ہے' اگرچہ اس کی جانبداری بھی جارحانہ رنگ کی نہیں ہے' اس نے اپنے کچھ ارکان کو اجازت دیدی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو برطانیہ کی مصیبت کے وقت میں کام کرسکتے ہیں' سرسکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے جو مسلم لیگ کے ایک سربرآوردہ رکن ہیں' اتنی زبردست فوجی امداد کی ہے کہ جس کی مقدرت کسی اور شخص کو نہیں ہو سکتی ہے۔

اس سے پہلے ص 2 کالم نمبر5 میں فرما چکے ہیں کہ: ہم مسلم لیگی بھی اس ملک کی دوسری جماعتوں کی طرح برطانیہ ہی کی فتح چاہتے ہیں' ہم انگلستان کو مظفرو منصور دیکھنا چاہتے ہیں" تیج 3 مارچ 1941ء میں مندرجہ ذیل فقرہ دیکھئے' یہی انداز نواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب نے اسمبلی میں فائنس بل پر تقریر کرتے ہوئے اختیار کیا' انہوں نے کہا کہ: "حکومت ان کو پوچھتی ہے جو اس کی پیٹھ پر چھڑا مارتے ہیں' اور جو اس کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتے ہوں' ان کی جانب بے رخی سے پیش آتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ لیگ کا اولین سنگ بنیاد آج تک محفوظ ہے۔ لیگ برطانیہ کی ممدومعین ہے اس کو ہی اپنے لیے مدار زندگی سمجھتی ہے اور جان و مال عزت و آبرو اور مذہب سب کو برطانیہ پر نثار کرنا ضروری جانتی ہے' اور اس کی تلقین مسلمانوں کو مختلف پیرایوں میں کرتی رہتی ہے اور ہندوؤں سے نفرت پھیلانا' مسلمانوں کو ان سے ہر وقت ڈرانا' اور ان کی جماعتوں کو نہایت خطرناک دشمن دکھلانا اور کانگریس

سے متنفر کرنا اس کا آج نہایت اہم مشغلہ ہے۔

(16)

-1 دیکھئے! آرمی بل پاس ہو گیا (جس کے سلسلے میں کراچی کا کیس اور سزائیں عمل میں آئیں اور پانچ سو سے زائد علماء کا فتوی جگہ جگہ شائع کیا گیا تھا) اور فوجی بھرتی میں رکاوٹ ڈالنے والے کو مجرم اور ایک سال کی سزا کا مستحق قرار دیا گیا کیا یہ محض برطانیہ کی امداد نہ تھی حالانکہ تمام کانگریسی اور غیر کانگریسی ہندوؤں نے اسمبلی میں اس کی مخالفت کی تھی۔

-2 قائداعظم اور دوسرے مسلم ممبروں نے اس وقت زور دار الفاظ میں تقریر کی کہ یہ فوجیں ممالک اسلامیہ نہ جائیں گی' وائسرائے کے وعدہ کا یقین دلایا' اور کہا کہ اس کے خلاف ہو تو ہم یہ کر ڈالیں گے وہ کر ڈالیں گے' مگر یہی فوجیں ایران' عراق' شام' مصر کو گئیں' پھر لیگ نے کیا کر لیا۔

-3 لیگ اگرچہ بظاہر جنگ سے غیر جانبداری' مگر انفرادی اعانت کی اجازت دی جس کی بنا پر چھوٹے بڑے لیگیوں نے برطانیہ کی امداد اعانت جنگ میں بیش از بیش کی یہاں تک حصہ لیا کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی دیکھو زمیندار 25 مارچ 1941ء۔

-4 لیگ پاکستان انگریزوں سے مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ ڈیفنس اور خارجہ پالیسی بعد آزادی بھی پاکستان میں انگریزوں کے ہاتھ میں رہے گی' جب تک کہ پاکستان کی حکومت پوری طرح امن و امان قائم رکھنے کے قابل نہ ہو جائے۔ (برخلاف کانگریس کے کہ آزادی کامل کا مطالبہ کر رہی ہے ظاہر ہے ڈیفنس برطانیہ کے قبضہ میں ہونے پر پوری امداد و استمداد مسلمانوں سے اس کی ہوتی رہے گی۔

-5 لیگ نے شریعت بل فیل کیا۔

6- لیگ نے خلع بل کو بالکل خلاف شریعت اور ناکارہ کر دیا۔

7- لیگ نے قاضی بل کی مخالفت کی اور اس کو فیل کر دیا' حالانکہ اسلامی ضرورتیں اور اسلامی تاریخ اس کے متقاضی تھی۔

8- نکاح بل وغیرہ میں اس کی دشمنی ظاہر ہے۔

9- لیگ کی موجودہ حکومتوں نے برطانیہ کی پوری امدد کرتے ہوئے ہندوستانی عوام بالخصوص مسلمانوں کو برباد کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا' صوبہ بنگال میں مسلم لیگ ہی کی حکومت نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا' (مراد قحط بنگال) مسٹر ایمری 19 لاکھ تک کا اقرار کرتے ہیں' اخباروں سے 90 لاکھ یا اس سے زائد کا پتہ چلتا ہے' یہ وہ صوبہ ہے جس میں مسلم آبادی تمام صوبوں سے عدد میں زائد ہے اور سب سے زیادہ غریب ہے اور وہی عموماً" مرے ہیں۔

10- مسلم لیگ کی وزارتوں نے لیگیوں اور وزراء کو ٹھیکے دیکر ان کو مالا مال کر دیا کنٹرول وغیرہ سے عوام کو فنا اور مفلس کر دیا' وہ کام کیا جس کی نظیر نہ کانگریسی حکومت کے زمانہ میں ملتی ہے اور نہ ان صوبوں میں جہاں براہ راست گورنروں کی حکومت رہی ہے۔

11 خود قائداعظم اور لیگ کے ہائی کمانڈ نے 1916ء میں لکھنؤ پیکٹ کرکے مسلم اکثریت کے صوبوں کا گلا گھونٹ دیا' یہ معاہدہ کیا کہ پنجاب میں مسلم سیٹیں 55 فی صدی سے گھٹا کر پچاس فی صدی کر دی جائیں اور صوبہ بنگال میں 53 فی صدی سے گھٹا کر 40 فیصد کر دی جائیں۔ اگرچہ اس کے بدلے میں مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کی نشستیں زیادہ کی گئیں' مگر اس زیادتی کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہ ہو سکا'

کیونکہ ان میں مسلم میناریٹی اتنی زیادہ تھی کہ اس وٹیج کے ہوتے ہوئے بھی بڑے درجہ کی اقلیت باقی رہ گئی اگرچہ صوبہ بمبئی میں 13 کی زیادتی ہو گئی' اور جملہ 33 فیصید ہو گئی' اسی طرح یو پی میں سولہ فیصید زیادتی کر کے تیس فیصید اور بہار میں 19 فی صدی زیادتی کر کے 39 فی صدی اور مدراس میں 8 فی صدی زیاتی کر کے پندرہ فی صدی اور متوسط و براء میں گیارہ فی صدی زیادہ کر کے پندرہ فیصید بنا دی گئی' مگر کیا فائدہ ہوا؟ دوسری طرف مسلم اکثریت والے صوبے ایسے نقصان میں مبتلا ہو گئے' کہ آج تک ان کو خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے' مانیگو چیمسفورڈ اسکیم میں اسی میثاق پر عمل درآمد ہوا' اور مسلمان ہر جگہ بے دست وپا ہو کر رہ گئے۔

-12 کلکتہ کے اجلاس کونش میں صاف اور واضح الفاظ میں مسٹر جناح نے فرمایا تھا کہ اکثری کے صوبوں میں مسلمان ممبروں کی تعداد بڑھانے کے یہ معنی ہوں گے' کہ امیر لوگوں کو اور زیادہ امیر بنایا جائے' بہتر یہ ہو گا کہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمان ممبروں کی تعداد اور زیادہ بڑھا دی جائے۔ (روشن مستقبل ص 434)

قائداعظم اور دیگر لیگیوں نے لندن میں یورپین ایسوسی ایشن سے (جو کہ ہندوستان میں ملکی آزادی کی سب سے بڑی دشمن ہے) عہد و پیمان کر لیا اور اس کو اس قدر سیٹیں حق سے زائد دیدیں کہ جب پارٹیوں کے سمجھوتہ کے وقت مسلمانوں کے لیے اکیاون فی صدی بنگال میں پورا کرنے کا ارادہ کیا تو بجز اس کے کوئی چارہ نہ ہو سکا کہ یورپین ایسوسی ایشن سے 3/2 سیٹیں لے جائیں' مگر وہ کیوں راضی ہوتے؟' بالاخران کی 31 سیٹیں وزیراعظم نے رکھ دیں اور ہمیشہ کے لیے مسلمانوں اور ہندوؤں کے لیے بنگال میں اقلیت کی مہر لگا دی۔

(17)

نیو اسٹیٹمین اینڈ نیشن لندن مورخہ 14 ستمبر 1940ء ایک طویل آرٹیکل لکھتا ہے جس کے مندرجہ ذیل اقتباسات زیر غور ہیں:

"لارڈ لنلتھگو نے مسلم لیگ کو تمام مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا' اس کا دعوی ہے کہ اب چند مہینوں سے اس کے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے' یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے کہ وائسرائے کی سرپرستی کی وجہ سے کانگریس کے بعد یہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بن گئی' اگر ہماری یہ پیش کش مخلصانہ ہے کہ صلح کے بعد ہندوستان کو درجہ نو آبادیات کا عطا کر دیا جائے گا' تو ہمیں اس قسم کا کوئی قدم اٹھانا پڑے گا' لیکن اگر ہم مسٹر جناح کو اپنا آلہ کار بنا رہے ہیں جو ہر وقت بھونڈے اور ناکارہ عہد نامہ کو بھر کر ہمیں اخلاقی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کے لیے تیار ہیں تو ہم ایسا نہیں کریں گے اگر ہمارے متعلق یہ شبہات بڑھتے رہے اور ہم نے ان کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی' کہ ہم "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کا پرانا کھیل کھیل رہے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم مستقبل قریب میں ہندوستان کو کھو دینے کا خطرہ مول لے رہے ہیں (مدینہ بجنور 13 مارچ 1941ء)

(18)

مسٹر موہن لال مشہور ہندوستانی جرنلسٹ امریکہ سے ہندوستان واپس ہوتے ہوئے سندھ سیکرٹریٹ کے ریسٹورنٹ کراچی میں تقریر کرتے ہوئے ایک طویل بیان دیتے ہیں' جس کے مندرجہ ذیل اقتباسات قابل غور ہیں۔

"علاوہ ازیں امریکہ کا برطانوی سفارت خانہ پاکستان کے حق میں انگلینڈ میں پمفلٹ وغیرہ لٹریچر چھپواتا ہے اور اسے ہوائی جہاز کے ذریعہ امریکہ مفت تقسیم کرنے کی خاطر بھیجا جاتا ہے' اس کے علاوہ امریکہ میں ایک مسلم لیگ بھی کھل گئی ہے' مسٹر احمد اس کے انچارج ہیں' برطانوی سفارت خانہ کی طرف سے انہیں تنخواہ دی جاتی ہے (رپورٹر ملاپ 6 جنوری 45ء)

(19)

قائداعظم کی وہ خط و کتابت جو وائسرائے سے شملہ کانفرنس کے سلسلے میں

ہوئی تھی' اس کے مندرجہ ذیل اقتباسات قابل غور ہیں۔

17 جولائی لارڈ ویول میں نے کانفرنس کے آخری روز آپ کی طرف سے پیش کردہ تجویز ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھی' بعد از غور فیصلہ کیا گیا کہ کمیٹی کا نظریہ آپ کے روبرو رکھا جائے' جو حسب ذیل ہے۔

"11 اگست 1940ء میں میں نے جب آپ کے پیش رو لارڈ لنلتھگو سے ایک ایسی ہی پیش کش کی تھی اور ورکنگ کمیٹی نے اسے نامنظور کر کے اس کے خلاف اعتراضات روانہ کئے تھے' تو لارڈ لنلتھگو نے ان اعتراضات کو درست تسلیم کرتے ہوئے اپنی پہلی پیش کش کو واپس لے لیا اور اس کے بجائے نئی تجویز پیش کرتے ہوئے ایک مراسلہ لکھا جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"میں آپ کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات اور آپ کی بیان کردہ مشکلات کا احساس کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے اسے ایگزیکٹیو کونسل کے ممبران کی فہرست پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس فہرست کا معاملہ اس کے صدر اور میرے درمیان خفیہ بات چیت میں طے ہونا چاہیے' مسلم لیگ نے یہ نعم البدل منظور کر لیا' اب بھی کمیٹی کی رائے ہے کہ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے اس کے ساتھ فہرست کے متعلق اسی قاعدہ سے عمل کیا جانا چاہیے' جو آپ کے پیش رو بنائے گئے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سابق وائسرائے اور مسٹر جناح میں خفیہ ساز باز ہوتا رہتا تھا۔ (مدینہ بجنور 21 جولائی 1945ء)

جب کہ ہائی کمانڈ (لیگ) دھوکہ دیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کو بذریعہ تقریر و تحریر ہندوؤں اور کانگریس سے خطرہ میں دکھاتا ہے اور برطانیہ کی برباد کن پالیسی کا ذکر تک نہیں کرتا اور برطانیہ کی خفیہ اور ایک درجہ تک ظاہری امداد اس میں شامل ہے تو طبعی تقاضہ ہے کہ عوام الناس جن کو حقائق پر غور کرنے کی عادت نہیں اور جذبات میں جلد بہہ جانے کے عادی ہیں' لڑائی ان کے خمیر میں ہے ہندو لڑنے میں وہ خطرہ بھی نہیں ہے جو انگریز سے لڑنے میں ہے' اسی کو اچھا سمجھیں [illegible]ت ہی میں شریک ہوں گے' یہی عوام تحریک خلافت میں دوسری

حالت میں تھے۔

(21)

مسلمانوں کی ایک ہزار برس سے زیادہ کی یہاں حکومت تھی، یہ ملک دارالاسلام تھا اسلام کا پرچم بلند تھا، کفرو شرک کا جھنڈا سرنگوں تھا، انگریز نے دھوکہ دے کر، تفرقہ ڈال کر، آہستہ آہستہ مسلمان بادشاہوں، اور نوابوں کو قتل و غارت کیا، دارا لکفر بنایا، اسلام کے پرچم کو سرنگوں اور کفرو الحاد کے پرچم کو سربلند کیا، یہی نہیں بلکہ ہندوستان کی غلامی کے لیے ہندوستان کی ہی طاقتوں سے اسلامی ممالک کی طاقتوں کو یکے بعد دیگرے برباد کیا اور وہاں کی مسلم فوجوں کو قتل اور مسلم اقتدار کو زائل اور مسلم اموال وغیرہ پر قبضہ کیا، اب غور کی بات یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں اور پھر ہندوستانیوں کا روئے زمیں پر سب سے زیادہ دشمن کون ہے؟

(22)

کانگریس کی جدوجہد خواہ کتنی ہی دھیمی کیوں نہ ہو برطانوی اقتدار کے لیے زہرہلاہل سے زیادہ عام انگریز بالخصوص اہل استبداد اور قدامت پسندوں کی نظر میں ہے، اس لیے وہ ہر طرح کانگریس کے خلاف میں ابتداء سے کوشش کرتے رہے، پہلے پہل مسٹر بیک انگریز (پرنسپل علی گڑھ کالج) نے انفرادی کوششیں کیں اور علیحدہ علیحدہ لوگوں کو مخالف بنایا، بالخصوص سرسید مرحوم کو سخت متنفر کیا، پھر سر آکلینڈ کالون گورنر یوپی کو کانگریس کے بالمقابل لاکھڑا کیا، مگر جب اس سے کام چلتے نہ دیکھا گیا تو اجتماعی کوششیں عمل میں لائی جانے لگیں چنانچہ اگست 1888ء مین علی گڑھ میں یونائیٹڈ انڈین میٹریا ٹک ایسوسی ایشن قائم کی گئی، اور اس کے مندرجہ ذیل مقاصد ذکر کیے گئے۔

(الف) ممبران پارلیمنٹ اور انگلستان کے لوگوں کو بذریعہ اخبارات و رسائل مطلع کرنا، کہ ہندوستان کی کل قومیں اور رؤسا اور والیان ملک کانگریس میں شریک نہیں ہیں اور کانگریس کی غلط بیانیوں کی تردید کرنا۔

(ب) مسلمان اور ہندوؤں کی انجمنوں کے خیالات سے جو کانگریس کے خلاف ہیں

ممبران پارلیمنٹ اور انگلستان کو اطلاع دینا۔
(ج) ہندوستان میں امن و امان اور برٹش گورنمنٹ کے استحکام کی کوشش کرنا' اور کانگریس کے خیالات کو لوگوں کے دلوں سے دور کرنا۔

ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا' جس کے الفاظ حسب ذیل تھے۔ "دیسی زبان میں فساد انگیز اور بغاوت خیز تقریر اور تحریر کا انسداد کرنے کے لیے گورنمنٹ سے درخواست کی جائے۔ 1890ء کی ایک عرض داشت بیس ہزار سات سو پینتیس دستخطوں سے مسٹر بیک نے انگلستان پارلیمنٹ میں بھجوائی جس کا مضمون تھا کہ اس ملک میں انتخاب یا طریق جمہوریت کا جاری ہونا اس وجہ سے خلاف مصلحت ہے کہ یہاں مختلف اقوام کے لوگ بستے ہیں یہ اس وجہ سے تھا کہ کانگریس نے ہندوستان میں جمہوری طریقہ حکومت کا مطالبہ کیا تھا' اس پر دستخط کرانے کے لیے خود مسٹر بیک دہلی گئے اور جامع مسجد کے دروازے پر خود بیٹھے اور آنے جانے والے نمازیوں سے بذریعہ طلبہ یہ کہہ کر دستخط کروائے گئے کہ ہندو گاؤ کشی بند کروانا چاہتے ہیں 1893ء میں "محمڈن انگلو اورینٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپر انڈیا قائم کی گئی' کیونکہ ہندوؤں نے "پٹریاٹک ایسوسی ایشن" سے آہستہ آہستہ علیحدگی اختیار کر لی تھی اور وہ مقاصد کو بھانپ گئے تھے' اس لیے اب خصوصی طور پر مسلمانوں کو آلہ کار بنانا ضروری سمجھا گیا ایسوسی ایشن کے مقاصد حسب ذیل تھے۔
(الف) مسلمانوں کی رائیں انگریزوں اور گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کر کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا۔
(ب) عام سیاسی شورش کو مسلمانوں میں پھیلنے سے روکنا۔
(ج) ان تدابیر میں امداد دینا جو سلطنت برطانیہ کے استحکام اور حفاظت میں مد ہوں ہندوستان میں امن قائم رکھنے کی کوشش کرنا' اور لوگوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا۔

مسٹر بیک یہ ایسوسی ایشن قائم کرنے کے بعد انگلستان گئے اور وہاں انجمن اسلامیہ لندن میں ایک لیکچر دیا' جو نیشنل ریویو میں شائع ہوا' اور علی گڑھ کالج میگزین نے اس کا ترجمہ مارچ' اپریل 1895ء کے پرچوں میں شائع کیا جس کا خلاصہ

حسب ذیل ہے۔

(1) اینگلو، مسلم اتحاد ممکن، لیکن ہندو مسلم اتحاد ناممکن آپ نے فرمایا کہ "ہندوستان کے لوگ مذہب کی بنا پر آپس میں لڑتے ہیں یہاں ہندو مسلم مذہبی انہماک میں کوئی علامت زوال نہیں پائی جاتی، بلکہ جو لوگ ان مذہبوں کے ماننے والے ہیں ان کی عداوتیں روز افزوں ہیں، مسلمان اورنگزیب پر ناز کرتے ہیں، لیکن گروگوبند اور شیواجی کے ماننے والوں کو اس کے نام تک سے نفرت ہے، دونوں قوموں میں ازدواج باہمی ناممکن ہے اور اس وقت ہندوؤں کی ہزار ذاتیں جو اس بات کو گناہ جانتی ہیں، ہندوستان کے لوگوں کے لیے یہ امرنا ممکن ہے کہ وہ اتفاق کر کے جمہوری طرز سلطنت سے اپنے اوپر خود حکمران بنیں۔"

مسٹر بیک نے جو ہندو مسلم نفاق کا گیت گایا ہے وہ بالکل غلط ہے، وہ انگریزوں کا پیدا کیا ہوا پھل ہے جو کہ اپنی مستبدانہ حکومت کی بقا کے لیے ہندوستانیوں کو کھلایا گیا ہے ان کے اقتدار حکومت سے پہلے یہ نفاق نہ تھا، چنانچہ ڈبلو، ایم ٹاونس اپنی کتاب (ایشیا میں شہنشاہیت) میں لکھتا ہے:

"شیواجی کو متعصب اور سلطان ٹیپو کو کٹر مذہبی کہا جاتا ہے، لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں میں داخل ہونا شروع کیا، اس وقت ان کے یہاں اس قسم کے مذہبی تنفر کا نام تک نہ تھا، ٹھیک اس وقت ہندوستان کے اندر ہر شہر اور شاہی دربار میں ہندو مسلمان عزت اور سرمایہ میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں آزاد تھے (روشن مستقبل)

اسی طرح سرجان مینارٹ اور دوسرے مورخین بتلاتے ہیں۔ مسٹر بیک نے اس ایسوسی ایشن کے افتتاح کے وقت جو تقریر کی تھی اس کا اقتباس بھی قابل غور ہے۔

"ہندوستان میں دو قسم کے ایجی ٹیشن شورشیں ملک میں زور شور پر ہیں، ایک نیشنل کانگریس دوسرے گاؤ کشی کے انسداد کی تحریک، ان میں سے تحریک اول انگریزوں کے خلاف ہے اور تحریک ثانی مسلمانوں کے خلاف ہے نیشنل کانگریس کے مقاصد یہ ہیں کہ پولٹیکل حکومت کو گورنمنٹ انگریزی سے محض ہندو رعایا کے

فرقوں کی طرف منتقل کر دیا جائے' حکمران جماعت کو کمزور کر دیا جائے لوگوں کو ہتھیار دیدیئے جائیں اور فوج اور سرحد کو کمزور کر کے خرچہ گھٹایا جائے۔

ان دونوں شورشوں کی وجہ سے مسلمان اور انگریز دونوں نشانہ بنے ہوئے ہیں' اس لیے مسلمانوں اور انگریزوں کو اتحاد کر کے ان تحریکوں کا مقابلہ کرنا چاہیے' اور جمہوری طریق سلطنت کے اجراء کو اس ملک میں روکنا چاہیے جو اس ملک کے حسب حال نہیں ہے اس لیے ہمیں حقیقی وفاداری اور اتحاد عمل کی تبلیغ کرنی چاہیے۔" (روشن مستقبل ص 253)

مسٹر بیک نے مسلمانوں کو کانگریس کے خلاف کرنے میں ہمیشہ اپنی سرگرمی اور انتہائی جدوجہد جاری رکھی' جس کا عظیم الشان اثر خود سر سید اور تمام کارکنان علی گڑھ کالج اور عام تعلیم یافتہ مسلمانوں پر ہوا اور وہ بڑے درجہ تک کانگریس اور ہندو قوم سے متنفر ہو گئے' اسی بنا پر مسٹر آرتھر انٹریجی چیف جسٹس ہائی کورٹ (جو کہ کنزرو انگلو انڈین جماعت کے ممبر تھے) مسٹر بیک کی وفات پر ایک مضمون شائع کرتے ہیں جس کے فقرات ذیل قابل غور ہیں:

"ایک ایسے انگریز کا انتقال ہو گیا جو دور دراز ملک سے سلطنت کی تعمیر میں مصروف تھا' اس نے ایک سپاہی کے مثل اپنا فرض انجام دیا اور اپنی جان دیدی' مسلمان ایک شکی قوم ہے' اس لیے جب مسٹر بیک اول آئے تو ان کا طریقہ مخالفانہ تھا' ان کا پہلا خیال یہ تھا کہ مسٹر بیک گورنمنٹ کی طرف سے جاسوس مقرر ہیں' مگر ان کی سادہ دلی اور بے نفسی کا یہ اثر ہوا کہ رفتہ رفتہ ان پر اعتماد کرنے لگے" (علی گڑھ منتقلی 1899ء روشن مستقل ص 299)

(23)

انگریزی اقتدار کا مٹانا مسلمانوں کا اولین فریضہ تھا' ہندوؤں کا ثانوی تھا' مسلمانوں کی تحریک آزادی میں شرکت کسی دوسرے پر احسان نہ تھی' اگرچہ اس حیثیت کے پیش نظر کہ اگر مسلمان شریک نہ ہوتے تو ہندو کامیاب نہ ہوتا' اس کا احسان کہا جا سکتا ہے' مگر حقیقت کچھ اور ہے بہرحال جو کچھ مصیبتیں مسلمانوں نے جھیلی تھیں اس میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی' اور ان کے اصل دشمن انگریز کا

اقتدار ہندوستان سے ختم ہو گیا اور اس کی شہنشاہیت اور قوت کو جس کے نشہ میں وہ تمام دنیا کو دھمکاتا تھا۔ اس قدر نقصان پہنچا کہ آج وہ نمبر اول سے تیسرے نمبر یا اس سے کم پر آگیا ہے اور اس کا مستقبل تاریک ہوتا چلا رہا ہے دنیاوی حیثیت سے مسلمانوں کی یہ کامیابی (کچھ) کم کامیابی نہیں ہے اور دینی حیثیت سے جن لوگوں کی جدوجہد محض لوجہ اللہ تھی ان کی ہر کوشش اور ہر تکلیف ان عظیم الشان اجر و ثواب کی باعث ہیں جن کی تحدید نہیں ہے۔

(24)

ہندوستان میں انگریز کے بعد کی حیثیت بھی مسلمان کو دیکھنی تھی اور اس میں برادران وطن کو منصفانہ حصہ دینا انسانیت اور شرافت کا مقتضی تھا یہ مسئلہ تحریک آزادی کے پیش نظر ثانوی درجہ کا تھا اس کے لیے بھی مسلم نیشنل گروپ نے جدوجہد کی اور قریب تھا کہ بڑے درجہ پر کامیاب ہو جاتا۔ جمعیۃ علماء ہند کا فارمولا ملاحظہ فرمائیے۔

اگر اس پر مصالحت اور معاہدہ ہو جاتا جو کہ قریب تر تھا تو موجودہ مشکلات یقیناً بلکہ اس کا دسواں حصہ بھی پیش نہ آتا' مگر انگریز نے ایسا کھیل کھیلا کہ دونوں (ہندو اور مسلمان) کو پٹ کر دیا' دو قومی نظریہ تنفیر اور عداوت کی زور دار آندھی ملک کی تقسیم' تبادلہ فوج' تبادلہ پولیس' تبادلہ ملازمین وغیرہ نے اس قدر نقصان پہنچایا کہ دونوں برباد ہو گئے اور بالخصوص انڈین یونین میں مسلم پوزیشن انتہائی کمزور ہو گئی اور ہندو ازم انتہائی عداوت پر اتر آیا' انگریز نے مذکورہ بالا امور ہمارے بھائیوں سے کرائے ہیں اور آج بھی کرا رہا ہے تاکہ ہندوستان کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ یورپ کا مقابلہ کر سکے' اور تاکہ اس کا مفاد تجارت' سیاست' سرمایہ فوج وغیرہ یہاں سے حاصل ہوتا رہے۔

(25)

اگر ملک تقسیم نہ ہوا ہوتا تو کیا آج وہ مشکلات پیش آتیں جو درپیش ہیں' اس وقت مسلمان جمہوریہ ہند میں 37 فیصد ہوتے' جو کہ موثر اقلیت ہے۔ مگر آج چار کروڑ ہیں۔ 9 یا 10 فیصد پڑتے ہیں۔ ایسے ہی امور کے ماتحت جمعیت تقسیم کی

مخالف تھی، مگر ہماری نہیں سنی گئی۔

فرقہ پرست ہندو تو دل سے چاہتا ہے کہ ہندوستان میں ایک بھی مسلمان باقی نہ رہے وہ اپنی من مانی کارروائی عمل میں لائیں، زعمائے لیگ پہلے ہی کہتے تھے، اور نواب زادہ لیاقت علی خاں نے لیگ کے جلسہ شاہجہانپور میں کہا تھا:

"ہم چاہتے ہیں کہ جہاں ہماری اکثریت ہے وہاں ہم حکومت کریں اور من مانی کارروائیوں عمل میں لائیں اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہو وہاں ان کی حکومت ہو اور وہ اپنی من مانی کارروائی عمل میں لائیں۔"

تو جب آپ نے ملک کو تقسیم کرالیا تو پھر آپ کو کیوں طیش آتا ہے یہ ان کا کرم ہے کہ وہ اس کو سیکولر اسٹیٹ قرار دیتے ہیں، ورنہ آپ کی اور لیگ کی قراردادوں اور اعمال کا مقتضیٰ تو یہی ہے کہ وہ اپنی اکثریت کے حصے میں جو چاہیں کریں اور آپ دم نہ ماریں، جیسا کہ آپ پاکستان میں جو چاہتے ہیں کر رہے ہیں اور کوئی دم نہیں مار سکتا، اگر آپ یہ تجویز کرتے ہیں کہ جلسہ کر کے اگر وہ آپ کی نہ مانیں تو ہندوستان سے مسلمان نکل جائیں، تو یہ تو ان کی عین منشاء کے مطابق ہے، پھر آپ ہی فرمائیں، کہ یہ چار کروڑ مسلمان یہاں سے نکل جائیں گے؟ آپ اور میں اور ہمارے جیسے دس بیس ہزار نکل گئے بھی تو کیا سب نکل پڑیں گے؟ اور اگر نکل بھی پڑے تو کونسی زمین ان کو ٹھکانا دے گی۔

(26)

ہجرت کی تحریک جو زمانہ خلافت میں کی گئی تھی، اس کا کیا ہوا؟ اسی تقسیم ملک کے بعد جو مسلمان یو پی، بہار، مشرقی پنجاب وغیرہ سے نکل کر گئے ان کا کیا حشر ہوا، اور آج کیا ہو رہا ہے، سیکڑوں نہیں ہزار دو ہزار نہیں آج لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں مل سکی، ہندوستان نے ہندو، شرنارتھیوں کے لیے بہت کچھ کیا، مگر ابھی تک ہزاروں اور لاکھوں شرنارتھی کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں، باوجود کڑوروں روپے خرچ کر دینے کے سب کا انتظام نہیں ہو سکا، مگر پاکستان تو اس کا آدھا تہائی، بلکہ دسواں حصہ بھی نہیں کر سکا، اور افغانستان اور عرب تو کیا کر سکتے ہیں؟ اور ان کو آپ کے ساتھ اور ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ

کیا ہمدردی ہے' احوال کو ذرا غور سے دیکھئے! سندھ' پنجاب' بنگال' یوپی' بہار وغیرہ کے مسلمانوں سے صوبجاتی تعصب نہایت بدترین صورت میں عمل میں لایا جا رہا ہے' یہاں کے مسلمان وہاں انتہائی مشکلات میں مبتلا ہیں' اپنے اوطان میں واپس آنے کے لیے سو دو سو نہیں' ہزار دو ہزار نہیں' لاکھوں کی تعداد میں بے قرار ہیں' پرمٹ اور پاسپورٹ اور حدود پر حکومتوں کے سپاہی مانع ہیں' ورنہ اب تک مہاجرین کا دو تہائی' یا تین چوتھائی حصہ واپس آچکا ہوتا' اور بالفرض آپ اور ہم یا دس بارہ ہزار نکل بھی گئے' اور وہاں آرام کی جگہیں بھی مل گئیں تو جو مسلمان یہاں باقی رہیں گے ان کے دین و ایمان کا کیا حشر ہو گا؟ اور کون ان کی حفاظت کرے گا اور کیا وہ مرتد نہ ہو جائیں گے؟

(27)

سب سے پہلے جمعیت علماء ہند نے "پترکا" کے خلاف آواز اٹھائی احتجاج کے لیے مسلمانوں کو آمادہ کیا' اس پر عمل درآمد ہوا' چنانچہ ایڈیٹر نے معافی مانگی' چیف ایڈیٹر نے پر زور الفاظ تمام مسلمانوں سے معافی مانگی اور اپنے کلکتہ کے ہسپتال میں بیمار ہونے کا عذر کیا' پھر گورنمنٹ نے چیف ایڈیٹر کے متعلق دعویٰ دائر کیا' ضمانت لی گئی' ادھر چیف ایڈیٹر نے اعلان کیا کہ لکھنے والے کو برخواست کر دیا گیا ہے۔ دو پیشیاں ہو چکی ہیں' معلوم نہیں کورٹ سے کیا فیصلہ ہوتا ہے؟ اگر خدانخواستہ اس کو کوئی سزا نہ دی گئی تو جمعیت ورکنگ کمیٹی کو بلا کر مشورہ کرنے والی ہے کہ ہم کو حالات موجودہ میں کیا کارروائی کرنی چاہیے' ان امور کو آپ کیوں پس پشت ڈالتے ہیں۔ آپ اس سے زیادہ اس ملک میں کیا کر سکتے ہیں اور اس سے پہلے انگریزی راج میں کیا کر سکے' کیا ایسے واقعات پہلے نہیں ہوئے ہیں؟

(28)

بہار اور گڑھ مکتیشر وغیرہ میں جو دلگداز مظالم واقع ہوئے ہیں یقیناً نہایت رنجیدہ اور سنگین ہیں۔ مگر میرے محترم! تصویر کے دوسرے رخ سے غافل رہنا بھی تو درست نہیں۔ ابتدا کس نے کی کبھی اس پر بھی غور فرمایا کہ نہیں؟ نواکھالی اور پترہ میں ایسے ہی مظالم پہلے کس نے کیے تھے' ڈائرکٹ ایکشن 16 اگست 46ء کو کس

نے کیا؟ جس سے کلکتہ کے فسادات کی ابتداء ہوئی' کیا اس تاریخ سے پہلے بھی یہ ہنگامی فرقہ وارانہ فسادات تھے 1947ء سے اشتعال انگیز تقریر اور تحریریں کس نے پھیلائیں' کبھی ان امور پر آپ نے غور کیا؟

ڈائریکٹ ایکشن کے پہلے ڈیلی گیشن کے آنے کے بعد سے ہلاکو اور چینگیز خاں کی تقلید خون ریزی اور امن و امان کو غارت کرنے کا لگاتار اعلان کون کرتا رہا' کیا ان امور کی ابتدا لیگی لیڈروں اور اخباروں اور لیگی تقریروں' پوسٹروں سے لگاتار جاری نہیں رہی؟؟

(29)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' **الفتنة نائمة لعن الله من ایقظها** (اوکمال) کا کیا مفاد ہے؟ جب کہ ان خباثتوں کی ابتداء مسلمانوں ہی سے ہو رہی ہے' تو کس پر قصور رکھا جا سکتا ہے۔ آج لیگی ان تمام نقصانات کے بعد خوش و خرم ہیں' کہ یہی قربانیاں ہم کو پاکستان کے لیے ذریعہ ہیں' حالانکہ پاکستان ہی بجائے خود مسلمانوں کے لیے خودکشی کے مترادف ہے' اور وہ سب کیا دھرا انگریزوں کا ہے' آج تمام فرقہ وارانہ فسادات میں انگریزی ہاتھ کام کر رہا ہے۔ پاکستان بھی انگریزی ہاتھوں نے اپنے مفاد کے لئے بنوایا ہے... غور کیجئے اور حقائق پر نظر ڈالیے۔

(30)

مسلمانان پاکستان جو کہ اہل سنت و الجماعت ہیں' وہ سب ہمارے بھائی ہیں ان سے ہمارے تعلقات وہی ہونے چاہئیں' جو کہ ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کے ساتھ ہیں' اور جن کی تاکید ہم کو کتب مذہبی میں کی گئی ہے' وہاں کی حکومت ایک یورپین طرز کی جمہوری حکومت ہے' جس میں حسب آبادی مسلم اور غیر مسلم سب حصہ دار ہیں' اس کو اسلامی حکومت کہنا غلطی ہے' جیسا کہ خود مسٹر جناح نے بار بار تصریح کی ہے' اور اب بھی اسمبلی کے افتتاح میں انہوں نے یہی تقریر کی ہے' اس کو بیرونی حکومتیں بھی اسلامی حکومت نہیں تسلیم کرتی ہیں۔

(31)

جناح خود اپنے کو رافضی کہتا ہے' اس کے عمائد اس کے مقرہیں' 25 نومبر 1945ء بروز اتوار امام باڑہ روڈ مسجد بمبئی میں راجہ محمود آباد شیعوں کے جلسہ میں قائداعظم کے الیکشن کے لیے تقریر فرماتے ہیں۔

"ہمارے قائداعظم خوش قسمتی سے سچے شیعہ ہیں' تاریخ اسلام بدل رہی ہے اور آج ہندوستان کے تمام سنی ایک جانشین امام علیہ السلام کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں' اور اس کے حکم پر سر کٹانے کو تیار ہیں۔ اگر سابق کے مسلمانوں میں سمجھ ہوتی' تو نہ اختلاف کا دروازہ کھلتا' اور نہ اعلائے کلمتہ الحق کے لئے شیعہ وجود میں آتے۔ قائداعظم کی مخالفت کرنا اپنی تاریخ کو جھٹلانا ہے" (مدینہ بجنور یکم دسمبر45ء)

(32)

اخبار ایمان نے مسلم لیگ کے ترجمان ڈان کے ایک مراسلہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے' کہ "پاکستان میں مذہبی حکومت یا مسلم راج نہ ہو گا' کیونکہ مذہبی حکومت صرف وہاں قائم ہو سکتی ہے جہاں ایک ہی مذہب کے سو فیصد لوگ ہوں' یا اتنی فوجی طاقت ہو کہ وہ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے مطیع کرلے"

پھر یہی بزرگ مذہبی حکومت کے مفاسد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ " اگر پاکستان میں مذہبی حکومت بنا دی گئی تو اس سے عوام کی ترقی رک جائے گی۔ طبقات کی تفریق کا سلسلہ جاری رہے گا انسان کی اجتماعی اور اقتصادی نجات کی راہ بند ہو جائے گی مذہبی حکومت کے پیش رو مسلمان ہونگے۔ اور وہ قابل نہیں ہیں' ہندو صوبوں میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہونے لگیں گے' اس سے ہندوستان میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک جائے گی۔ (مدینہ بجنور 21 نومبر44ء)

(33)

نواب زادہ لیاقت علی خان علی گڑھ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "ہم سے سوال کیا جاتا ہے کہ پاکستان کا دستور اساسی کیا ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہو گا اور اس کے دستور اساسی کی تشکیل ان علاقوں کے باشندگان بتوسط ایک منتخب کردہ مجلس دستور اساسی خود ہی

کریں گے' ہر چیز اظہر من الشمس ہے" (ڈان 25 ستمبر 1945ء ص 2 کالم 1

خود قائد اعظم احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "پاکستان کی حکومت جمہوری ہو گی۔ سارا نظم و نسق عوام کے نمائندوں کے ہاتھ میں ہو گا' (انجام 27 اگست 45ء)

مسٹر جناح نے ہمیشہ پاکستان کو ایک دنیاوی اسٹیٹ قرار دیا ہے' اور اس خیال کی ہمیشہ سختی سے مخالفت کی ہے کہ اس میں مسلمانوں کی حکومت ایسی قائم ہو گی' جو لوگ پاکستان کو پان اسلام ازم (اتحاد اسلامی) کے مرادف قرار دیتے ہیں' وہ اتحاد اسلامی کے دشمن ہیں' (ڈان 4 ستمبر 1945ء)

(34)

آج بھی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں' مسلمان' سکھ' ہندو' قادیانی' کیونسٹ شیعہ' اچھوت' سب ممبر ہیں' اور دستور اساسی بنا رہے ہیں۔ اور حکومت کی عملی تشکیل انکے ہاتھوں میں ہے۔ اگر آپ کی مراد اسلامی حکومت سے یہی ہے تو آپ جانیں!

(35)

سورۃ حج میں فرمایا گیا ہے **ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز الذین ان مکناھم فی الارض اقامو الصلوۃ والوالزکواۃ بالمعروف ونھو عن المنر (الآیتہ)** کیا' قبضہ پاکستان کے بعد ہماری قوم نے ان شرائط کا کچھ خیال کیا' یا کھلم کھلا مخالفت کی' اور کرتے جاتے ہیں' پھر غیروں کی شکایت کیا ہے! جب ہم نے خدا و رسول کا دامن پکڑا تھا خدا نے ہماری بھی مدد کی' اور دنیا کی قوتوں اور بادشاہتوں کو ہمارے قدموں میں ڈال دیا۔ اور جب ہم نے اس کو چھوڑ دیا' اس نے بھی اپنا قایہ اٹھالیا پھر عبرت نہیں' معالجہ نہیں' بلکہ طغیان روزافزوں ہے۔

(36)

یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند قدس سرہ کو مالٹا میں قید کرایا تھا' وہ حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد اور محبین میں سے تھے البتہ تحریک آزادی ہند میں ان کی رائے خلاف

تھی' نہ انہوں نے کوئی مخبری کی اور نہ ان کو انگریزوں سے اس قسم کے تعلقات رکھنے کی نوبت آئی' ہاں مولانا مرحوم کے بھائی محکمہ سی' آئی ڈی میں آخیر تک بڑے عہدیدار رہے ان کا نام مظہر علی ہے' انہوں نے جو کچھ کیا ہو مستبعد نہیں۔

(37)

حضرت شیخ الہندؒ کو مالٹا میں قیدان کے کارناموں اور انگریز دشمنی' اور آزادی ہند کی جانبازانہ جدوجہد نے کرایا تھا' جس کی کچھ تفصیل رولٹ رپورٹ میں بسلسلہ ریشمی خط موجون ہے' ان کے متعلق اس قدر رپورٹیں فرنٹیراور صوبہ یو پی کے سی آئی ڈی کی تھیں کہ ان کا مجموعہ ہم کو قاہرہ میں بیان لیتے وقت انگریز افسر نے ایک بڑی کتاب کی صورت میں دکھایا تھا۔ اور اسی کو دیکھ دیکھ کر ہم سے اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے سوالات کرتا تھا اس میں فرنٹیر کے سی' آئی' ڈی کی رپورٹیں بہت زیادہ ہیں

(38)

بہت سے لیگیوں اور حضرت تھانوی سے انتساب کے بعض دعویداروں کی کوشش یہ ہے کہ دراالعلوم دیو بند کو چندہ نہ ملے' اس لئے حسب موقعہ لوگوں کو اس چندہ کی طرف بھی متوجہ کرنے کا خیال۔

(39)

سر اقبال فرماتے ہیں۔

سرد و برسر ممبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

کیا انتہائی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ملت اور قوم کو سر اقبال ایک قرار دے کر ملت کو وطنیت کی بنا پر نہ ہونے کی وجہ سے قومیت کو بھی اس سے منزہ قرار دیتے ہیں یہ بوالعجبی نہیں تو کیا ہے؟ زبان عربی اور مقام محمد عربی (علیہ السلام) سے کون بے خبر ہے' ذرا غور فرمایئے' میں نے اپنی تقریر میں لفظ قومیت "کہا ہے ملت کا نہیں کہا ہے دونوں لفظوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' ملت کے معنی شریعت اوردین کے ہیں اور قوم کے معنی عورتوں مردوں کی جماعت کے ہیں۔ قاموس میں

ہے' وبالکسر الشریعت اوالدین یہ ملت کی بحث ہے۔

نیز قاموس میں ہے۔ القومہ الجماعتہ من الرجال والنساء معا اوالرجال خاصتہ و تدخلہ النساء تبعیتہ (بحث قوم

"مجمع البحار" میں ملت کے معنی ان الفاظ کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں' ماشرع اللہ لعبادہ علی ستہ الانبیاء علیہم السلام و یستعمل فی جملتہ الشرائع لافی آحادھا ثم اتسعت فاستعملت فی الملتہ الباطلتہ فقیل الکفرملہ واحدتہ" الخ

میں نہیں سمجھ سکتا یہ منطق کون سی ہے' لفظ قوم' ملت' دین تینوں عربی ہیں' ان کے معنی لغت عربی سے پوچھے' اور دیکھیے کہ کسی لغت عربی کی معتبر کتاب میں قوم اور دین کو مرادف اور ہم معنی قرار دیا گیا ہے یا نہیں' آیات اور روایات کو ٹٹولئے اور سر صاحب کی بوالعجبی کی داد دیجئے!۔ اگر میری تقریر کے سیاق و سباق کو بھی حذف کر دیا جائے اور عبارت میں حسب اعلان جریدہ "احسان" قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہے' بتائی جائے تب بھی میں نے کب کہا کہ ملت یا دین کی اساس وطن پر ہے۔ پھر سر موصوف کی یہ نسبت "سرود بر سر ممبرالخ افزاء محض نہیں ہے تو اور کیا ہے' اور ان کا ان تینوں کو ایک قرار دینا عجمیت نہیں تو اور کیا ہے' یاللعجب ولضیعتہ الادب

قوم کالفظ ایسی جماعت پر اطلاق کیا جاتا ہے' جس میں کوئی وجہ جامعیت کی موجود ہو خواہ وہ مذہبیت' یا وطنیت' یا نسل یا زبان یا پیشہ یا رنگت یا کوئی صفت مادی' یا معنوی وغیرہ وغیرہ کہا جاتا ہے عربی' قوم' عجمی قوم' ایرانی قوم' مصری قوم' پختون قوم' فارسی بولنے والی قوم' سیدوں کی قوم' شیخوں کی قوم' کنجڑوں کی قوم موچیوں کی قوم' کالوں کی قوم' صوفیوں کی قوم دنیا داروں کی قوم وغیرہ غیرہ' یہ محاورات تمام دنیا میں شائع ذائع ہیں' اور زبان عربی' بلکہ آیات و احادیث میں بکثرت وجوہ پر' اطلاق لفظ قوم کا پایا جاتا ہے' ان ہی میں ہندوستانی قوم بھی ہے' موجودہ زمانہ میں ہندوستانی قوم سے بیرونی ممالک میں تمام باشندگان ہندوستان سمجھے جاتے ہیں' خواہ اردو بولنے والے ہوں' یا بنگلہ' خواہ وہ کالے ہوں یا گورے' ہندو ہوں یا مسلمان' پارسی ہوں' یا سکھ' انڈین کا لفظ ہر ہندوستانی پر اطلاق کیا جاتا ہے'

میں ہندوستان سے باہر تقریباً" سترہ برس رہا ہوں' عرب' شام' فلسطین' افریقہ.....مالٹا وغیرہ میں رہتے ہوئے ہر ملک کے باشندوں سے ملنا جلنا' اٹھنا بیٹھنا ہوا ہے' جرمن' اسٹرین' بلگیرین' انگریز' فرانسیسی' آسٹریلین' امریکی' روسی' چینی' جاپانی' ترکی عربی وغیرہ وغیرہ مسلم و غیر مسلم کے ساتھ سالہا سال ملنے جلنے، نشست و برخواست کی نوبت آئی' اگر یہ لوگ عربی' یا ترکی' یا فارسی سے واقف ہوتے تھے تو بلا ترجمان ورنہ بذریعہ ترجمان گفتگوئیں ہوتی تھیں' سیاسی مسائل اور مذہبی امور زیر بحث رہتے تھے' میں نے بیرونی ممالک کے عام لوگوں کو اسی خیال اور عقیدہ پر پایا کہ وہ ہندوستانیوں کو ایک قوم سمجھتے ہیں اور سب کو باوجود مختلف المذاہب و مختلف السان والالوان ہونے کے ایک ہی لڑی میں پروتے ہیں' لغوی معنی اس سے انکاری نہیں' عرف اس کا متقاضی ہے' پھر اس کے انکار کے کیا معنی ہیں' یہ دعوی کہ اسلام کی تعلیم قومیت کی بنیاد' جغرافیائی حدود یا نسلی وحدت' یا رنگ کی یکسانی کے باوجود شرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھتی ہے (جیسا کہ مدیر احسان کا دعوی ہے) مجھے نہیں معلوم کہ نص قطعی یا ظنی سے ثابت ہے' جس کی بنا پر اختلاف اوطان وغیرہ پر اطلاق لفظ قوم ممنوع ہو۔ لوگوں میں نہ معاملات دوسری چیز ہیں۔ حالانکہ ان میں امتیاز عرفاً اور شرعاً" معتبر ہے' اس کے علاوہ تقریر من ی تو اسلامی تعلیم اور نظریہ کا ذکر بھی نہیں تھا۔

اگرچہ اس پردیسی خوانخوار قوم (انگریزوں) سے نجات کے اور بھی ذرائع عقلاً" ممکن ہیں مگر جس قدر قوی اور موثر ذریعہ تمام ہندوستانیوں کا متفق اور متحدہ ہو جانا ہے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے' اس کے آگے اس حکومت کے جملہ اسلحہ اور تمام قوتیں بیکار ہیں اور بغیر نقصان عظیم ہندوستانی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں' لہذا اشد ضرورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو منظم کیا جائے' اور ان کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے' ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کیلئے کوئی رشتہ اتحاد بجز متحدہ قومیت کے نہیں ہے؟ جس کی اساس وطنیت ہی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ کانگریس نے ابتدا ہی سے اس امر کو اپنے اغراض و مقاصد میں داخل کیا

ہے۔

1885ء میں جب کانگریس کا اولین اجلاس ہوا تو سب سے پہلا مقصد مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر کیا گیا:

"ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے' ان سب کو متحدہ اور متفق کر کے ایک قوم بنایا جائے۔"

یہی متحدہ قومیت انگلستان کے دل میں ہمیشہ کھٹکتی رہی ہے' اور ہر انگریز اس سے خائف اور اس کے زائل کرنے کے لیے ہر طرح سے ساعی ہے' پروفیسر سیلے نے "اکسپنشن آف انگلینڈ" میں اس کے متعلق لکھا ہے:

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی روح بھی نہ ہو' بلکہ اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد و عمل ہندوستانیوں کے لیے شرمناک ہے تو اسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعا برباد ہو جائیں گے۔"

اس بنا پر مدبران برطانیہ کی ہمیشہ یہی کوشش جاری رہی ہے کہ یہ جذبہ ہندوستانیوں میں پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ اور اگر کبھی اس کی کوئی صورت پیش آ بھی جائے تو اس کو جلد از جلد ہر ممکن صورت سے تفرقہ دلوا کر فنا کر دیا جائے۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی انگریزی پالیسی مشہور تر اور مشاہد ہے' بالخصوص کانگریس کے پیدا ہونے کے بعد تو اس راہ میں انتہائی جدوجہد جاری ہے' مسٹر بیک اور مسٹر ماریسن اور سر اکلانڈ کالون وغیرہ کی انتہائی انفرادی مساعی' اور پھر 1888ء کی اجتماعی مساعی اس کے لیے شاہد عدل ہیں' جس کے ماتحت اولا" اسی سنہ میں "یونائیٹڈ انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن" قائم کرائی گئی۔ جس کا دوسرا نام "انٹی کانگریس" تھا اور پھر 1893ء میں "محمڈن اینگلو اورینٹل" ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپر انڈیا" تخلیق کی گئی' جس کے مقاصد حسب ذیل قرار دیے گئے تھے۔

(الف) مسلمانوں کی رائیں انگریزوں اور گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کر کے

مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا۔

(ب) عام سیاسی شورش مسلمانوں میں پھیلنے سے روکنا۔

(ج) ان تدابیر میں امداد دینا جو سلطنت برطانیہ کے استحکام اور سلطنت کی حفاظت میں ممد ہوں' ہندوستان میں امن قائم رکھنے کی کوشش کرنا' اور لوگوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا۔

مسٹر بیک اور مسٹر کالون وغیرہ کی انفرادی مساعی کا نتیجہ تھا کہ سرسید جیسے تیز اور سخت سیاسی آدمی کے خیالات پر نہایت زہریلا اثر ڈالا گیا' "اسباب بغاوت ہند" کے لکھنے والے شخص کے عقائد اور ارادوں کو روزانہ اور پیہم مساعی سے بالکل ہی جامد اور انگریز پرست اور ڈرپوک بنا دیا گیا۔

انہی مساعی کی بنا پر 1900ء میں لارڈ میکڈانلڈ" نے ناگری اور اردو کا قصہ اٹھایا' اور انہی وجوہ کی بنا پر 1906ء میں متعدد ذمہ داران برطانیہ کی کوششوں سے مسلم لیگ کی تخلیق شملہ کی چوٹیوں سے ظہور پذیر ہوئی اور آج تک اسی پالیسی پر گامزن ہے' اسی بنا پر بار بار امن سبھائیں قائم کرائی گئیں' اسی بنا پر شدھی اور سنگھٹن کو میدان میں لایا گیا۔

مسٹر مارسن اور مسٹر بیک کی کارروائیاں دیکھنی ہوں تو انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے پرچے ملاحظہ ہوں' مسلمانوں کو خصوصی طور پر کانگریس سے متنفر کرنے اور اس سے دور کرنے کی پالیسی آج سے نہیں بلکہ 1895ء یا اس سے بھی پہلے سے جاری ہے' اور کامیاب ہوتی جاتی ہے اور آج بھی یہی شراب ارغوانی جو کہ مسلم لیگ کی گھٹی میں ڈالی گئی تھی اس کے ممبروں کو گورے گورے ہاتھوں سے پلائی جا رہی ہے' اور وفاداران ازلی اپنے خداوندوں کے مختلف پیرایوں میں خدمات جلیلہ انجام دیتے ہوئے لیگ کے پلیٹ فارم پر گرجتے اور جمیعۃ علماء اور دیگر سچے مخلصین خدام ملک و ملت سے نفرت دلاتے ہیں۔

(41)

ملت اسلامیہ کا بلا انساب بلاالوان' بلا اوطان بلامنافع وغیرہ متحدہ ہونا' اور کرنا یہ دوسرا امر ہے' اس کو ہم بھی جانتے ہیں' ہماری گھٹی میں پڑا ہے' اس کی بنا

پر ہم مالٹا میں قید رہے ہم نے کراچی کا جیل کاٹا اور سینکڑوں مصائب اٹھائے۔ اور بچپن سے اس کی تعلیم پائی' قرآن کی آیات اور احادیث صحیحہ نہ صرف آج سطور میں بلکہ صدور میں بھی موجود ہیں۔

دوسرا باب

پندو موعظت

(1)

انسان کا فریضہ ہے کہ نقائص کے ازالہ میں کوشاں رہے اور ایاک نستعین ہر نماز میں اخلاص سے کہتا رہے' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم (دعا میں) ارشاد فرماتے ہیں۔ ما عرفناک حق معرفتک ولا عبد ناک حق عباد تک (اوکماقال) غرض اپنی طرف سے جدوجہد اعمال کی تتمیم و اخلاص کی تکمیل کی ہیشہ جاری رہنی چاہیے' اور بارگاہ خداوندی میں اقرار بالتقصیر کے ساتھ جو کہ واقعی امر ہے معافی کی درخواست ہیشہ جاری رہنی چاہیے اور قبولیت کی امید رکھتے ہوئے ہروقت خائف عن غضبہ تعالیٰ بھی رہنا ضروری ہے۔ الایمان بین الخوف و الرجاء

(2)

اس زمانہ میں جب کہ مدینہ منورہ دارالاسلام ہو گیا تھا' اور جہاد کی آیتیں نازل ہو چکی تھیں' غزوہ بدر و احد ہو چکا تھا' سورۂ آل عمران نازل ہوتی ہے' اور اس میں اخیر میں یہ آیت ہے۔ لتبلون فی اموالکم و انفسکم (الایۃ) (تم ضرور بالضرور اپنی جانوں' اور مالوں کے متعلق آزمائش کئے جاتے رہو گے' اور تم ضرور بالضرور اہل کتاب (یہود و نصاری) اور مشرکین سے بہت زیادہ اذیت کی باتیں سنتے رہو گے' اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری کرو تو یہ اعلیٰ ترین امور میں سے ہے) اگر یہ حکم صبر و تحمل کا اس وقت تھا تو آج کیا معنی ہیں؟ صبر و تحمل استقلال اور عالی ہمتی سے کام لینا اور اسلام کے مضبوط کرنے میں لگے رہنا ہمارا' اور آپ کا فریضہ ہے۔

(3)

جوش کو عمل میں نہ لایئے۔ بلکہ ہوش کو بھی ساتھ رکھئے' آگا پیچھا بھی

دیکھئے' ماحول سے نظر نہ ہٹائیے!

(4)

اثناء تلاوت وغیرہ میں جہاں تک ممکن ہونا جائز اور غیر صحیح الفاظ کو زبان سے نہ نکلنے دیجئے اور شان الوہیت کے ساتھ ہمیشہ ادب اور عظمت کا خیال رکھئے' بارگاہ شہنشاہی میں گستاخی کے الفاظ اگرچہ قصداً" نہ ہوں موجب تکدر شاہانہ ہو جاتے ہیں' وہ سمیع' بصیر' حلیم و بردبار ہے' مگر بے نیاز بھی **افامنوا مکر اللّٰہ فلایامن مکراللّٰہ الا القوم الخاسرون**۔ اپنی فروگذاشتوں اور خطایا پر توبہ و استغفار جاری رکھئے!

(5)

جب آپ پر مصائب کی بوچھاڑ ہوتی ہے' تب متنبہ ہوتا ہے' اور جب اللہ تعالٰی فارغ البالی عطا فرماتا ہے تو بالکل بے فکر بن جاتے ہیں' جس قدر بھی ممکن ہو اپنے آپ کو ذکر کا عادی بنائیے' روزانہ مغرب یا عشاء کے بعد سورہ مزمل گیارہ مرتبہ اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھا کریں' اور جب **فاتخذہ وکیلا** پر پہنچا کریں' تو 25 مرتبہ **حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل** پڑھا کریں' انشاء اللہ تنگدستی دفع ہو جائے گی' یہ عمل دائمی ہونا چاہیے۔

(6)

زنا بالقلب اور اس قسم کے تفکرات کا علاج سوائے استغفار و الحاح و زاری بارگاہ رب العالمین میں (اور) کیا ہو سکتا ہے' اس قسم کے گناہوں کے لیے ارشاد ہے **ان الحسنات یذھبن السیات** اور یہ ذنوب جماعات خمسہ' جمعہ اور صلوۃ سے معاف ہو جاتے ہیں اور جب کہ آپ کو تجربہ ہے کہ جس قدر ازالہ کی فکر کرتا ہوں' اسی قدر زیادہ تفکرات پیدا ہوتے ہیں تو پھر علاج معلوم ہو گیا' آپ کسی قسم کی اہمیت اس قسم کے خیالات کو نہ دیا کیجئے' انشاء اللہ طاعت اور نمازوں سے ان کا کفارہ ہو ہی جائے گا۔

(7)

جس وقت غصہ آئے تو اللہ کے قہر و غضب اور اس کی قدرت کو یاد کیجئے۔

من لا یرحم لایرحم۔ الراحمون یرحمھم الرحمٰن۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (اقوال نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ہیں یعنی) جو رحم نہیں کرتا' اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا' رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے' زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا (لہٰذا) لوگوں پر رحم کرنے کی اور احسان کرنے کی عادت ڈالئے۔

(8)

حقوق کا مسئلہ نہایت اہم ہے' موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے' عالم سروا لخفا یا کی خفیہ پولیس ہر وقت اعمال و اقوال کو نوٹ کر رہی ہے۔ کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون۔ مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید۔ ایحسبون انا لانسمع سرھم و نجواھم بلی ورسلنا لدیھم یکتبون۔ انا کنا نستنسخ ماکنتم تعملون' ان آیات پر غور کیجئے اور جہاں تک ممکن ہو عمر عزیز کے لحات کو ضائع نہ ہونے دیجئے۔

(9)

اس روایت کا خیال رکھنا چاہیے' ان الناس اناراوا الظالم فلم یا خذ واعلٰی یدیہ یوشک اللّٰہ ان یعمھم بعقاب فیدعونہ فلا یستجیب لھم (اوکمال قال علیہ السلام) (یعنی جو لوگ ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے نہ روکدیں تو کچھ بعید نہیں کہ عام لوگوں کو بھی اللہ تعالٰی مبتلائے عذاب کر دے' پھر اگر وہ دعا بھی کریں تو قبول نہ ہو۔

(10)

تمام تعلقات اور عوائق کے باوجود ذکر و فکر' اطاعت و اخلاص میں قدم آگے ہی بڑھنا چاہیے' خبردار! خبردار! ذکر میں کوتاہی نہ کیجئے اور نفس پر زور ڈال کر حضور قلب اور تصور معنی کے ساتھ ذکر میں مشغول ہونا چاہیے۔

(11)

دنیاوی مطاعم اور ملابس وغیرہ میں تلذذ سے بچئے' ہمیشہ سادہ اور موٹا جھوٹا کھانا کپڑا اور فرش وغیرہ اختیار کیجئے۔

(12)

دو دن ذکر کرنا اور چار دن چھوڑنا' غفلتوں میں عمر ضائع کرنا انتہائی خسران ہے۔

(13)

والدہ ماجدہ کی تعظیم و تکریم' ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں ذرہ برابر بھی کتاہی روا نہ رکھئے' رغم اللّٰہ انف الذی وجد والدیہ اواحدھما ثم لم یدخلاہ الجنۃ (اوکماقال)

(14)

نیک کام دیکھ کر خوش ہونا اور بد پر غصہ ہونا عمدہ بات ہے' مگر اپنے عیوب کو زیر نظر رکھنا ہمیشہ ضروری ہے۔

(15)

تقادیر الٰہیہ جو کہ ازل میں مقرر ہو چکی ہیں' ان پر اضطرار اور بے چینی ہماری کمزوری ہے' رضا برضاء الباری (عزوجل و تدبیرہ وارادتہ) فریضہ عبودیت ہے صاحب امانت کی امانت لے لینے پر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا صبر و استقلال عمل میں لانا ضروری ہے۔

(16)

تعلیم حدیث و تفسیر اور دیگر علوم دینیہ میں جس قدر بھی ممکن ہو کوشش کریں' اور شروح و حواشی کے مطالعہ میں کوتاہی نہ کریں' اور سب سے محض رضائے خداوندی' اور احیائے سنن نبویہ (اعلیٰ صاحبہا الصلوۃ و التحیۃ) کو نصب العین بنائیں' حطام دنیا کو ہرگز مقصد نہ بنائیں تعلی اور بلند مرتبی' حسد' اور کینہ' کو ہرگز ہرگز قلب میں جگہ نہ دیں' تنگدستی اور افلاس سے نہ گھبرائیں خورد و نوش وغیرہ میں صحابہ کرام اور انبیاء کرام اور انبیا علیہم السلام کی تنگی معیشت کو ہمیشہ زیر غور لاکر شکر و ثناء خداوندی پر عمل درآمد رکھیں لئن شکرتم لازیدنکم کو خیال میں رکھیں۔

(17)

کیا.... حضرت ام سلیمؓ کا واقعہ جو صحیحین میں مذکور ہے' عبرت کے لیے

کافی نہیں ہے؟ انہوں نے بچے کو نہلایا' اور ایک طرف جنازہ چھپا کر رکھ دیا' پھر خود غسل کیا' عمدہ کپڑے پہنے خوشبو لگائی' اور خاوند کی راحت کا سامان کیا' خاوند (یعنی ابو طلحہؓ رضی اللہ عنہ) کے پوچھنے پر ایسے الفاظ کہے جس سے (اظہار) اطمینان ہوتا تھا' اور صبح کو امانت کی واپسی کا مطالبہ مالک کا پیش کر کے خاوند کو تکفین اور تدفین کی تلقین کی۔

(18)

تعلیمی سلسلہ کے جاری رکھنے میں جو کچھ مشکلات پیش آتی ہیں' وہ طبعی امور ہیں۔ لکل شئی افۃ وللعلم آفات عربی کی مشہور مثل ہے۔

(19)

مخلص مصلحین کے لیے رکاوٹوں کا پیدا ہونا اس عالم میں لوازم ذاتیہ کا۔۔۔ منصب رکھتا ہے۔

(20)

آپ کے لیے ضروری ہے کہ ہمیشہ اپنی زبان بزرگوں کے حق میں محفوظ رکھیں' اور اسی طرح ابنائے زمان اور برادریوں کے متعلق بھی حرف شکایت بلاضرورت شدیدہ زبان پر نہ لائیں' صبر جمیل اور صفح جمیل کے یہی معنی ہیں' معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں' اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور عباد اللہ کی ہمدردی اور رہنمائی میں جس قدر بھی حصہ لے سکیں اس کو غنیمت سمجھیں' عباد اللہ عیال اللہ ہیں۔ **الخلق عیال اللہ واحب الخلق الی اللہ اکثرھم احسانا الی عیالہ** فرمان نبویؐ ہے۔

(21)

رحمت خداوندی سے کبھی اور کسی حال میں مایوس نہ ہونا چاہیے' اور اس کے انتقام اور قہر سے بھی مطمئن نہ ہونا چاہیے' **الایمان بین الخوف والرجاء۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا (الایۃ)** دوسری آیت میں ہے۔ **افامنوا مکر اللہ فلا یا من مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔** گناہ اگر غلبہ شیطان اور غلبہ نفس سے صادر ہو جائے تو جلد توبہ کرنا

چاہیے' اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیے کہ اس گناہ سے بچائے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ!
گر کافر و گبرو بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(22)

توکل کی عادت ڈالئے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی پر ہر کام میں بھروسہ اور اعتماد کیجئے' انشاء اللہ تدریجی طور پر اثر ہو گا۔

تو مگو مارا بآں شہ بار نیست
بر کریماں کارہا دشوار نیست

(24)

دنیا کا طلب گار تو دنیا کی طلب میں ذرا بھی جھجک (محسوس) نہیں کرتا' اور بغیر شرم و حیا کے دن و رات سرگرم رہتا ہے' مگر خدا کا طالب شرم کرے (کہ) لوگ مضحکہ اڑائیں گے کس قدر تعجب کی بات ہے' اگر آپ کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی محبوب حقیقی ہے اور اس کے علاوہ سب فانی اور بیکار ہیں تو یقیناً اس راہ میں ہر چیز کو فدا کرنا ضروری سمجھئے۔

عشق چوں خام است با شد بستہ ناموس و ننگ
پختہ مغزاں جنوں را کے حیا زنجیر پاست

(25)

اخلاص سے کام کرنا ضروری ہے' تھوڑا کیجئے مگر مداومت نہ چھوڑیئے۔

(26)

آدمی کو اللہ تعالیٰ کا اور جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا غلام بننا چاہیے' اور اس کی تمنا چاہیے۔

(27)

آپ چارپائی پر پیر رگڑ رگڑ کر موت پسند کرتے ہیں؟ لا حول ولا قوۃ الا

باللہ شہید کا الم موت بھی کقرص النملۃ بتایا گیا ہے۔

(28)

جو کام کیجئے حسن نیت کے ذریعہ عبادت بنا لیجئے۔ انما الاعمال بالنیات۔ حتی کہ سونا کھانا' پینا اور حاجات بشریہ کا بجالانا سب عبادت ہو سکتا ہے' ذریعہ اور وسیلہ عبادت یقیناً عبادت ہے۔

تیسرا باب

اصلاح معاشرہ

(1)

سلسلہ تبلیغ میں جس قدر جدوجہد ہو مستحسن ہے' مناسب ہے کہ یہ اسکیم جاری کی جائے کہ ہر ممبر "اسکیم تبلیغ" ذمہ دار ہو کہ کم از کم دس بے نمازیوں کو نماز سکھلائے گا' اور ان کو پورا نمازی پابند نماز و جماعت کر دے گا۔ دیہات میں ابتدائی مکاتب جاری کرنا جس قدر ممکن ہو اشد ضروری ہے جن میں قرآن و دینیات اور لکھنے پڑھنے اور حساب کی ابتدائی تعلیم جاری کی جائے تعلیم الاسلام مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے چاروں حصے بچوں کو پڑھائے جائیں' جو بچے زراعت یا مویشی وغیرہ کی ضرورت کی بنا پر دن میں نہ پڑھ سکیں ان کو شب میں مغرب سے عشا تک تعلیم دی جائے۔ مسلمان غربا کی تعلیم از بس ضروری ہے' یہ اسکیم اطراف جوجوانب میں پھیلایئے۔

(2)

اولا جب کوئی شخص کسی کام پر مقرر کیا جاتا ہے' تو اس کی مصروفیتں اور اونچ نیچ کا وہی اندازہ کر سکتا ہے' بالخصوص جب کہ مخالف جماعتیں قدم قدم پر جائز اور ناجائز تنقیدیں کرتی رہتی ہیں' تو پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوتا ہے دوسرے حضرات نزاکت احوال کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

(3)

اگر آپ کا ارادہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام باقی رہے' اور آپ کی آئندہ نسلیں یہاں زندہ رہ سکیں تو بہت جلد بیدار ہو جایئے!! جو حالت ہمارے جمود و اختلاف اور تغافل کی وجہ سے مسلمانوں کی ہو گئی ہے وہ نہایت مایوس کن

ہے--- شہریوں کا پھرنے والا' واقعات کا دیکھنے والا پورا یقین کرتا ہے کہ غیر مسلم قومیں ہر طرح تلی ہوئی ہیں کہ مسلمانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں!

(4)

تبلیغی خدمات انجام دینے اور اس کے لیے مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدایات حاصل کرنے کا قصد مبارک قصد ہے' اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور پھر توفیق عطا فرمائے کہ آپ اس عظیم الشان خدمت کو بخیر و خوبی انجام دیں۔

(5)

جو قوم----- اپنی یونیفارم کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوموں میں منجذب ہو گئی حتی کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا' اسی ہندوستان میں یونانی آئے افغان آئے' آریہ آئے' تاتار آئے' ترک' مصری اور سوڈانی آئے' مگر مسلمانوں سے پہلے جو قومیں بھی آئیں آج ان میں سے کوئی ملت اور قوم متمیز ہے؟؟ کیا کسی کی بھی ہستی علیحدہ بتائی جا سکتی ہے؟ سب کے سب ہندو قوم میں منجذب ہو گئے' وجہ صرف یہی تھی کہ انہوں نے اکثریت کے یونیفارم کو اختیار کر لیا تھا' اور دھوتی' چوٹی (اور دیگر) رسم و رواج میں انہی کے تابع ہو گئے' اس لیے ان کی ہستی مٹ گئی' باوجود اختلاف عقائد سب کو ہندو قوم کہا جاتا ہے' اور کسی کی قومی ہستی جس سے اس کی امتیازی شان ہو نہیں باقی رہی' ہاں جن قوموں نے امتیازی یونیفارم رکھا وہ آج بھی قومیت اور ملیت کا تحفظ اور امتیاز رکھتے ہیں' پرشین قوم ہندوستان آئی' ہندو قوم اور راجاؤں نے ان کو ہضم کرنا چاہا عورتوں کا یونیفارم بدلوا دیا' معیشت اور زبان بدلوا دی' مگر مردوں کی ٹوپی نہ بدلی گئی' بالآخر آج وہ زندہ قوم اور موجودہ ممتاز ملت ہے سکھوں نے اپنی امتیازی وردی قائم کی' سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو محفوظ رکھا' آج ان کی تمام قوم امتیازی حیثیت رکھتی ہے اور زندہ قوم شمار کی جاتی ہے' انگریز سولھویں صدی کے آخر میں آیا' تقریباً ڈھائی سو برس گزر گئے ہیں نہایت سرد ملک کا رہنے والا ہے' مگر اس نے اپنا یونیفارم' کوٹ' پتلون' ہیٹ' بوٹ' نکٹائی اس گرم ملک میں بھی نہ چھوڑا' یہی وجہ ہے کہ اس کو پینتیس کروڑ قوم والا ملک اپنے میں ہضم نہ کر سکا۔ اس کی قوم و ملت

علیحدہ ملت ہے۔ اس کی ہستی دنیا میں قابل تسلیم ہے مسلمان اس ملک میں آئے اور تقریباً" ایک ہزار برس سے زائد ہوتا ہے' جب سے آئے ہیں اگر وہ اپنے خصوصی یونیفارم کو محفوظ نہ رکھتے تو آج اسی طرح ہندو قوم میں نظر آتے جیسے کہ مسلمانوں سے پہلی قومیں ہضم ہو کر اپنا نام و نشان مٹا گئیں' آج تاریخی صفحات کے سوا کرہ زمین پر ان کا نشان نظر نہیں آتا' مسلمانوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنا یونیفارم محوظ رکھا ہو بلکہ یہ بھی کیا کہ اکثریت کے یونیفارم کو مٹا کر اپنی یونیفارم پہننا چاہا' چند ہزار تھے اور چند کروڑ بن گئے' صرف یہی نہیں کیا کہ پاجامہ کرتا' عبا و قبا عمامہ دستار کو محفوظ رکھا ہو' بلکہ مذہب اسماء الرجال' تہذیب و کلچر رسم و رواج' زبان و عمارت وغیرہ جملہ اشیاء کو محفوظ رکھا' اس لیے ان کی مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی اور جب تک اس کی مراعات ہوتی رہے گی رہیں گے۔

(6)

ہر قوم نے جب بھی ترقی کی ہے تو اس کی کوشش کی ہے کہ اس کا یونیفارم اس کا کلچر' اس کا مذہب' اس کی زبان دوسروں پر غالب اور دوسرے ممالک و اقوام میں پھیل جائے آریہ قوم کی تاریخ پڑھو' فارسیوں کے کارنامے دیکھو' کلدانیوں اور عبرانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے انقلابات کو غور سے دیکھو' دور کیوں جاتے ہو عربوں اور مسلمانوں کے اولوالعزم اعمال آپ کے سامنے موجود ہیں' زبان عربی صرف ملک عرب کی زبان تھی' عراق' سیریہ' فلسطین' مصر' سوڈان' الجیریا' تیونس' مراکش' فارس' صحرائے لیبیا وغیرہ میں کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا نہ مذہب اسلام سے نہ اسلامی رسم و راوج سے' مگر عربوں نے ان ملکوں میں اس طرح اپنی زبان' اپنا کلچر' اپنی تہذیب جاری کر دی کہ وہاں کی غیر مسلم اقوام آج بھی اسلامی یونیفارم' اسی کلچر' اسی تہذیب اور اسی زبان کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں' اسرائیلی قومیں' کلدانی نسلیں' عبرانی خاندان ترکی برادریاں' بربری ذاتیں وغیرہ وغیرہ ان دیار میں سب کی سب عربوں میں منہضم ہو گئی ہیں' اگر کسی کو اپنی ذات یا خاندان کا علم بھی ہے تو وہ بھی مثل خواب و خیال ہے' سب کے سب اپنے کو عرب سمجھتے ہیں' اور عربیت ہی کے دعویدار ہیں انگلستان

کو دیکھئے یہ اپنے جزیرہ سے نکلتا ہے' کینیڈا' آسٹریلیا' امریکہ نیوزی لینڈ' کیپ کالونی' ساؤتھ افریقہ وغیرہ وغیرہ میں پوری جدوجہد کر کے اپنی زبان اپنا کلچر اپنی تہذیب' اپنا مذہب' اپنا لباس وغیرہ پھیلا دیتا ہے' جو لوگ اس کے مذہب میں داخل نہیں ہوتے وہ بھی اس کی تہذیب فیشن وغیرہ میں منجذب ہو جاتے ہیں' اور یہی حال ہندوستان میں روز افزوں ترقی پذیر رہے' ہندو قوم اسی سیلاب کو دیکھ کر مردہ زبان سنسکرت جس کو تاریخ کبھی کسی طرح عام زبان ہندوستان کی' یا کم از کم آریہ نسل کی نہیں بتا سکتی' آج اس کی اشاعت کی پر زور کوشش کر رہی ہے' اس کا لکچرار کھڑا ہوتا ہے اور پچاس فیصد سے زائد الفاظ سنسکرت کے ٹھونس کر اپنی تقریر کو ناقابل فہم' بنا دیتا ہے' خود اس کی قوم ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکتی' اور بالخصوص اس کا مذہبی واعظ تو بالکل اسی یا نوے فی صدی الفاظ سنسکرت یا ہندی بھاشا کے بولتا ہے' مگر اس کی قوم اس کو بنظر استحسان ہی دیکھتی ہے۔ حالانکہ روئے زمین پر کوئی قوم یا ملک اس زبان کا بولنے والا نہیں ہے' اور غالبا" پہلے کسی زمانہ میں بھی یہ زبان عام پبلک کی زبان نہ تھی' وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ دھوتی باندھنا نہ چھوڑے اس کا ایم' ایل' سی۔ ایم' ایل' اے۔ اسمبلی کے ممبران اس کی قوم کا جج ڈپٹی کلکٹر وغیرہ دھوتی باندھ کر' سر کھول کر' قمیص پہن کر برسراجلاس آتا ہے۔ کیا یہ قومی شعار اور قومی یونیفارم نہیں ہے؟ کیا اسی طرح وہ اپنی ہستی کی حفاظت کی صورت نہیں نکال رہا ہے' گرونانک اور اس کا اتباع کرنے والوں نے چاہا کہ اپنے تابعداروں کی مستقل ہستی قائم کریں تو بال اور سر کا نہ منڈانا' ڈاڑھی کا نہ کتروانا یا نہ منڈانا' لوہے کے کڑے کا پہننا کرپان کا رکھنا قومی یونیفارم بنا دیا۔ آج اس شعار پر سکھ قوم مری جاتی ہے' اس گرم ملک میں طرح طرح کی تکلیف سہتی ہے' مگر بالوں کا منڈوانا یا کتروانا قبول نہیں کرتی' اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے' دنیا سے اس کی امتیازی ہستی اور قومی موجودیت فنا کے گھاٹ اتر جائے گی مذکورہ بالا معروضات سے بخوبی واضح ہے کہ کسی قوم اور مذہب کا دنیا میں مستقل وجود جب ہی قائم ہو سکتا ہے' جب کہ وہ اپنے لیے خصوصیات وضع قطع میں' تہذیب و کلچر میں' بودو باش میں' زبان اور عمل میں قائم کرے' اس لیے ضروری تھا کہ مذہب اسلام جو کہ اپنے عقائد اخلاق' اعمال

وغیرہ کی حیثیت سے تمام مذاہب دنیاویہ اور تمام اقوام عالم سے بالا تر تھا اور ہے خصوصیات اور یونیفارم قائم کرے اور ان کے تحفظ کو قومی اور مذہبی تحفظ سمجھتا ہو۔ اس کی وہ خصوصیات اور یونیفارم خداوندی تابعداروں اور الٰہی بندوں کا یونیفارم ہو جن سے وہ اللہ کے سرکشوں اور دشمنوں سے متمیز اور علیحدہ ہو جائے چنانچہ یہی راز من تشبہ بقوم فھو منھم کا ہے' جس پر بسا اوقات نوجوانوں کو بہت غصہ آتا ہے' اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعداروں کے لیے خاص یونیفارم تجویز فرمایا ہے' کہیں فرمایا جاتا ہے' ہم میں اور مشرکین میں فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے سے ہوتا ہے' فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس (اوکماقال) اسی پر بنا فرق اہل کتاب سے مانگ نکالنے میں اختیار کیا گیا اسی بنا پر ازار اور پائجامہ میں ٹخنے کھولنے کا حکم کیا گیا' تاکہ اہل تکبر سے تمیز ہو جائے۔

اسی طرح بہت سے احکام اسلام میں پائے جاتے ہیں' جن کے بیان میں بہت طول ہے اور جن میں یہودیوں سے' نصاریٰ سے' مجوسیوں سے' مشرکوں سے امتیاز اور علیحدگی کا حکم کیا گیا ہے' اور ان کی ذریعہ امتیاز بنایا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مردوں کو عورتوں سے بھی علیحدہ یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے' عورتوں کے یونیفارم میں رہنے والے مرد' مردوں کے یونیفارم میں رہنے والی عورت پر لعنت کی گئی ہے' انہی امور سے عربی میں خطبہ رائج کرنا بھی ہے' انہی امور میں مونچھ کا منڈوانا' کتروانا اور ڈاڑھی کو بڑھانا بھی ہے۔ خالفوا المشرکین و فروا اللحی و احفو الشوارب (مسلم' بخاری) جزو الشوارب ارخوا الحی و خالفوا المجوس (مسلم) من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا (ترمذی' نسائی)

ان روایات کے مانند اور بہت سی روایتیں کتب حدیث کے اندر موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین' اور مجوسی ڈاڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے' جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے اور یہ امر ان کے مخصوص یونیفارم میں سے تھا' بنا بریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دوسرے کے یونیفارم کے خلاف حکم کیا جائے نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کا ڈاڑھی منڈانے کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ عمل اس زمانہ میں عرب کے رواج کی

وجہ سے ہے' جو کہ ان میں جاری تھا' کہ ڈاڑھیاں بڑھاتے تھے اور مونچھیں کٹاتے تھے غلط ہے' بلکہ اس زمانہ میں بھی مخالفین اسلام کا یہ شعار تھا جس طرح اس قسم کی روایات مذکور بالا سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم مشرکین اور مجوس کا تھا' اس لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف یونیفارم دیا جائے' تاکہ تمیز کامل ہو جائے۔ اسی طرح حدیث **عشرة من الفطرة قص الشارب و اعفاء للحية والاستياك الخ** (ابوداؤد) وغیرہ بتلا رہی ہے کہ خاص خاص مقربین و انبیاء علیہم السلام کے یونیفارم میں سے مونچھوں کا کتروانا' اور ڈاڑھی کو نہ منڈانا ہے کیونکہ فطرت انہی امور کو اس جگہ میں کہا گیا ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے شعار میں سے تھے جیسا کہ بعض روایتوں میں لفظ فطرت کے بجائے **من سنن المرسلین** یا اس کے ہم معنی الفاظ موجود ہیں خلاصہ یہ نکلا کہ یہ خاص یونیفارم اور شعار ہے جو کہ مقربان بارگاہ الوہیت کا ہمیشہ سے یونیفارم رہا ہو اور پھر دوسری قومیں اس کے خلاف کو اپنا یونیفارم بنائے ہوئے بھی ہیں جو کہ اللہ کے قانون کو توڑنے والی اور اس سے بغاوت کرنے والی ہیں' اس لیے دو درجہ سے اس یونیفارم کو اختیار کرنا ضروری ہوا۔

(7)

علاوہ ازیں ایک محمدی کو حسب اقتضائے فطرت اور عقل لازم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آقا کا سارا رنگ ڈھنگ' چال چلن' صورت سیرت اور فیشن کلچر وغیرہ بنائے' اور اپنے محبوب آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے' ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضہ یہی رہا ہے اور یہی ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے' آج یورپ سے بڑھ کر روئے زمین پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے' واقعات کو دیکھئے!! اس بنا پر بھی جو ان کی خصوصیات' اور فیشن ہیں ہم کو اس سے انتہائی نفرت ہونا چاہیے' خواہ وہ کرزن فیشن ہو یا گلیڈ اسٹون فیشن' خواہ فرنچ فیشن ہو یا امریکن خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے خواہ وہ تہذیب سے ہو یا عادات سے' ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی سب چیزیں پیاری معلوم ہوتی ہیں اور دشمن کی سب چیزیں

مبغوض اور اوپری! بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی شعار ہو جائیں' اس لیے ہماری جدوجہد اس میں ہونی چاہیے کہ ہم غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدائی بنیں نہ کہ غلامان کرزن و ہارڈنگ و فرانس و امریکہ وغیرہ۔

باقی رہا امتحان مقابلہ یا ملازمتیں' یا آفس کے ملازموں کے طعنے وغیرہ تو نہایت کمزور عذر ہے' سکھ امتحان مقابلہ بھی دیتے ہیں' چھوٹے بڑے عہدوں پر بھی مقرر ہیں اپنی وردی پر مضبوطی سے قائم ہیں' کوئی ان کو ٹیڑھی آنکھ سے نہیں دیکھتا باوجود قلیل التعداد ہونے کے سب سے زیادہ ملازمتیں اور عہدے لیے ہوئے غرارے ہیں' اسی طرح ہندوؤں میں بھی بکثرت ایسے افراد اور خاندان پائے جاتے ہیں۔

(8)

بڑوں کا مقولہ ہے **تعاشروا کالاخوان و تعاملوا کالا جانب** یعنی میل جول' اٹھنا بیٹھنا بھائیوں کی طرح کرو اور معاملہ اجنبیوں کی طرح کرو' چیزوں میں شرمانا اور مصارف سے خبر نہ کرنا اصول معاملہ اور اصول تجارت دونوں کے خلاف ہے۔

(9)

لڑکیوں کے لیے سسرال جانا زندگی کا (ایک) دور ہوتا ہے' سمجھدار لڑکیوں کے لیے نہایت سمجھ اور صبر و سکون کو عمل میں لانا اور قدم قدم پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے' ورنہ زندگی وہاں وبال جان بن جاتی ہے' اس کا بڑا سبب نئے نئے لوگوں سے سابقہ پڑنا ہے۔

چوتھا باب

مسائل علمیہ

(1)

اہل محشر کی تین جماعتیں سابقین' اصحاب یمین' اصحاب شمال' قرار دی گئیں' سابقین سب سے اعلیٰ اور اصحاب یمین متوسط' اور اصحاب شمال سب سے ادنیٰ' اول و دوم ناجی ہیں اور سوم غیر ناجی' پھر اولین و آخرین میں سے فریق اعلیٰ و اوسط کی تعداد بہت زیادہ بلکہ تقریباً" برابر ہو گی' بخلاف اصحاب یمین کے کہ ان میں اولین کی بہت زیادہ اور آخرین کی کم ہو گی ظاہر اور اقرب یہی ہے کہ یہ تفصیل امت محمدیہ کی ہے' اگرچہ مفسرین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ یہ تفصیل تمام عالم انسانی کی ہے' بصورت ارادہ امت محمدیہ تنقیص امت محمدیہ کا خیال یا تو اس طرح دفع ہو سکتا ہے کہ متاخرین کو مشرف فرما کر سابقین کا درجہ زیادہ عطا کر دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد کیا گیا ہے کہ متاخرین اگر "عشر ما امروابہ" (یعنی کل احکام خداوندی کے دسویں حصہ) کی بھی تعمیل کرتے رہیں گے تو ناجی ہو جائیں گے اور متقدمین کو یہ شرف نہ حاصل ہو گا کیونکہ ان کو ماحول کی سعادت سے نوازا گیا تھا' اور اسی وجہ سے ان کو "عشر ما امروابہ" کے ترک پر مواخذ ہونا پڑا' اور یا یہ کہا جائے کہ زمانہائے آخرہ میں غلبہ شرک کی وجہ سے اصحاب یمین کم پیدا ہوئے۔

(2)

چونکہ انسان قوت علمیہ اور کمالات عملیہ کا حاصل ضرب ہے اور زوجیت مساوات کی مقتضی ہے (عقلا" عرفا") اس لیے عورت کی مساوات بالرجل چار سے ہی ہو سکتی ہے' کیونکہ حدیث بتلاتی ہے کہ عورت کی قوت علمیہ نصف رجل ہے' جس پر نصاب شہادت دلالت کرتا ہے' **قولہ تعالیٰ فان یکونا رجلین فرجل و**

امراتان' یہ نص ہے اور قوت عملیہ بھی نصف ہے جس پر لفظ شطر دینھا (الحدیث) دلالت کرتا ہے' دین عمل ہی سے ہوتا ہے' لہٰذا عورت نصف قوت عملیہ' اور نصف قوت علمیہ کی حاصل ہوئی 2/4x1/2 ضرب دیں تو حاصل ضرب 1/4 نکلتا ہے اس لیے چار عورتیں ایک مرد کے مساوی اپنی فطری قوت سے ہو سکیں گی۔

(3)

حج بدل میں اس شخص کے لیے جو کہ اپنا فریضہ ادا نہیں کر چکا ہے' خلاف ہے' امام شافعیؒ اور ان کے موافقین ناجائز بتاتے ہیں' امام ابو حنیفہؒ مکروہ فرماتے ہیں تحریماً" اس کے لیے جو کہ پہلے سے مالک زاد و راحلہ تھا اور تنزیہاً" اس کے لیے جو کہ پہلے سے غیر مستطیع تھا مگر ہر دو حالت میں فریضہ آمر ادا ہو جائے گا' البتہ مامور فقیر جب میقات پر حدود حرم میں پہنچ گیا تو اس پر بھی حج فرض ہو جائے گا اب یا تو وہیں ایک سال رہ کر اگلے سال کا حج کر کے لوٹے ورنہ وطن واپس آ کر حج اسلام ادا کرے ورنہ گناہگار ہو گا۔

(4)

آج اس حال کو ڈھونڈنا اور حاصل کرنا جس کو اہل تقویٰ امام غزالیؒ اور دوسرے اکابر فرماتے ہیں محال ہو گیا ہے۔ اگر صریح حرام سے بچنا ہو جائے تو یہی بسا غنیمت ہے' میرا خیال ہے کہ آپ حرام صریح سے ضرور بچتے رہیں' بیشک نفس نہایت شریر اور خبیث ہے اس کی اصلاح حتی الوسع کرنی چاہیے اور ذکر کی کثرت سے اس میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔

(5)

حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادوں کو ابنی ھذا اسید و لعل اللہ یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا) اور دونوں صاحبزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا: سید اشباب اھل الجنۃ الحسن و الحسین (اہل جنت کے جوانوں کے سردار امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں) اس کی وجہ سے صاحبزادوں کو سید کہا جانے لگا' پھر

ان کی اولاد کو بھی یہی لقب دیا گیا' جیسے قاضی کی اولاد کو قاضی اور راجاؤں کی اولاد کو راجہ کہا جاتا ہے۔

(6)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور قاعدہ ہے کہ ماں باپ کو چھوٹی اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت تھی جتنی کہ اور صاحبزادوں سے نہیں تھی' آپؐ نے فرمایا ہے کہ: **فاطمة بضعة منی یریبنی ما اربها و یوذینی ما آذاها** (فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس چیز سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے اور جو چیز اس کو ستاتی ہے مجھ کو بھی ستاتی ہے۔ مسلمان ہمیشہ اسی بنا پر حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے محبت کرتے رہے اور احترام کی نظر سے دیکھتے رہے۔

(7)

محمد ابن عبدالوہاب اور اس کی جماعت کو میں نے نہیں بلکہ علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ردالمختار حاشیہ درمختار میں جو کہ فقہ حنفی میں نہایت مستند اور مفتی بہ کتاب ہے' جلد ثالث ص 339 میں یہی لکھا ہے صاحب ردالمختار علامہ شامیؒ چونکہ اسی طرف کے رہنے والے اور اسی زمانہ کے ہیں 1233ھ میں جب کہ محمد ابن عبدالوہاب کی جماعت نے حجاز پر قبضہ اور تسلط کیا ہے' وہ حج کے لیے مکہ معظمہ گئے ہیں جیسا' کہ انہوں نے جلد اول ص 674 میں تصریح کی ہے' پس وہ جس قدر محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت سے واقف ہیں۔ زمانہ بعد میں ہونے والے اتنے واقف نہیں ہو سکتے' حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز بہت بعد کے لوگوں میں ہندوستان کے باشندہ ہیں' ان کو اس قدر اس جماعت کے احوال معلوم نہیں ہیں' چنانچہ فتاوی رشیدیہ ص 64 میں اس کی تصریح فتوی میں موجود ہے اور ص 8 میں عبارت اس کی تحسین میں لکھی گئی ہے وہ محض سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز اس کتاب شامی پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے عموماً" ان کے فتاوی اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

(8)

بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم صاحب قدس سرہ العزیز کی طرف جو مضمون انکار ختم نبوت زمانی کی نسبت کیا گیا ہے بالکل جھوٹ اور افترا ہے حضرت مولانا مرحوم تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین قسم کی خاتمیت ثابت کرتے ہیں خاتمیت (ذاتی، مرتبی) خاتمیت مکانی اور خاتمیت زمانی کو قطعی ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے' دائرہ اسلام سے خارج ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت تمام انبیاء سے آخر میں واقع ہوا ہے' آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے' جو شخص اس کو نہ مانے اور انکار کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔

(9)

حضرت مولانا کی تحریرات میں متعدد مقام پر آپ کی خاتمیت زمانی کا زور شور سے اقرار کیا گیا ہے اور آپ کے بعد کسی نبی کے امکان کا سختی سے انکار موجود ہے دیکھو مناظرہ عجیبہ وغیرہ۔ رسالہ تحذیر الناس میں عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام انبیاء سے اونچا اور آخری ہے۔ آپ سے اوپر کسی نبی کا مرتبہ نہیں ہے' اور آپ کا زمانہ سب سے آخر ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں' اور اسی طرح آپ کا مکان اور وہ زمین جس میں آپ مبعوث ہوئے۔ احادیث صحیحہ قویہ دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام زندہ ہیں' اور آخر زمانہ میں اتریں گے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ لیہ وسلم کی شریعت کے تبع ہو کر قیام فرمائیں گے۔

(10)

آیت الم تروا کیف خلق اللہ میں گزارش یہ ہے کہ رویت کو آپ رویت بصری پر ہی کیوں منحصر فرماتے ہیں' رویت قرآنی محاورات اور محاورات عرب میں دونوں قسم پر مستعمل ہوتا ہے' رویت قلبی بمعنی علم' اور رویت عینی بمعنی البصر' ہر دو اس کے معانی حقیقتہ بطور اشتراک ہیں' الم تر انا ارسلنا الشیاطین علی الکافرین توزھم ازا وغیرہ آیات بکثرت وارد ہیں' کتاب التفسیر میں بخاری نے

تصریح فرمائی ہے' لہٰذا اگر آسمان سبعہ بذریعہ قوت بصریہ مدرک نہیں تو علمیہ تو مدرک ہیں' اس لیے مخاطبت صحیح ہے۔

(11)

کلا نمد ھولاء وھولاء من عطاء ربک اہل دنیا اور اہل آخرت کے لیے بشارت ہے' ہاں اگر اخلاص و محبت بھی ساتھ ہے تو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہوتی ہے **ومن اراد ا لاخرۃ وسعی لھا سعیھا و ھو مومن فاؤلئک کان سعیھم مشکورا۔** اس کے لیے شاہد عدل ہیں۔

(12)

قومیں نسل' مذہب' وطن پیشوں وغیرہ سب سے بنتی ہیں' اس لیے ان میں منافات نہیں ہیں کہ ایک جماعت کسی حیثیت سے دوسری جماعت کی ہم قوم بھی ہو' قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور مسلمانوں کو کفار کا ہم قوم ایک دو جگہ نہیں بلکہ ستر اسی جگہ قرار دیا گیا ہے' اس لیے مسلمانان ہند بحیثیت و طنیت جو کہ یورپین لسان (زبان) میں مدار علیہ نیشن کا ہے' دیگر اقوام ہندیہ کے ہم قوم ہیں' مگر بحیثیت مذہب مغائر ہیں بحیثیت نسل خود مسلمانوں میں بہت سی قومیں ہوں گی جن میں سے متعدد قومیں غیر مسلم قوموں سے بھی نسلی بنا پر متحدہ ہو جائیں گی' جیسے راجپوت' جاٹ' وغیرہ بہرحال مسلمان ہم قوم برادران وطن بھی ہیں اور غیر بھی۔

(13)

انبیاء علیہم السلام انسان ہوتے ہیں' جو بشری لوازم ہیں ان میں بھی پائے جاتے ہیں' وہ بھوک' پیاس' سردی گرمی' نیند' بیماری' دکھ' درد' محبت اولاد' نفرت از اعداء وغیرہ اوصاف بشریہ میں مثل تمام انسانوں کے ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ بھی مثل تمام انسانوں کے احکام خداوندی کے مکلف ہیں' وہ مثل فرشتوں' اور ارواح قدسیہ کے ان احساسات بشریہ اور خواہشات نفسانیہ سے منزہ اور بے لوث نہیں ہوتے' بلکہ بسا اوقات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے قوی اور استعدادات بشریہ عام انسانوں سے بدر جہازائد ہوتے ہیں' لیکن انبیاء علیہم السلام میں خیراور خشیت الہٰی کا غلبہ ہوتا ہے حضور دائمی جناب باری عزوجل اسمہ کا حاصل

ہوتا ہے جس کی وجہ سے خیر کی رغبت اور شرور سے نفرت اور دوری رہتی ہے' اگر کبھی کبھی بمقتضائے طبیعت یا وساوس شیطانیہ کسی معصیت کی طرف میلان ہوتا ہے' تو حفاظت خداوندی اور نگہبانی ربانی رکاوٹ پیدا کر دیتی ہے' اور بیچ میں حائل ہو جاتی ہے' اس حیلولہ اور رکاوٹ کا نام عصمت ہے بخلاف فرشتوں کی معصومیت کے کہ ان کے یہاں ایسی خواہشات کا مادہ ہی نہیں ہوتا' ان کا معصوم ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ بچے اور عنین میں جماع اور رغبت الی النساء کا مادہ ہی نہیں ہے' اس لیے ان کو معصوم کہنا حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔

(14)

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں---- عصمت گناہوں اور ان اعمال کے متعلق ہوتی ہے جو کہ از قبیل جوارح یا عمل قلب ہیں' اور جو چیز از قبیل علم اور رائے ہیں ان میں عصمت کو دخل نہیں ہے ممکن ہے کہ پیغمبر کی کوئی رائے غلط ہو' البتہ اس کو جب کبھی عملی جامہ پہننے کا موقعہ آتا ہے تو وہاں عصمت خداوندی آکر حائل ہو جاتی ہے اور رائے کی غلطی پر متنبہ کر دیتی ہے' بشرطیکہ وہ عمل از قسم معاصی ہو اور اگر وہ عمل درجہ معصیت نہیں رکھتا ہے' بلکہ از قسم ترک اولی یا بعض درجہ والوں کے لیے معصیت اور بعض درجہ والوں کے لیے معصیت نہیں ہے' یا قسم صغائر ہے تو وہاں عمل کے وقت میں بھی عصمت رکاوٹ نہیں ڈالتی' ہاں چونکہ پیغمبری کے درجہ والوں کے لیے وہ سیئہ تھی اس پر مواخذۂ الوہیت ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض صغائر پر مقربین کی گرفت ہو جاتی ہے۔ **حسنات الابرار سیات المقربین**۔ انبیاء سابقین پر گرفتیں اسی قسم کی ہیں۔

(15)

سورہ تحریم میں جو واقعہ پیش آیا ہے کہ آنجناب علیہ الصلوۃ والسلام نے قسم کھائی' کہ اب سے حضرت زینبؓ کے یہاں کا شہد نہ پیوں گا' یا اب سے اپنی مملوکہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہمبستر نہ ہوں گا' یہ دونوں چیزیں از قسم معصیت ہی نہیں' دوسری ازواج کو خوش کرنے کی بنا پر یہ عمل کیا گیا تھا جو کہ آپ جیسے اولوالعزم مقرب کے مقام عالی کے مناسب نہ تھا' اس لیے اس پر عتاب کیا گیا

لہذا یہ بات عصمت میں آتا ہی نہیں۔

(16)

یہ بات دوسری ہے کہ بارگاہ خداوندی کسی امر پر گرفت فرمائے' اس کو حق ہے کہ صغائر اور خلاف اولی پر بھی گرفت کر بیٹھے' یہ ضروری نہیں کہ معصیت ہی پر گرفت کیا کرے' لفظ انشاء اللہ نہ کہنے پر گرفت کا ہونا بھی اسی قبیل ترک اولی ہے' خصوصا اس وقت میں جب کہ اس کے متعلق کوئی حکم نہیں آیا تھا۔

سردار انبیاء علیہم السلام کا منصب اعلیٰ اس کا مقتضی تھا کہ وہ تمام امور کو اللہ تعالیٰ پر مفوض فرماتے مگر آپؐ بھول گئے۔ آپؐ کے اس نسیان پر عتاب آمیز کلمات' اور امساک عن الوحی بطور تادیب و ارشاد عمل میں لائے گئے' آج بالاتفاق نہ تو سہو اور نسیان گناہ ہے اور نہ قصداً" ترک انشاء اللہ معصیت ہے نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔

(17)

قبطی کا قتل یقیناً قبل اعطائے نبوت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت مدین سے ہجرت فرمانے پر راستہ میں طور پر عنایت فرمائی گئی' اور یہ واقعہ قبطی کے قتل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے مدین جانے کا سبب ہے' جس کا تقدم اظہر من الشمس ہے' سورۂ قصص میں اعطائے حکم اور علم کا اس سے قبل ذکر کرنا تقدم زمانی کا موجب نہیں ہے کما ذکرہ ارباب التفسیر۔

(18)

اگرچہ حضرت ہارون علیہ السلام وزیر اور خلیفہ تھے اور ان کو نبوت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہی سے ملی' مگر جب نبوت دیدی گئی تو حسب قاعدہ کلیہ الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ تمام نبوت کے لوازم کا تسلیم کرنا ضروری ہے' باز پرس کا حق اسی درجہ میں تسلیم کیا جا سکتا ہے جس درجہ میں لوازم نبوت کا ثبوت رکھا گیا ہو' نیز بڑے بھائی ہونے کا بھی احترام کیا گیا ہو' جو کہ یا ھارون مامنعک اذ رایتھم ضلوا ان لاتتبعن افعصیت امری تک ہی ہو سکتا ہے اخذ راس"۔ اخذ لحمیة" اور "جر" بازپرس میں سے نہیں ہیں علی ہذا القیاس القاء الواح کو وضع کے معنی

میں لینا تحریف معنوی سے جدا نہیں۔

(19)

کسی عمل کے طاعت اور معصیت ہونے کا مدار نیت ہی پر ہے' **انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرء** (الحدیث) نص صریح ہے' نیز حدیث **ان اللّٰہ لاینظر الی صورکم بل ینظر الی قلوبکم بیناتکم** (اوکماقال) پس وہ اعمال جو کہ سہوا یا خطا یا غلط فہمی سے صادر ہوں' وہ درحقیت معصیت نہ ہوں گے' (جب کہ نیت میں فساد اور نافرمانی نہ ہو) اگرچہ صورت معصیت پر کبھی مواخذہ بھی ہو جائے۔ **فان حسنات الابرار سیات المقربین۔** نزدیکاں رابیش بود حیرانی' یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیت ان معاملات میں صحیح تھی' جب خداوندی اور غیرت دینی ان اسباب اور اعمال کے موجبات ہیں' اس لیے تمحلات اور تکلفات کا ارتکاب بے محل ہے جس سے تحریف معنوی کا بہت بڑا دروازہ کھلتا ہے۔

(20)

انبیاء علیہم السلام کو معیار حق قرار دینا' اور اس کو جزو ایمان سمجھنا کسی نص صریح میں وارد ہے' یا عقلی قضیہ ہے؟ یعنی جس طرح محمد رسول اللہ نص صریح ہے کیا محمد معیار للحق بھی کسی نص میں وارد ہے' کہ اس کو جزو ایمان بنایا جائے یا نہیں؟ یا کسی نص میں وارد ہے **النبی معیار للحق** یا کہیں فرمایا گیا: **الانبیاء معیار للحق؟**

اگر نص صریح میں وارد نہیں ہے' بلکہ عقل صحیح اور دلائل صریحہ اس کے باعث ہیں تو کیا رسالت اور معیار حق میں نسبت مساوات ہے' تاکہ یہ کہا جا سکے: **کل نبی معیار للحق** اور **کل معیار للحق بنی** اور اسی طرح نفیا کہا جا سکے' **لاشی من الانبیاء الا وھو معیار للحق** اور **لاشئی من معیار للحق الا وھو بنی۔** یا ان دونوں میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے' یعنی **کل نبی معیار للحق** کہنا مسلم ہے' مگر **کل معیار للحق نبی** غیر لازم التسلیم ہے' کیوں نہیں ہو سکتا کہ کوئی معیار حق ہو اور وہ نبی نہ ہو۔

(21)

اگر عصمت معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمہ دار ہے تو رضائے خداوندی کیوں ذمہ دار نہ ہو گی' اور خصوصا جب کہ اس کی خبر علام الغیوب نے دی ہو جس کے سامنے ازل اور ابد کی تمام کائنات حاضر ہیں کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی---- سابقین اولین کے متعلق آیات وارده پر غور فرمایئے کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا کی تصریح فرمائی ہے۔

(22)

اگر عصمت معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمہ دار ہو سکتی ہے تو قادر مطلق علوم الغیوب کا یہ ارشاد قطعی اپنی کفالت کا **ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان اولئک ھم الراشد ون فضلا من اللہ** (الایۃ) کیوں نہیں ذمہ دار ہو گا' کیا اس خبر میں شک کرنا درست ہو سکتا ہے' کیا اس میں تامل کرنا کفر نہیں ہے' تو یہ حضرات کیوں نہ معیار حق ہوں گے۔

(23)

اگر عصمت (جس کا صریح اشارہ کسی قطعی نص میں نہیں ہے اشارات اور دلالت ہی سے اخذ کیا گیا ہے) قابل اعتماد ہے تو خبر خداوندی **دخول و خلود فی الجنۃ** کی جو یقینی اور قطعی ہے' کیوں نہیں قابل اعتماد ہے؟ کیا اس میں شک کرنا درست ہو گا' اور کیا **خلود فی الجنۃ** کسی عاصی اور نافرمان کے لیے ہو سکتا ہے' سابقین اولین صحابہ کے لیے فرمایا جاتا ہے' **واعد لھم جنات تجری تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا ذالک الفوز العظیم**' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بشارت دخول جنت اور خلود کی عطا فرماتے ہیں کیا اس کی تغلیط ہو سکتی ہے' پھر کیا یہ حضرات معیار حق نہ ہوں گے' اور اگر عصمت مفہومہ انبیاء علیہم السلام کے لیے موجب معیار حقانیت ہو سکتی ہے تو وہ شہادت خداوندی دربارہ صحابہ کرام جس کی تصریح تورات' انجیل' قرآن میں فرمائی گئی ہو کیوں نہ معیار حقانیت قرار دی جائے' **قال اللہ تعالیٰ: محمد رسول اللہ والذین معہ (الی قولہ تعالیٰ) ذالک مثلھم فی التورات و مثلھم فی الانجیل**

(الایة)

(24)

اگر عصمت کی وجہ سے اصحاب عصمت معاصی سے محفوظ ہو سکتے ہیں' تو خبر قطعی "**یوم لایخزی اللّٰہ النبی والذ ین امنوا معہ نورھم یسعی بین اید یھم و بایما نھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا۔**" کیوں باعث تحفظ نہیں ہو سکتی' خلاصہ یہ کہ متعدد آیات قرآنیہ قطعیہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے عدم صدور معاصی اور ان کے تحفظ عن المعاصی کی دلائل قطعیہ ہیں' معیار حق ہونے کے لیے یہی اصل اصول ہے' یعنی یہ علم یقینی کہ وہ شخص وقوع اور صدور معاصی سے محفوظ ہو' خواہ عصمت کی وجہ سے' یا ثبوت رضائے خداوندی کی وجہ سے' یا ثبوت **خلود فی الجنة** کی وجہ سے' یا ثبوت **اجتباء یاتکفل** خداوندی **بالمحافظة عن اسباب المعاصی** وغیرہ کی وجہ سے اس کے لیے عدم امکان عقلی ضروری نہیں' فقط عدم امکان وقوعی خواہ بالذات ہو یا بالغیر کافی ہے جو کہ صحابہ کرامؓ کے لیے حسب آیات مذکور یقینی ہے۔

(25)

رہا یہ شبہہ کہ انبیاء علیہم السلام کی غلطیوں کا تدارک بالوحی ہو سکتا ہے' غیر انبیا کی غلطیوں کا تدارک نہیں ہو سکتا' کیونکہ وحی غیر انبیاء پر نہیں آ سکتی' بالکل لایعنی ہے۔

(الف) جب کہ عنایت ربانی اپنی رضا اور توجہ کی قطعی خبر دے چکی ہے تو وہ غلطی ہونے ہی نہ دے گی ورنہ کذب خبر خداوندی لازم آئے گا وھو محال۔

(ب) اور اگر غلطی بفرض محال ہوئی بھی تو اس کا تدارک کرے گی جس کی وجہ ذمہ داری اپنے اوپر لے چکی ہے۔

(ج) کیوں نہ تحدیث اور الہام سے اس کا تدارک ہو سکے گا؟ **قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد کان فی الامم قبلکم محد ثون فان کانِ فیکم محد ث فعمر** (اوکمال) **وقال علیہ السلام الحق ینطق علی لسان عمر**

(اوکماقال)

(د) کیوں نہ رویائے صالحہ سے اس کا تدراک کیا جا سکے گا' قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذ ھبت النبوۃ و بقیت المبشرات قالو و ما المبشرات یا رسول اللّٰہ قال: الرؤیا الصالحۃ یراھا المومن اوتری لہ (اوکماقال) و قال علیہ السلام الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءامن النبوۃ(اوکماقال)

(ہ) کیوں نہ بصیرت خواص مومنین اس کا تدارک کر سکے گی۔ قل ھذ ہ سبیلی اد عوالی اللّٰہ علی بصیرۃ اناومن اتبعنی (سورہ یوسف) وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللّٰہ (الحدیث)

(و جب کہ ارشاد ہے لاتجتمع امتی علی الضلالۃ اور قرآن فرماتا ہے: ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی (الایۃ) تو کیا یہ ارشاد باعث تحفظ نہ ہو گا؟

پانچواں باب

بکھرے موتی

(1)

علوم دینیہ سے نہ صرف عدم ائتلاف ہے' بلکہ نفرت بڑھتی جاتی ہے' ہم اپنے خیالات اور وساوس اور شہوات نفسانیہ میں عمر عزیز ضائع کر رہے ہیں اور ہمیشہ اپنے آپ کو اور دوست احباب کو دھوکہ دیتے ہیں' کہ ہم مخلصانہ طریقہ پر خدمات دینیہ انجام دے رہے ہیں' مگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو اخلاص کا پتہ چلنا ایسا ہی ہے جیسے عنقاء کا پتہ۔

(2)

انبیاء علیہم اصلوۃ والسلام کے علاوہ خواہ صحابہ کرام ہوں یا اولیائے عظام یا ائمہ حدیث و فقہ و کلام کوئی بھی معصوم نہیں ہے' سب سے غلطیاں ہو سکتی ہیں مگر ان کے متعلق اعتمادیت کی شہادتیں قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہیں' اور ان کے اعمال نامے اور اتقاء و علم کی تاریخی روایات معتبرہ اس قدر امت کے پاس موجود ہیں کہ قرون حالیہ کے پاس اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے' ان پر تنقید انہی جیسے پایہ علم و اتقاء والا کر سکتا ہے' ہمارے زمانہ کے ٹٹپونجیے جن کے پاس نہ علم ہے نہ تقوی کیا منہ رکھتے ہیں کہ زبان دراز کریں۔ سوائے اپنی بد بختی کے اظہار کے اور کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

(3)

مودودی جماعت کے لٹریچر جن کی اشاعت کی جا رہی ہے وہ ایسے مضامین سے لبریز ہیں جو کہ ضلال سے پر ہیں' گمراہی کے پھیلانے والے ہیں۔ "مشتے نمونہ از

خروارے" چند باتیں پیش کرتا ہوں۔

صفحہ 367 ترجمان 36/35 میں بطور قاعدہ کلیہ لکھا گیا ہے: اگر کسی شخص کے احترام کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس پر کسی پہلو سے کوئی تنقید نہ کی جائے تو ہم اس کو احترام نہیں سمجھتے' بلکہ بت پرستی سمجھتے ہیں اور اس بت پرستی کا مٹانا منجملہ ان مقاصد کے ایک اہم مقصد ہے جن کو جماعت اسلامی اپنے پیش نظر رکھتی ہے۔

غور فرمایئے اس کے الفاظ میں وہ عموم ہے' جو کہ انبیاء' اولیاء' صحابہ' تابعین' آئمہ مذاہب و محدثین فقہائے عوام و خواص سب کو شامل ہے' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور خلفائے راشدین وغیرہ میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے' کسی کو بھی تنقید سے بالا تر کہنا بت پرستی اور شرک ہے ادھر دستور جماعت مطبوعہ مکتبہ جماعت اسلامی لاہور ص 5 میں ہے۔

"رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے' کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو" الخ

آپ ان دونوں اعلانوں اور اصولوں پر غور کیجئے' کیا ان میں احکام قرآنیہ اور اصول اسلام اور مسلمات اہل سنت و الجماعت سے بغاوت نہیں ہے اور ان تمام مسلمانوں کی تکفیر و تضلیل نہیں ہے جو امام ابو حنیفہؒ' امام شافعی' امام مالک' امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہیں۔ قرآن اور حدیث صحیح صحابہؓ کو معیار حق بتا رہے ہیں اور یہ جماعت ان کے (احترام) و اتباع کو بت پرستی بتاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعو هم باحسان رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه و اعد لهم جنت تجری تحتها الانهار خالدین فیها ابدا ذلک الفوز العظیم (سورہ توبہ)

"اور سبقت کرنے والے پہلے مہاجرین اور انصار میں سے اور جنہوں نے

نیکوکاری میں ان کی پیروی کی' اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی' اور اللہ نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغ کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔"

دوسری جگہ فرماتا ہے: **محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللّٰہ و رضوانا سیما ھم فی وجوھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوارۃ و مثلھم فی الانجیل۔** (سورہ فتح)

"محمد اللہ کا رسول ہے' اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں سخت ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو ان کو دیکھتا ہے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے طلب کرتے ہیں اللہ کا فضل اور خوشنودی ان کی' نشانی ان کے چہروں پر ہے سجدوں کے اثر سے یہی ان کی صفت ہے توریت میں اور ان کی صفت ہے انجیل ہیں۔"

تیسری جگہ فرماتے ہیں: **ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون فضلا من اللّٰہ و نعمۃ** (سورہ حجرات)

"لیکن اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دلوں میں ایمان کی اور اس کو عمدہ کر دیکھایا تمہارے دلوں میں' اور تمہاری نظروں میں برا بنا دیا کفر اور فسق' اور نافرمانی کو یہی لوگ ہیں جو نیک چلن ہیں' اللہ کے فضل اور احسان سے"

چوتھی جگہ فرماتا ہے: **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر و تومنون باللّٰہ** (الخ)

تم بہتر ہو ان امتوں میں جو پیدا ہوئیں لوگوں کے لیے تم حکم کرتے ہو نیک کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر"

پانچویں جگہ فرماتا ہے: **وکذلک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا**

"اور اسی طرح ہم نے تم کو بنایا ہے امت معتدل' تاکہ بنو تم گواہ لوگوں پر' اور بنے رسول تم پر گواہ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (معیار حقانیت بتلاتے ہوئے) فرماتے ہیں:

ماانا علیہ و اصحابی۔

"جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔"

مگر جماعت ان کے حق ہونے کو اور ان کو مبراز تنقید کہنے کو بت پرستی کہتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیئین عضوا علیھا بالنواجذ۔**

اور یہ جماعت ان کی ذہنی غلامی اور معیار حق سمجھنے کو ضلالت اور پرستی قرار دیتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **علیکم بالذین من بعدی ابی بکر و عمر**

اور جماعت اس سے منع کرتی ہے' اور بت پرستی کہتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**

اور یہ جماعت اس کو بت پرستی قرار دیتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **رضیت لامتی مارضی بھا ابن ام عبد**

اور یہ جماعت اس کو ضلالت اور شرک قرار دیتی ہے۔ جناب رسولاللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لوکان مستخلفا احدا بغیر مشورة لاستخلف ابن ام عبد۔**

اور یہ جماعت ان کو معیار حق بنانے کا انکار کرتی ہے' اور شرک و اتخاذ ارباب من دون اللہ قرار دیتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لوکان الدین عند الثریا لناله رجل من ربناء فارس)۔**

اور یہ جماعت اس کے مصداق اول حضرات امام ابو حنیفہؒ کو غیر حقانی اور ان کے اتباع کو بت پرستی قرار دیتی ہے اور ایسے امور کو جماعت اسلامی کا نصب العین بتاتی ہے۔

محترما! اگر میں تمام ضلالت اس جماعت کی اور ان احادیث کو جو تمام صحابہ کرامؓ اور تابعین کے معیار حق ہونے اور ان کی ذہنی غلامی کے واجب ہونے کی ہیں ذکر کروں تو ایک طویل و ضخیم کتاب ہو جائے۔ یہ چند باتیں ذکر کر کے امیدوار ہوں کہ غور کیجئے اور سمجھ میں آئے تو جلد از جلد ان سے علیحدہ ہو جائیے۔

(4)

استاد کا احترام اسی وقت تک ہے' جب تک وہ صراط مستقیم پر ہے' اور جب کہ اس نے صحابہ کرامؓ کا احترام اور اتباع سلف کرام کو چھوڑ دیا اور تمام مسلمانوں کے اساتذہ کرام چھوڑ دیا' اور باغیوں اور غیر مقلدوں اور اہل ضلال میں شامل ہو گیا تو اس کا کوئی احترام باقی نہیں رہا۔

(5)

میرا پہلے یہ خیال تھا کہ..... تحریک اسلامی مسلمانوں کی علمی اور عملی' دنیاوی اور دینی کمزوریوں اور ان کے انتشاراتِ کو دور کرنے اور مسلمانوں کو منظم کرنے تک ہی محدود ہے۔ اگرچہ طریق تنظیم میں اختلاف رائے ہو' اس لیے میں نے ان کے خلاف آواز اٹھانا' یا تحریر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ اگرچہ افراد جماعت اور قائد جماعت کی طرف سے باسا اوقات ناشائستہ کلمات تقریر اور تحریر میں معلوم ہوئے مگر سب سے چشم پوشی کرنا ہی انسب معلوم ہوا' مگر آج کہ میرے سامنے اطراف و جوانب ہندو پاکستان سے آنے والے مودودی صاحب کی تصانیف کے اقتباسات کا ڈھیر لگا ہوا ہے' اور پانی سر سے گزر گیا ہے' تو میں ان کے دیکھنے اور سمجھنے سے مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچنے میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں---- تحریک اسلامی خلاف سلف صالحین مثل معتزلہ' خوارج' روافض' جمیہ وغیرہ فرق قدیمہ اور مثل قادیانی' چکڑالوی' مشرقی نیچری' مہدوی' بہائی وغیرہ فرق جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے' اور اسی کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے' وہ ان اصول و عقائد و اعمال پر مشتمل ہے جو کہ اہل سنت و الجماعت اور اسلاف کرام کے خلاف ہیں۔

(1) وہ تفسیر بالرائے کی قائل ہے' ہر وہ پروفیسر جو کہ ملحدان یورپ اور ان کی نئی روشنی کا حامل' اور تھوڑی بہت عربی زبان سے واقف ہے' اس کے نزدیک یہ حق رکھتا ہے کہ اپنی رائے اور مذاق سے تفسیر کر کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بنے۔ خواہ اس کی تفسیر کتنی بھی سلف صالحین اور اقوال صحابہ کرامؓ کے خلاف ہو۔

حالانکہ سب سے پہلے یہی فتنہ اسلام میں پیدا ہوا' حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی تحکیم پر ان الحکم الا للہ کی تفسیر بالرائے کر کے بارہ ہزار کی جماعت نے بغاوت کی اور علیحدہ ہو گئی' اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **کلمۃ حق ارید بھا الباطل** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کے لیے بھیجا اور فرمایا کہ قرآن ذو وجوہ ہے' ان لوگوں کو سنت سے سمجھانا' چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمجھایا جس پر آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے' مگر چار ہزار اپنی رائے اور ضد پر قائم رہے' اور تکفیر و قتل کا بازار گرم کرتے رہے' یہی فرقہ خوارج کے نام سے مشہور و معروف ہوا' اس کے بعد اس تفسیر بالرائے کی وباء' اس قدر پھیلی کہ نہ صرف مسئلہ تحکیم میں بلکہ دیگر مسائل میں بھی اپنی آراء کو عمل میں لایا گیا' مرتکب کبائر وغیرہ دیگر مسائل میں بہت زیادہ افراط و تفریط جاری ہوئی اور نہ صرف خوارج ہی تک اس کی محدودیت رہی' بلکہ فتنہ ہائے معتزلہ' روافض' جہمیہ' کرامیہ مجسمہ' مرجیہ وغیرہ اسی تفسیر بالرائے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے' اہل سنت والجماعت ہمیشہ اتباع سنت اور اسلاف صالحین صحابہ کرامؓ اور افاضل تابعین کو پیشوا اور رہبر بناتے ہوئے اپنی آراء' اور مذاق کو انہی کے رنگ سے رنگ کر فائز المرام ہوئے اور **ما انا علیہ واصحابی** کی سند حاصل کرتے رہے بعینہ یہی واقعہ ازمنہ اخیرہ میں پیش آیا' نیچریہ' قرآنیہ' (اتباع چکڑالویہ) قادیانیہ' خاکسار' بہائیہ وغیرہ نے بھی یہی تفسیر بالرائے کی اور اپنی عقل و مذاق کو پیشوا بنایا اور نصوص کو اس طرح کھینچا' یا ترک کر دینا اختیار کیا' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی پیش بندی کرتے ہوئے فرمایا تھا: **من فسر القرآن برایہ فقد کفر (اوکماقال)** کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ اور ان کے تلامیذ جن کی مادری زبان عربی تھی اور جنہوں نے وحی خداوندی کا مشاہدہ کیا تھا' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود اور آپؐ کے اعمال و سنن کو دیکھنے والے تھے' اور تابعین جو مشاہدین وحی کے شاگرد رشید تھے۔ ان کی تفسیریں تو بالائے طارق رکھدی جائیں اور ان کو مردود اور غلط قرار دیدیا جائے اور ان کے مقابلہ میں تیرہ سو برس کے بعد کے پیدا ہونے والے عجمی اشخاص جن کو زبان عربی اور اس کے ادب اور اصول دین وغیرہ میں کوئی مہارت تامہ بلکہ ناقصہ بھی نہ ہو

صرف کیمرج' یا آکسفورڈ یا کسی یونیورسٹی یا کالج کی ڈگریوں اور معمولی عربیت' کی بنا پر ان کی تفسیروں کو معتمد علیہ قرار دے دیا جائے جن لوگوں کی عمریں زبان عربی اور علوم دینیہ پڑھتے پڑھاتے گزر گئیں ہیں ان کی تفسیر کو غلط اور تاریک خیال قرار دیا جائے اور پروفیسران علوم ملاحدہ یورپ کی ستم ظریفیوں کو مراد خداوندی اور مقصود و الٰہی بتایا جائے کیا کوئی عقلمند اور کوئی قوم اس بات کو روا رکھتی ہے کہ کسی فوجی کالج کے سند یافتہ کو' انجینئرنگ کالج کے فارغ التحصیل کو اگرچہ ان کی ڈگریاں کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہوں میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے اور بیماروں کے معالجہ کو عمل میں لانے کی اجازت دی جائے گی؟ جب کہ وہ کسی میڈیکل کالج کی طبی سند بھی نہیں رکھتا ہے ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا انسانوں کو برباد کرنے کے مترادف ہے اور یہ بجائے نفع کے مضرت اور بجائے تعمیر کے تخریب کا باعث ہو گا۔

یہی حال ایسے مفسرین کی تفسیر بالرائے کا ہے' کہ وہ سلف صالحین کی تفسیر اور اصول دینیہ کے خلاف بجائے ہدایت ضلالت اور گمراہی کی پیش خیمہ ہو گی۔

(2) وہ (جماعت) پیغمبر اسلام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قیاسات اور اٹکلوں پر چلانے والا بتلاتی ہوئی تاریخی واقعات کے ذریعہ سے احادیث صحیحہ اور حسنہ کو ردی کی ٹوکری کی نذر کرتی ہے' حالانکہ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پیغمبروں کی جملہ تبلیغات کو وحی خداوندی قرار دیتی ہیں' دنیاوی مشوروں' اور جزئیات یومیہ' اور روزمرہ کی ضروریات زندگی پر اخبار ہائے نبویہ' اور احکامات سماویہ تبلیغیہ کو قیاس کرنا سراسر تلبیس اور مخالفت نصوص قطعیہ ہے ابتداع فی الدین کی کھلی ہوئی تجویز ہے۔

(3) وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سقیم' یا صحیح غیر حقیقی المراد روایات کی بنا پر مثل روافض غیر قابل وثوق اور ہدف ملامت بناتی ہے' حالانکہ انہی کے اعتماد اور ثقاہت پر پیچھے آنے والوں کے لیے اسلام کا مدار ہے' اگر معاذ اللہ یہ اولین اساتذہ اسلام غیر قابل اعتماد ہو گئے تو تمام عمارت دین بالکل ڈھ جائے گی' قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نے جگہ جگہ پر ان کی تعدیل کی ہے' بے شمار احادیث اور کتب سابقہ ان کو معتمد علیہ اور پر زور الفاظ میں ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے

تمام انسانوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتی ہیں' اس دروازہ کے کھلنے سے تمام دینی اصول اور فروع ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔

(4) وہ صحابہؓ کرام کی متعدد روایتوں کو خواہ وہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں ان کی خوش اعتقادی پر مبنی بتاتی ہوئی واقعیت سے دور کر دیتی ہے' حالانکہ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام معجزات اور اعلیٰ ترین اخلاق و اعمال نبویہ کی عمارت بالکل کھوکھلی ہو جاتی ہے اور ملاحدہ کو اس سے بڑا کاری ہتھیار ہاتھ آتا ہے۔

(5) وہ احادیث صحیحہ کے راویوں اور ائمہ حدیث کو مجروح اور غیر ثقہ بتاتی ہوئی اقوال ضعیفہ یا غیر ظاہر المراء اقوال صحیحہ یا ان جیسے خود غرض اہل ہوا دشمنوں کے اقوال کو پیش کرتی ہے مشاہیر عالم آئمہ ثقات کو غیر قابل اعتبار قرار دیتی ہے' حالانکہ اس سے تمام ذخائر احادیث بالکل فنا ہو جاتے ہیں' **لعن اخر ھذہ الامۃ اولھا** کا سماں پیش آ جاتا ہے۔

(6) وہ تقلید شخصی کو نہایت گمراہی اور ضلالت قرار دیتی ہے' حالانکہ یہ امر آیات قرآنیہ **فاسئلوا ھد النکر---- واتبع سبیل من اناب الی--- و من یتبع غیر سبیل المومنین (الایۃ)** کی بنا پر فی زمانہ (جب کہ اہل علم و جامعین شروط اجتہاد معدوم ہیں جیسا کہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال اور وقائع بتا رہے ہیں) تمام مسلمانوں پر تقلید واجب ہے' اور تارک تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے۔ اس لیے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے جو کہ دین اور مذہب سے بھی بیگانہ بنا دیتا ہے' اور فسق و فجور میں مبتلا کر دینا تو اس کا معمولی اثر ہے۔

(7) وہ آئمہ اربعہ امام ابو حنیفہؒ' امام مالکؒ' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کو گمراہی اور حرام بتلاتی ہے' حالانکہ یہ آئمہ کرام اپنے اپنے زمانہ میں آفتاب ہائے ہدایت و تقوی و علوم دینیہ اور فقہ کے نہایت روشن چراغ اور انابت الی اللہ کے درخشاں ستارے ہیں' ان کی تقلید شخصی پر چوتھی صدی کے بعد تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

(8) وہ ہر پروفیسر اور عامی کی رائے کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے مذاق اور اپنی رائے کو عمل میں لائے اور مسلمانوں کو اس پر چلائے' خواہ اس سے سلف

صالحین کے مذاق اور رائے کو کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو' حالانکہ منکرین تقلید بھی اس کے مخالف ہیں' ان کو بھی تجربہ کے بعد اس کی مضرتوں کا قوی احساس ہوا ہے۔

مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے امام تھے' اور عدم تقلید کے زور دار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے' اپنے رسالہ اشاعت السنۃ جلد دوم ص 51' 52 و ص 53 میں لکھتے ہیں۔

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں' وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں' ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے' اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے' ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ' جماعت' نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں' سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے' اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں' ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں' ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال خدا کے مال و حقوق کو دبار رکھتے ہیں' کفرو ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں' مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے الخ (مختصراً")

جس بے علمی کو مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مذکور نے ذکر فرمایا ہے' وہ تو اس زمانہ میں عام طور پر اہل علم میں بھی موجود ہے۔ بالخصوص پروفیسر اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں یہ حضرات تو علوم اسلامیہ اور فنون عربیہ اور ادب عربی سے اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح عوام مسلمین اور اگر کسی میں قدرے شد بد موجود بھی ہے تو وہ بمنزلہ عدم ہے' عموماً" یہ حضرات اردو' فارسی' یا انگریزی ترجموں سے کام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں' ان میں سے جو لوگ کسی یونیورسٹی میں خواہ ہندوستانی ہوں یا یورپین عربی کے ایم' اے اور فاضل بھی ہیں' وہ عربی درس گاہوں کے فاضل کے سامنے بمنزلہ طفل مکتب ہیں' نہ صحیح عبارت عربی قواعد کے مطابق پڑھ سکتے ہیں' اور نہ لکھ سکتے ہیں' اور نہ بے تکلف بول سکتے ہیں اور اگر

بعض چیدہ اشخاص میں ایسی قابلیت بھی پائی جاتی ہے تو وہ ان دیگر علوم سے یقیناً بے بہرہ ہوتے ہیں، جن پر اجتہاد فی الدین کے علاوہ ادب عربی کا مدار ہے، چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے ایسی صورت میں ان پروفیسروں کو اجتہاد اور ترک تقلید کرنا، اور اس کی اجازت دینا سراسر دین اور شریعت کی جڑ کھودنا اور ضلالت اور گمراہی کو پھیلانا ہے ہم نے خود اس زمانہ کے مجتہدین مطلق کو آزما کر دیکھا ہے۔

(9) وہ جماعت، طرق تصوف اور سلوک اور اس کے اعمال کو جاہلیت اور الحاد و زندقہ قرار دیتی ہے، اس کو بدھ ازم اور یوگ بتاتی ہے، حالانکہ یہی طرق اور اعمال ہیں کہ فی زماننا اسلام اور اعمال کی تکمیل اور احسان کے مامور بہ کی تحصیل اور عبودیت کاملہ کا استحصال بغیر ان کے اسی طرح غیر ممکن ہے، جیسے کہ فی زماننا قرآن کا صحیح پڑھنا بغیر زبر، زیر، پیش، جزم و تشدید، اور بغیر تجوید ممکن ہے اور جیسے کہ قرآن و حدیث کا فی زماننا سمجھنا اور ادبیت عربی کا حاصل کرنا، بغیر صرف و نحو، معانی و بیان، بدیع و کتب لغت غیر ممکن ہے، قرون اولی کو تلاوت صحیحہ اور فہم معانی میں ان چیزوں کی حاجت نہ تھی، مگر آج ہم کو بغیر ان کے کوئی کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی، بلکہ خود ملک عرب اور عراق و شام و مصر کے باشندے بھی (جن کی مادری اور روزمرہ کی بول، چال عربی ہے) ان علوم کے آج ہماری طرح محتاج ہیں، کم و بیش کا فرق دوسری بات ہے، اختلاط بالعجم نے ان کو عجمی بنا دیا ہے، زمانہائے قدیمہ اور قرون اولی میں احسان اور عبدیت کاملہ قرب زمانہ نبویہ کی بنا پر ان طرق اور اعمال کی محتاج نہ تھی، مگر آج بغیر ان کے ان مامور بہا کمالات کا حاصل کرنا عادتاً غیر ممکن ہو گیا ہے ان کو یوگ قرار دینا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

(10) وہ سلف صالحین اور اولیاء اللہ سابقین کی شان میں نہایت زیادہ زبان درازی، کرتی ہوئی سخت گستاخانہ لفظ استعمال کرتی ہے اور ان کو عوام الناس میں نہایت ذلیل و خوار کرتی ہے حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: من انی اولیائی اذنتہ بالحرب

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: اذکروا موتاکم بخیر۔ اور تیسری جگہ فرمایا ہے لعن اخر ھذہ الامۃ اولھا جس سے تحذیر مقصود ہے۔

(11) وہ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز اور ان کے اتباع و احفاد اور دیگر آئمہ ہدی حضرت معین الدین چشتی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ اسرار ہم آئمہ طریقت کو مسلمانوں میں افیون و ضلال و گمراہی کے انجکشن دینے والے اشخاص بتلاتی ہے حالانکہ یہ وہ اکابر اور اسلاف کرام ہیں جنہوں نے تمام دنیائے اسلام میں دین اور سنت کو زندہ کیا اور ان کے فیوض و برکات سے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو وصول الی اللہ اور حقیقی تقوی کی نعمت حاصل ہوئی، ان کے ماثر اور برکات سے تواریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

(12) وہ مذکورہ بالا مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کو یوگ اور بدھ ازم اور ضلالت کے پھیلانے والی بتاتی ہوئی ان کی تذلیل کرتی ہے، حالانکہ اعمال طریقت خواہ نقشبندیہ کے ہوں۔ یا چشتیہ قادریہ، سہروردیہ وغیرہ کے یوگ اور بدھ ھرازم سے کوسوں دور ہیں۔ طریقت کی تعلیم سراسر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے اور توحید و رسالت کی تعلیم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و اقوال سے بھری ہوئی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کی سخت تاکید ہے، جس پر حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کے مکاتیب شاہد عدل ہیں، دیکھو تصانیف امام ربانی و تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ اور عوارف المعارف اور فتوح الغیب وغیرہ۔

(13) وہ علماء ظاہر اور محافظین علوم شرعیہ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرتی ہوئی عوام کو ان سے متنفر کرتی ہے، ان کی تذلیل اور توہین عمل میں لاتی ہے اور ان کو غیر قابل اعتماد ٹھہراتی ہے اور مسلمانوں کو نئے اسلام اور اس کے لیڈر کی تقلید اور تابعداری کی طرف لیجاتی ہے، حالانکہ اس پر آشوب پر فتن زمانہ میں جب کہ فسق و فجور اور الحاد و کفر ہوا پرستی اور خواہشات نفسانی کا چاروں طرف دور دورہ ہے، خدا اور رسول سے لوگ دور ہوتے جا رہے ہیں، اور شریعت کو پس پشت ڈالتے جا رہے ہیں، ضروری تھا کہ محافظین شرع اور مبلغین دین و

ہدایت کا وقار عوام میں قائم کیا جاتا اور احیاء دین اور اتباع شریعت کی صورتیں پیدا کی جاتیں' عوام کے اذہان میں اس کے برعکس توہین اور تذلیل کو جمانا دین کو مٹانے کے مترادف ہے۔ یہی طریقہ تمام مبتدعہ نے ہمیشہ سے جاری کر رکھا ہے یہی طریقہ نیچریوں' قادیانیوں اور خاکساروں وغیرہ نے اختیار کیا' بلکہ مشرقی کا رسالہ ماہواری "مولوی کا ایمان" تو اس باب میں خوب کھیل کھیلا۔ اور ہر مبتدعہ اور ضال اپنے عیوب کو چھپانے اور اپنی ضلالت و گمراہی کو پھیلانے کے لیے یہی طریقہ عمل میں لاتا رہتا ہے۔

(14) وہ احادیث صحیحہ کو صرف اپنی عقل اور مذاق سے مجروح قرار دے کر عام مسلمانوں کو ان سے منحرف کرتی ہے' حالانکہ سلف صالحین' صحابہ کرام' تابعین عظام قرون مشہودلہا بالخیر نے ان کو قبول فرمایا ہے اور جو شبہات اس پر وارد کئے جا سکتے ہیں ان کے دفعیہ کی صورتیں بتائی ہیں' اپنی عقول اور اپنے مذاق کو ہم کتنا بھی اعلیٰ درجہ عطا کریں' مگر وہ ناقص اور نارسا ہی ہیں' جن پر تجربہ اور واقعات شہادت دیتے ہیں احمق سے احمق شخص بھی اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے اعلیٰ خیال کرتا ہے۔

گراز بسیط زمیں عقل منعدم گردد
بخود و گماں نہ برد ہیچ کس کہ نا دانم

(5) وہ مثل خوارج ان الحکم اللہ اور من لم یحکم بما انزل اللہ کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے' حالانکہ یہ اس کی غلط تاویلات' اور بے ربط توجیہات کا ثمرہ اور کلمۃ حق ارید بھا الباطل کا نتیجہ ہے' نیز سلف صالحین کی آراء اور اعمال سے بغاوت' اور انحراف ہے۔

(16) وہ چکڑالوی کی طرح ذخیرہ احادیث دین متین کو (معاذ اللہ) ناقابل اعتبار قرار دیتی ہے' اگرچہ وہ اخبار آحاد ہی کیوں نہ ہوں' حالانکہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک ان کو اصول دین قرار دیا گیا ہے' اور نسبت روایات تاریخیہ ان کو زیادہ قابل اعتماد سمجھا گیا ہے۔

(17) وہ مثل فرقہ قادیانیہ اپنے قائداعظم اور امیر کو ایسا مختار بتاتی ہے کہ

اپنے مذاق سے جس حدیث کو چاہے قابل اعتماد قرار دے' اور جس کو چاہے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے حالانکہ ایسی مطلق العنانی رائے اور حکم میں نہ کسی میں پہلے قرون مشہود لہا بالخیر میں مانی گئی اور نہ اس زمانہ فتنہ و فساد میں مانی جا سکتی ہے۔ انابت کاملہ اور علم کامل عنقا ہو رہے ہیں' بلکہ حسب ارشاد حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ **من کان منکم مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیہ الفتنۃ**

ایسا امر موجودہ دور کے اشخاص میں انتہائی ضلالت اور گمراہی کا پیش خیمہ ہے

(18)

وہ ذخائر فقہ کو غلط اور ذخیرۂ ضلالت بتلاتی ہوئی ترمیم اور اصلاح اور حذف کا حکم دیتی ہے' اور مسلمانوں کے آج تک تیرہ سو برس کے عملدر آمد کو جاہلیت اور گمراہی بتلاتی ہے' اور سب گزشتہ مسلمانوں کو غیر ناجی کہتی ہے' حالانکہ یہ ایسا فتنہ ہے جس پر جس قدر بھی افسوس اور رنج کیا جائے کم ہے۔

(19) وہ مثل معتزلہ اور روافض وغیرہ اپنے سائن بورڈ وغیرہ پر "حقیقی توحید کا دفتر" جماعت موحدین" "حقیقی کامین اسلام" اور اس کے مرادف الفاظ لکھتی ہے' جس طرح معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل اور اصحاب التوحید کہتے اور لکھتے تھے۔ شیعہ اپنے آپ کو "محبین اہل بیت" لکھتے ہیں جس کے معنی یہ سمجھے گئے کہ ہم سے علیحدہ ہونے والے افراد اور فرقے اصحاب عدل نہیں نہ اصحاب توحید ہیں اور نہ اہل بیت سے محبت رکھنے والے ہیں' اس قسم کے سائن بورڈوں سے عوام مسلمین میں زمانہائے گزشتہ میں جو زہر پھیلا وہ ان تاریخی واقعات سے ظاہر ہے جو کہ ازمنہ سابقہ میں معتزلہ خوارج' روافض وغیرہ اور اہل سنت کے آپس میں پیش آئے اور ازمنہ اخیرہ میں بھی اس قسم کی حرکتوں سے غیر مقلد اور مقلدوں' قرآنیوں نیچریوں--- قادیانیوں' خاکساریوں میں ظہور پذیر ہوئے ہر ایک اپنے اس قسم کے سائن بورڈوں سے دوسرے فرقوں پر اس قسم کا حملہ کرتا ہے کہ وہ اس کمال سے محروم اور خالی ہیں' غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث و التوحید کے خوشنما

سین بورڈ سے مزین کر کے آواز بلند کرتا ہے کہ اصناف حد تک نبوی سے محروم اور توحید سے خالی ہیں' وغیرہ وغیرہ آپ کی جماعت اسلامی کے سین بورڈ سے بھی یہی چرکا لگتا ہے کہ جو لوگ اسلامی جماعت کے ممبر نہیں ہیں وہ حقیقی موحد نہیں ہیں وہ اسلامیت کاملہ نہیں رکھتے' اس سے عوام کو جس قدر انتشار' اور افتراق میں مبتلا کیا جاتا ہے' وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا اولی اثر یہ ہو گا کہ اسلامی جماعت میں نہ داخل ہونے والے مشرک اور کافر غیر ناجی ہیں' ہر ایک من مانی باتوں پر ہٹ کرے گا اور ـــــ امت مسلمہ کو انتہائی مشکلات میں مبتلا کرے گا۔

(6)

دور حاضر کے ہم مسلمانان انڈین یونین کی مشکلات جو کہ اکثریت کی طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہیں' مہاسبھا کی فرقہ وارانہ ذہنیت' آر ایس ایس کی اسلام دشمنی آریہ سماجیوں کی جارحانہ مذہبی پالیسی اور مرتد بنانے کی جان توڑ کوششیں اور مسلمانوں کی ہر قسم کی مادی' اور روحانی کمزوری اور ان کے منتشرہ حالت ان میں احساس کمتری کا روز افزوں مرض' ملحدان مغرب کی طرف سے الحاد و زندقہ کی مسموم آندھیاں کالجوں کی تعلیم' نفوس انسانیہ کا دنیاوی اور مادی ترقی کی طرف طبعی رجحان وغیرہ وغیرہ امور تو متقاضی تھے کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنا دیا جائے' اور حکیمانہ اور عاقلانہ تنظیم عمل میں لا کر ان کے خوف و ہراس' بدحواسی اور بزدلی' بے دینی اور بے حسی کو دور کیا جاتا (لیکن) ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی تحریک (اسلامی) اس کے برخلاف دینی اور دنیاوی بربادی کی وبائی ہوا فضا میں پیدا کر رہی ہے' اور آئندہ تمام ملک کو اس سے مسموم کر دینے کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے' اس لیے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچر کے نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔

آپ حضرات کا یہ ارشاد کہ ہم کو مودوی صاحب کے اعتقاد اور شخصی خیالات سے سروکار نہیں ہے ہم اس کا بار بار اعلان کر چکے ہیں' ایسا ہی ہے جیسے کہ مشرقی صاحب نے لوگوں کے اعتراضات کو تحریک خاکساران میں رکاوٹ دیکھ کر اعلان کیا کہ ہم تو مسلمانوں میں جنگی اور حربی تعلیم اور اسپرٹ پیدا کرنا' اور اس کو

پھیلانا چاہتے ہیں' ہمارے عقائد اور ہماری تصانیف سے مسلمانوں کو کوئی سروکار نہیں' پھر کیا ایسا ہوا؟ اور جماعت خاکساران کیا اپنے لیڈر کے عقائد و اخلاق اور اس کی تصانیف کی گندگیوں سے محفوظ ہیں خود مودودی صاحب ہی کی زبان سے سن لیجئے' دیکھئے الفرقان نمبر2' 3 ص 9 و 10 بابت مہ صفر و ربیع الاول' بعنوان "خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی"

محترما! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہو گی تو وہ قبلہ توجہ ہو گا اور اس شخص کے عقائد اور اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر ضرور پڑے گا خصوصا جب کہ مودودی صاحب کا لٹریچر زور دار طریقے پر شائع کیا جا رہا ہے اور ممبروں اور غیر ممبروں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی جا رہی ہے اس صورت میں وہ زہریلا مواد جو نہایت چالاکی سے تحریروں میں رکھا گیا ہے اپنے اثر سے خالی نہیں رہ سکتا۔

(7)

مودودی صاحب اپنی جماعت کا دستور لکھ رہے ہیں عرصہ سے یہ دستور شائع ہو رہا ہے اور الفاظ اتنی وضاحت کے ساتھ سلب کلی کے طور پر ہر انسان سے معیاریت حق اور تنقید سے بالاتری' اور ذہنی غلامی میں ابتلاء کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اس عموم اور استغراق اور سلب کلی اور استغراق کو کہاں لے جائیں گے؟ بحث الفاظ پر ہے' احتمالات غیر مفہومہ عن العبارۃ پر نہیں' اور اگر آپ مودودی صاحب کی تصانیف اور ان کے خواص کی تالیفات کا استقصا فرمائیں گے تو نہ صرف عام انبیاء و رسل بلکہ اولوالعزم رسولوں کے لیے بھی ان کے بے پناہ قلم سے پناہ' اور ان کی تنقید سے نجات نہ پائیں گے۔

(8)

جس جگہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے نہ صرف بدظنی پھیلائی جاتی ہو بلکہ **اشھدان علیا وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل** باآواز بلند اذان میں کہا جاتا ہو نیز امام باڑوں' مجلس خاصہ اور خصوصی مساجد میں ان کی طرف غلط اور جھوٹے اہانت آمیز واقعات منسوب کئے جاتے ہوں اور عوام کے سینوں

کے سننے اور شریک ہونے سے غلطی میں پڑنا ممکن ہو تو سینوں کی اصلاح اور تحفظ عقائد کے لیے ایسی مجالس کا منعقد کرنا جن میں صحابہ کرام کے صحیح واقعات ذکر کیے جاتے ہوں' اور ان کی ثناء اور صفت کی جاتی ہو واجب ہے

(9)

مسلمہ اصول ہے کہ ہر قوم اپنے مقتدایان دین اور اکابر ملت کے کارناموں' ان کی تعلیمات اور ان کے واقعات زندگی سے متاثر ہوتی ہے' مسلمانوں کے لیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات خلفائے راشدین کے کارنامے ان کی تعلیمات ان کے حالات زندگی سرچشمہ ہدایت ہیں' اور نہ صرف مسلمانوں کے لیے' بلکہ تمام انسانی دنیا کے لیے ان کے کارناموں میں کھلی ہوئی اور صاف ستھری روشنی موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ 17 جولائی 1937ء کے اخبار ہریجن میں گاندھی---- نے کانگریسی وزراء کو زور دار الفاظ میں ہدایت کی تھی کہ وہ اپنا طرز عمل حضرات شیخین حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسا بنائیں' یورپین مورخین اس کی خصوصی طور پر ہدایت کرتے ہیں' اور اسی بنا پر سیرت فاروقی رضی اللہ عنہ کو فرانس کی یونیورسٹیوں وغیرہ میں داخل نصاب کر دیا گیا ہے' نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ ان کے کارناموں' اور اخلاق و اعمال سے واقف ہو' اور چونکہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں اس لیے ان پر اور بھی لازم ہے کہ ساری نوع انسانی کو ان باتوں سے واقف کریں اور ہر بستی میں عام جلسوں اور جلوسوں وغیرہ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بتائیں کہ ان کے بزرگوں نے دنیا میں کیا کارنامے بطور یادگار چھوڑے ہیں' جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے کس طرح متاثر ہوئے اور اہل عالم کو مذہب' اخلاق' تمدن' معاشرت' اقتصادیات سیاسیات وغیرہ تمام شعبہائے زندگی اور آخرت کے کیسے کیسے عمدہ اسباق سکھائے۔

(10)

ہندوستان کے کروڑوں مسلمان' اور غیر مسلم جاہل محض ہیں' نہ کتابیں پڑھ سکتے ہیں نہ اخبارات' ان بے پڑھے لوگوں کو مقدس ہستیوں کی پاکیزہ زندگی کے

پاکیزہ حالات ان کے خیالات، مہتمم بالشان کارناموں سے روشناس کرانے کا سوائے اس کے اور کیا ذریعہ ہے کہ بار بار عام جلسوں اور جلوسوں میں ان کا ذکر خیر کیا جائے، اور ان کے نام نامی سے ہر کہ ومہ کو مانوس بنایا جائے، بالخصوص ایسی جگہوں میں جہاں کہ غلط فہمیاں قصداً پھیلائی جاتی ہیں یہی مقصد سیرت کے جلسوں اور جلوسوں کا ہے اور یہی مقصد مدح صحابہؓ کے جلسوں اور جلوسوں کا ہے ہندوستان جیسے ملک میں تبرا قانونی اور اجتماعی اور اخلاقی جرم ہے اور مدح صحابہؓ اخلاقی ذاتی اور اجتماعی فریضہ ہے۔

(11)

لکھنؤ کی اندھیر نگری میں تقریباً تیس بتیس برس سے یہ حکم نافذ ہے کہ اہل سنت و جماعت کو جن کی تعداد شہر میں اسی ہزار سے زیادہ ہے اور ان کے خلاف شیعوں کی آبادی صرف اٹھارہ ہزار ہے، اپنے پیشوایان مذہب صحابہ کرامؓ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی مدح و ثناء کی اجازت نہیں ہے، بار بار اس پر قید و بند اور جرمانہ و تکلیف کی نوبت آ چکی ہے، حکومت نے اگرچہ 30 مارچ 1938ء کے اعلان میں یہ الفاظ شائع کر دیئے تھے۔

"گورنمنٹ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ پہلے تین خلفاء کی مدح پڑھنا خواہ عام مقام پر ہو خواہ کسی شخصی مقام پر زیر بحث نہیں، یہ حق سنیوں کو بلاشک حاصل ہے۔"

مگر افسوس کہ آج تک باوجود کہ تقریباً ایک سال گزر چکا ہے یہ مقالہ مثل سابق گورنمنٹوں کے مقالوں کے اور 1857ء کے اعلانات وکٹوریہ اور 1914ء کے لائڈ جارج کے وعدوں کی طرح ثابت ہوئے یہ نہیں ہوا کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا، بلکہ عام پبلک مقامات اور مساجد وغیرہ میں بھی مدح صحابہؓ سے روکا گیا، اور سنیوں کو سزائیں دی گئیں۔

(12)

آج 31 مارچ 39ء مطابق 9 صفر مسلمانوں کو چاہیے کہ بعد نماز جلسہ کریں، اور اس میں گورنمنٹ کے اس فعل پر کہ اس نے مسلمانوں کے مذہبی انسانی

شہری حق مدح صحابہؓ میں ناجائز مداخلت کر کے ان کے صحیح جذبات کو ناقابل برداشت ٹھیس لگائی ہے' جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان پروانہ وار جیل میں بند ہو چکے ہیں' صدائے احتجاج بلند کریں۔

(13)

یہ دکھلا دیں کہ مسلمان اپنے مذہبی امور میں حتی الوسع ذرہ بھر بھی مداخلت گوارا نہیں کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں۔

(14)

سیرت کمیٹیوں کا اختراع قادیانوں کی طرف سے تو نہیں ہوا' مگر بعض اوقات اس سے قادیانیوں نے فائدہ اٹھانا ضرور چاہا اور اٹھایا اس کا بیڑا اٹھانے والے شیخ عبدالمجید صاحب قریشی ساکن "پٹی" لاہور ہیں۔ قریشی صاحب نے ابتداء میں اس کے متعلق مختلف مقامات سے رائے لی' چنانچہ میرے پاس اور مولانا کفایت اللہ صاحب کے پاس بھی ان کے خطوط آئے تھے ہم دونوں کے جوابات تقریباً" متفق تھے خلاصہ یہ تھا کہ ہر امر نہایت مستحسن ہے بشرطیکہ اس کے لیے کوئی تاریخ اور مہینہ متعین نہ ہو' کبھی صفر میں ہو تو کبھی جمادی الاول میں کبھی ربیع الاول میں ہو تو کبھی رجب میں علی ہذا القیاس بارہ یا پندرہ کی ہمیشہ کے لیے تعیین نہ ہوا کرے' نیز سال میں صرف ایک دفعہ نہ ہوا کرے بلکہ دوسرے تیسرے مہینہ اور اگر اس سے زائد ممکن ہو' تو زیادہ تر ہو کرے نیز سیرت کے متعلق بیان کرنے والے کوئی واقف کار شخص ہوں جو کہ صحیح اور قوی روایتیں بیان کریں اور عوام کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل زندگی سے آگاہ کرتے رہیں' جب تک اس قسم کے بیانات عوام تک لگاتار اور کثرت کے ساتھ نہ پہنچائے جائیں گے فائدہ نہ ہو گا' معترضین علی الاسلام کے زہر آلود پروپیگنڈوں سے عوام کو اسی طرح محفوظ رکھا جا سکتا ہے' مگر افسوس ہے کہ قریشی صاحب نے ہماری عبارت میں کانٹ چھانٹ کی اور اپنے مدعا کے موافق جملوں کو لے کر شائع کرایا' اور باقی کو حذف کر دیا' ہم نے اس کے بعد اسی زمانہ میں اخباروں میں اپنی تراشیدہ عبارتوں کو پھر چھپوایا' مگر وہ اپنے پروپیگنڈے سے باز نہ آئے' اور اب انہوں نے سالانہ ربیع الاول کو اس کی

تحریک شروع کر دی اور اس کے استحسان میں ہمارے نام شائع کرا رہے ہیں' ہم ہرگز تعین تاریخ و ماہ کے ساتھ سالانہ ایک جلسہ کو شرعی اور ملکی نقطہ نظر سے نہ مفید سمجھتے ہیں اور نہ ضروری۔

(15)

حضرت شاہ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ مشائخ چشتیہ صابریہ میں نہایت معزز اور محترم بزرگ گزرے ہیں جو کہ تقریباً" 1140ھ میں فوت ہوئے تھے' حضرت شاہ نظام الدین بلخی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت شاہ محب اللہ صاحب الہ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔ ان کا مرزا حضرت شاہ القدوس رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کے قریب ایک قبہ میں ہے۔

(16)

موجودہ مشائخ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب' مولانا صدیق احمد صاحب انیٹھوی مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ دیوبند' انور شاہ صاحب' مولانا شبیر احمد صاحب یہ جملہ حضرات ہر قسم کے کمالات کے حاوی ہیں' بعض مسائل میں بعض حضرات کا مخالف ہونا دوسری بات ہے۔

(17)

ہجوم احزان و ہموم کے لیے ہر نماز کے بعد سات مرتبہ سورہ الم نشرح اور سوتے وقت سترہ مرتبہ یہی سورہ اول آخر درود شریف پڑھ کر سینہ پر دم کر لیا کریں' تنگ دستی اور قرض کے لیے مندرجہ ذیل عمل ہمیشہ جاری رکھیں۔

(1) بعد عشاء تنہا بیٹھ کر "یاوہاب" چودہ سو چودہ بار پڑھ کر یہ دعا ایک سو مرتبہ پڑھا کریں۔

یاوھاب ھب لی من نعمۃ الدنیا والاخرۃ انک انت الوھاب اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف ہو۔

(2) بعد نماز صبح سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ اکیس مرتبہ بعد ظہر 32 مرتبہ بعد عصر 23 مرتبہ' بعد مغرب 24 مرتبہ اور بعد عشاء 25 مرتبہ اول و آخر

تین تین مرتبہ درود شریف ہوا کرے' مداومت پر انشاء اللہ کامیابی حاصل ہوگی' نماز باجماعت اور اتباع شریعت اور ذکر میں کوتاہی نہ کریں۔

(18)

مدار بڑائی قبولیت خداوندی پر ہے' نہ عمر پر' نہ علم پر' نہ عمل پر "پیا جس کو چاہیں سہاگن وہی ہے"--- اگر اس نے قبول کر لیا تو زہے قسمت ورنہ کچھ ٹھکانا نہیں قبول کرے تو قراب الارض اوالسماء خطائیں اور معاصی ایک دم میں صاف ہو جائیں' بلکہ حسنات بن جائیں' اولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات نہ قبول فرمائے تو جبال حسنات ذرہ سے بھی چھوٹے ہو جائیں' بے نیاز اور بے پرواسرکا رہے پھر کیا چارہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو بڑا سمجھیں۔

(19)

مولانا احمد علی صاحب بدرپوری دارالعلوم دیوبند میں کئی سال رہے ہیں' اور تمام کتب درسیہ نہایت محنت اور شوق سے پڑھی ہیں امتحانات میں نہایت اعلیٰ نمبر آئے' چال چلن نہایت عمدہ' سلوک طریقت میں پوری جدوجہد کرتے رہے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت کامیاب ہوئے' طبیعت نہایت سلیم پائی ہے' قلب میں تقویٰ اور اخلاص ہے' ایسے سعید اور قابل اشخاص کم ہوتے ہیں۔

(20)

سفر حج میں اوقات کو غنیمت سمجھنا چاہیے' اور جہاں تک ممکن ہو عبادات اور ذکر کا خیال رکھنا چاہیے' مجالس اور اجتماعات فضولیہ دنیاویہ سے بچنا چاہیے' اللہ تعالیٰ کی یاد جس قدر اور جس پیرایہ میں ہو غنیمت بار وہ ہے' اسم ذات (اللہ) زبان سے آہستہ آہستہ کرتے رہیں اور اس میں کوتاہی روا نہ رکھیں!

مدینہ منورہ اور اس کے راستہ میں آتے جاتے درود شریف اور ذکر کی کثرت رکھیں' نماز میں جماعت کی پابندی کا لحاظ رکھیں' امام سے اتنے قریب کھڑے ہوں کہ انتقالات دکھلائی دیں' اور اس کی وجہ سے آپ کے انتقالات ہوا کریں۔

(21)

محض لاؤڈ اسپیکر سے انتقالات عمل میں لانا ہماری سمجھ میں باوجود غور و

خوض صحت صلوٰۃ کو مانع ہے' اس کا اعادہ ہونا چاہیے' اللہ تعالیٰ اس بدعت سیئہ سے جلد از جلد مسلمانوں کو نجات دے آمین۔

(22)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جن والدین کے تین بچے مر جائیں تو وہ بچے ماں باپ کے درمیان اور دوزخ کے درمیان دیوار بن جائیں گے' پھر دو بچوں کے لیے بھی یہی فرمایا' پھر ایک بچہ کے لیے بھی ایسا ہی فرمایا۔

(23)

اس گوشہ نشینی میں بفضلہ تعالیٰ بہت خیرات و مبرات ہیں۔

(24)

صدر بازار دہلی متصل پل بنگش زیر صدارت مولانا نورالدین صاحب جلسہ کیا گیا' اس میں اہل محلہ کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا' اور اس میں میری ملی اور وطنی خدمات کو سراہا گیا جلسہ وعظ و نصیحت کا نہ تھا اور نہ اسلامی تعلیمات کے بیان کرنے کا' اسی روز صبح کو مذہبی جلسہ ہو چکا تھا۔

مولانا نورالدین صاحب نے تین یا چار برس میں ترجمہ قرآن شریف ختم کیا تھا' اور اس کی خوشی میں جلسہ ہو چکا تھا' اس میں مذہبی تقریر فضائل قرآن اور اس کی تعلیمات کے متعلق تقریباً" دو گھنٹہ ہو چکی تھی' نیز جامع مسجد میں تبلیغ کے متعلق مذہبی وعظ اس سے پہلے اسی دن ہو چکا تھا۔

شب کے جلسہ کے اعلان میں یہ طبع کیا جا چکا تھا کہ حسین احمد کو ایڈریس پیش کیا جائے گا ایڈریس کے جلسے سے لیگیوں بالخصوص مولوی مظہرالدین صاحب اور ان کے ہمنواؤں میں انتہائی غصہ پھیلا ہوا تھا۔ کوشش کی جا رہی تھی کہ جلسہ کو درہم برہم کیا جائے' جس کو احساس کر کے جناب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں کہہ دیا تھا کہ اس جلسہ میں کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق کوئی تقریر نہ ہو گی۔

اس کے بعد میں ایڈریس کا جواب دینے کے لیے کھڑا ہوا (صدارتی تقریر کے بعد ایڈریس پیش کیا گیا تھا' میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد ملک کی

حالت، بیرونی ممالک، اور غیر اقوام، نیز اندرون ملک میں آزادی کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو کہا کہ موجودہ زمانہ میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں، نسل یا مذہب سے نہیں بنتی ہیں۔

دیکھو! انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کیے جاتے ہین، حالانکہ ان میں یہودی بھی ہیں نصرانی بھی، پروٹسٹنٹ بھی ہیں کیتھولک بھی یہی حال امریکہ جاپان وغیرہ کا ہے الخ جو لوگ جلسہ کو درہم برہم کرنے آئے تھے انہوں نے شور مچانا شروع کیا، میں اس وقت نہ سمجھ سکا، کہ شور کی وجہ کیا ہے؟

جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی جو شور و غوغا چاہتے تھے سوال جواب دیتے رہے اور "چپ ہو۔" کے الفاظ سنائی دیئے، اگلے روز الامان وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے مذہب سے نہیں ہوتی، اور اس پر شور و غوغا ہوا، اس کے بعد اس میں اور دیگر اخبارات میں سب و شتم چھاپا گیا۔ کلام کی ابتداء اور انتہا کو حذف کر دیا گیا اور کوشش یہ کی گئی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے، میں اس تحریف اور اتہام کو دیکھ کر چپکا ہو گیا، اور تقریر کا بڑا حصہ "انصاری" اور تیج میں بھی چھپا مگر اس کو کسی نے بھی نہیں لیا "الامان" اور "وحدت" سے "انقلاب" "زمیندار" وغیرہ نے لیا اور اپنے اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی۔

8 یا 9 جنوری کے "انصاری" اور تیج" کو ملاحظہ فرمایئے، میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ مذہب و ملت کا دار و مدار وطنیت پر ہے، یہ بالکل افتراء اور دجل ہے " احسان" مورخہ 31 جنوری کے ص 3 پر بھی میرا قول یہ نہیں بتایا گیا، بلکہ یہ کہا گیا کہ قوم، یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے، اگرچہ یہ بھی غلط ہے، مگر یہ بھی ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ مذہب و ملت کا مدار و وطنیت پر ہونا میں نے نہیں کہا تھا۔

شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسے افتراء اور اتہام کا ارتکاب کرتے ہی رہتے ہیں، اس قسم کی تحریفیں اور سب و شتم ان کے فرائض منصبی میں سے ہیں ہی، مگر سر اقبال جیسے مہذب اور متین شخص کا ان کی صف میں آ جانا ضرور تعجب خیز امر ہے۔

(25)

مولانا قدیر صاحب لدھیانوی خلیفہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم رائپوریؒ کے عقد نکاح پر سنا جاتا ہے کہ لوگوں میں خلجان اور اعتراضات و اختلافات ہیں' اور بعض احباب اس امر کو مولانا کے تقدس اور ارشاد و طریقت کے منافی سمجھتے ہیں' اس لیے میں احباب کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ عقد نکاح حسب تصریحات فقہا ضروریات بشریہ سے ہے جس سے انسان کسی عمر میں نہ مستغنی ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی مرتبہ باطنی یا ظاہری مانع ہے۔

(26)

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز پکے حنفی' سنی اور طریقت میں چشتی' صابری' قدوسی' نظامی' نقشبندی' قادری' سہروردی تھے۔ قطب عالم حضرت حاجی امداد و اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے نہایت محبوب خلیفہ راشد تھے۔ حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی نے اپنی کتاب تصوف "ضیاء القلوب" کے آخر میں نہایت زور دار الفاظ میں ان کے مقامات تصوف اور علم کی بہت تعریف لکھی ہے۔

(27)

حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ نے دوڈھائی ہزار اپنے شاگرد اور خدام چھوڑے ہیں' ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔